مکالماتِ افلاطون

(جلد پنجم)

مترجم: عارف حسین

ادارۂ فروغِ قومی زبان

۲۰۲۲ء

مکالماتِ افلاطون

(جلد پنجم)

مترجم
عارف حسین

ادارۂ فروغِ قومی زبان

۲۰۲۲ء

فہرست

☆☆☆

عرضِ ناشر

افلاطون (Plato) کا شمار ان فلسفیوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے نہ صرف قدیم یونان اور مغرب کے فلسفے پر گہرے اثرات مرتب کیے بلکہ اسے ان اہم ترین شخصیات میں بھی شمار کیا جاتا ہے، جنھوں نے پوری انسانی تاریخ و تہذیب کو اپنے فکر و فلسفے سے متاثر کیا۔

افلاطون کا زمانہ لگ بھگ ۴۲۷ قبلِ مسیح سے ۳۴۷ قبلِ مسیح تک بتایا جاتا ہے۔ اس کی زندگی کے ابتدائی حالات سے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہو سکی ہیں لیکن جن فلسفیوں نے افلاطون کو بہت زیادہ متاثر کیا ان میں خاص طور پر اس کے استاد سقراط (Socrates) نیز فیثا غورث (Pythagoras) کا نام لیا جاتا ہے۔ افلاطون کو بعض فلسفیانہ نظریات کے بنیاد گزاروں میں شامل کیا جاتا ہے اور ان فلسفیانہ نظریات میں مذہبیات اور سیاسیات کے علاوہ اخلاقیات، شعر و فنونِ لطیفہ اور بعض دیگر موضوعات بھی شامل ہیں۔

افلاطون کو جدلیات (dialectics) اور مکالمے (dialogue) کا بانی بھی کہا جاتا ہے، لیکن افلاطون سے پہلے بھی کچھ فلسفیوں کے ہاں جدلیات کے تصورات ملتے ہیں۔ یہاں تفصیل میں جانا تو ممکن نہیں اور ویسے بھی مارکسی فکر میں جدلیات کی اصطلاح کسی اور مفہوم میں بھی برتی جاتی ہے، لیکن مختصراً عرض ہے کہ افلاطون کے ہاں جدلیات سے مراد ہے:

"مختلف و متضاد آرا پر بحث کر کے حقیقت کو تلاش کرنے کا فن۔"

یہ مختلف نظریات رکھنے والے افراد کے درمیان ایسی گفتگو ہوتی ہے، جس کا مقصد فکری و علمی سچائی تک پہنچنا ہوتا ہے اور جس میں عقلی دلائل کی بنیاد پر بحث ہوتی ہے۔ جدلیات کی اصطلاح بظاہر مباحثے کے مفہوم سے مماثل نظر آتی ہے لیکن اس میں مباحثے کے برعکس جذباتیت، موضوعی باتوں اور لفاظی سے گریز کیا جاتا ہے۔ مکالمہ بنیادی طور پر باہمی گفتگو ہوتی ہے لیکن اس میں عقل اور دلائل کی مدد سے تبادلۂ خیال کر کے اپنی بات واضح کی جاتی ہے۔ چنانچہ افلاطون کے مکالمات کی زیرِ نظر جلدوں میں کئی مقامات پر قارئین کو شرکائے گفتگو کے باقاعدہ نام اور سوال جواب بھی نظر آئیں گے۔ اس گفتگو اور سوال جواب کا مقصد فکری

مغالطوں کو دور کر کے حقائق تک رسائی ہے۔

مکالمہ مغربی ادب میں ایک باقاعدہ نثری صنف بھی رہا ہے۔ اس کی ابتدا کا سراغ تو سقراط کے ہاں بھی ملتا ہے لیکن افلاطون نے مکالمے کو ایک ایسی باقاعدہ فلسفیانہ یا جدلیاتی شکل دی جس میں ایک گفتگو کرنے والا گفتگو میں شامل کچھ دوسرے لوگوں سے بات کرتا ہے، سوالات قائم کرتا ہے اور دلائل، منطق اور عقل کے ذریعے حقیقت یا سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی کام افلاطون نے اپنے مکالمات میں کیا جو فلسفے کی دنیا میں بہت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اگر چہ اس کے بعض مباحث سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

افلاطون کے فلسفے کی اہمیت کے پیش نظر ادارہ فروغ قومی زبان (سابقہ مقتدرہ قومی زبان) نے افلاطون کے مکالمات کو اپنے ایک اہم منصوبے بعنوان "سائنسی، تکنیکی و جدید عمومی موادِ مطالعہ کی قومی زبان میں تیاری" کو شامل کیا اور اس کی چھے (۶) جلدوں کا ترجمہ کروا کے شائع کیا۔ تراجم کے سلسلے کی ان چھے جلدوں کے مترجمین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

پہلی جلد	پروفیسر اے ڈی میکن
دوسری جلد	جناب عبدالحمید اعظمی
تیسری جلد	ڈاکٹر ذاکر حسین
چوتھی جلد	جناب عبدالحمید اعظمی
پانچویں جلد	جناب عارف حسین
چھٹی جلد	جناب عارف حسین

ان تراجم کی تیاری میں خطیر رقم، وقت اور محنت صرف ہوئی ہے اور جن مختلف مترجمین نے ان تراجم میں حصہ لیا ان کا شکریہ واجب ہے۔ ادارے کے افسران و کارکنان نے جس محنت سے ان تراجم کے مسودے کو مختلف مراحل سے گزار کر طباعت تک پہنچایا اور اس کی اشاعت کے لیے کاوش کی اس کا اعتراف نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔

ان چھے (۶) جلدوں کے تراجم، طباعت اور اشاعت کا کام محترم پروفیسر فتح محمد ملک اور محترم افتخار عارف کے دور میں ہوا تھا اور باوجود اس کے کہ ان کو خاصی بڑی تعداد میں شائع کیا گیا تھا یہ جلد ہی فروخت ہو گئیں اور ان میں سے بعض جلدوں کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ یہ اہم فلسفیانہ مباحث مکمل طور پر قارئین کی دست رس میں رہیں۔

——— رؤف پاریکھ

پیش لفظ

وطنِ عزیز میں علم و حکمت اور عقل و دانش کی روایات کو فروغ دینے کی خاطر مقتدرہ قومی زبان کے شعبہ درسیات نے اپنے نئے ترقیاتی منصوبے ''سائنسی، تکنیکی و جدید عمومی مواد خواندگی کی قومی زبان (اُردو) میں تیاری'' میں فلسفہ و نفسیات کے بنیادی تصورات پر مبنی دائمی اہمیت کی کتابوں کے اُردو تراجم کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ ''مکالماتِ افلاطون (چھ جلدیں)'' اس سلسلہ کتب کی پہلی کڑی ہیں۔ ''مکالمات افلاطون'' ایک اعتبار سے دُنیائے انسانیت کو مسلمانوں کی عطا ہے۔ یہ مسلمان اہلِ علم ہی تھے جنھوں نے پہلے پہل یونانی دانش کو عربی زبان میں منتقل کیا، اُسے رد و قبول کی چھلنی سے گزارا اور اُس پر تحقیقی، تنقیدی اور تجزیاتی کتابیں لکھیں۔ مسلمانوں کے یہ علمی کمالات پہلے پہل لاطینی زبان میں اور پھر لاطینی سے مختلف مغربی زبانوں میں منتقل ہو کر مغربی علم و دانش کا سب سے بڑا سرچشمہ بن گئے۔

افلاطون (۴۲۷-۳۴۷ قبل از مسیح) ایتھنز کی اشرافیہ کا ایک نامور فرد تھا۔ اِس کا دورِ حیات معاشرتی اور سیاسی بے چینی کا دور تھا۔ افلاطون اوّل اوّل سیاسی عزائم کا حامل تھا مگر جب سن ۳۹۹ قبل از مسیح میں عہد کے عظیم ترین مفکر اور اُستاد سقراط کو سزائے موت دی گئی تو افلاطون ایتھنز کو خیر باد کہہ کر مدت تک یہاں وہاں پناہ کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ وہ یونان، مصر، اٹلی اور سسلی وغیرہ میں مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر ۳۸۷ قبل از مسیح میں اُس نے واپس ایتھنز آ کر سائنس اور فلسفہ میں ریسرچ کی خاطر اکادمی قائم کی۔ ''مکالماتِ افلاطون'' اِسی دور کی یادگار ہے۔ ترقیاتی منصوبے کے تحت مقتدرہ قومی زبان یونانی دانش کے اِس عظیم شاہکار کی چھ کی چھ جلدوں کو پہلی بار اُردو دُنیا کی نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اِن مکالمات کی اشاعت ہمارے ہاں عقل و دانش کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرے گی۔

—— پروفیسر فتح محمد ملک

ٹیمیئس

(Timaacus)

شرکائے گفتگو:

سقراط (Socrates)، کرائیٹیاس (Critias)

ٹیمیئس (Timacus)، ہرموکریٹس (Hermocrates)

سقراط: ایک، دو اور تین، لیکن میرے عزیز ٹیمیئس، ان میں وہ چوتھا شخص کہاں ہے جو کل میرے مہمان تھے اور جنھیں آج میرا میزبان ہونا تھا؟

ٹیمیئس: سقراط! وہ بیمار ہو گیا ہے، ورنہ اس اجتماع سے وہ جان بوجھ کر غیر حاضر نہیں ہوا۔

سقراط: تب اگر وہ نہیں آ رہا تو آپ اور دوسرے دونوں کو اس کی جگہ لینا ہوگی۔

ٹیمیئس: یقیناً۔ ہم وہ سب کچھ کریں گے جو ہم کر سکتے ہیں۔ آپ کی جانب سے کل کی عمدہ میزبانی کے بعد اب ہم میں سے جو اب موجود ہیں وہ آپ کی دوبارہ میزبانی سے خوش ہوں گے۔

سقراط: کیا آپ کو وہ نکات یاد ہیں جن پر میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا؟

ٹیمیئس: ان میں سے کچھ ہمیں یاد ہیں تاہم آپ ہمیں وہ نکات دوبارہ یاد کروا دیں جو ہمیں بھول گئے ہیں بلکہ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو اختصار کے ساتھ سارا معاملہ دوبارہ دہرا دیں۔ اس طرح تمام تفصیلات ہمارے ذہن میں اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں گی۔

سقراط: یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ میری کل کی گفتگو کا مرکزی نکتہ ریاست تھا کہ یہ کیسے بنائی جائے اور کس قسم کے شہری اسے مکمل ریاست کا درجہ دے سکیں گے۔

ٹیمیئس: ہاں سقراط! اور آپ نے اس بارے میں جو کچھ کہا وہ ہمارے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ ہے۔

سقراط: کیا ہم نے اس کا آغاز کسانوں اور دستکاروں کو ریاست کا دفاع کرنے والوں سے جدا رکھنے سے

نہیں کیا تھا؟

ٹیمیئس: یقیناً! ایسا ہی تھا۔

سقراط: اور جب ہم نے ہر کسی کو اس کی فطرت اور نیت کے مطابق ملازمت اور مخصوص ہنر تفویض کر دیا تو اس کے بعد ہم نے ان کی بات کی تھی جنھیں ہم جنگجو بنانا چاہتے تھے اور کہا تھا کہ وہ ہمارے شہر کے اندرونی اور بیرونی حملوں کے خلاف محافظ ہوں گے اور دوسری کوئی ذمہ داری نہ ہونے کے باعث وہ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ جو فطری طور پر ان کے دوست ہیں، رحم دل ہوں گے لیکن وہ اپنے دشمنوں کے لیے تباہ کن ہوں گے جو میدان جنگ میں ان کے مدمقابل ہوں۔

ٹیمیئس: آپ نے بالکل بجا فرمایا۔

سقراط: اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو ہم نے یہ بھی کہا کہ محافظ ایسے ہوں جیسے انھیں ہونا چاہیے۔ وہ صبر اور عقل دونوں کے لحاظ سے اعلٰی درجے کے ذہن کے مالک ہوں یعنی یہ محافظ دوستوں کے لیے شفیق اور دشمنوں کے لیے دہشت ناک ثابت ہوں۔

ٹیمیئس: یقیناً! ایسا ہی تھا۔

سقراط: اور ہم نے ان کی تعلیم کے بارے میں کیا کہا تھا؟ کیا انھیں جمناسٹک اور موسیقی کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام ایسے علوم کی بھی تربیت نہیں دی جائے گی جو ان کے لیے موزوں ہوں؟

ٹیمیئس: بالکل صحیح۔

سقراط: اور اسی طرح تربیت کے بعد سونا چاندی یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز ان کی نجی ملکیت میں نہیں ہوگی۔ وہ ایسے اجرتی دستوں کی مانند ہوں گے جو ان سے تنخواہ پاتے ہوں جن کا وہ تحفظ کرتے ہیں۔ یہ تنخواہ اس سے زیادہ نہ ہو جو سادہ زندگی گزارنے کے لیے کافی ہو۔ ان محافظوں کو اپنی تنخواہ مشترکہ طور پر خرچ کرنی تھی اور نیکی کی مشق کے تسلسل کے طور پر اکٹھا رہنا تھا۔ یہ ان کی مکمل ذمہ داری تھی۔

ٹیمیئس: اور یہ بھی کہا گیا تھا۔

سقراط: نہ ہی ہم عورتوں کو بھولے ہیں جن کے بارے میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ان کی فطرت مردوں سے مطابقت رکھتی ہو اور ان سے ہم آہنگ ہو اور انھیں جنگ اور عام زندگی میں مشترکہ ذمہ داری

سونپی جائے۔

ٹیمئیس: یہ بات ایسے ہی تھی جیسے آپ نے کہی۔

سقراط: اور بچوں کی ولادت کے بارے میں کیا کہا تھا۔ کیا یہ تجویز نہ تھی کہ انفرادیت کو بھلا دیا جائے گا۔ تمام عورتیں اور بچے مشترکہ ہوں۔ اس نیت کے ساتھ کہ کسی کو بھی اس کے اپنے بچے کے بارے میں پتا نہ ہو۔ لیکن ان کے خیال میں ہو کہ وہ ایک خاندان ہیں۔ ان میں جو عمر کے لحاظ سے ایک حد میں ہوں وہ بہن بھائی، جو بڑے ہوں وہ والدین اور ان کے والدین یعنی دادا دادی، نانا نانی۔ جو چھوٹی عمر کے ہوں وہ بچے اور ان کے بچے یعنی پوتا پوتی، نواسہ نواسی ہوں گے۔

ٹیمئیس: جی ہاں اور یہ تجویز یاد رکھنا آسان ہے جس طرح آپ نے کہا۔

سقراط: کیا آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ ممکنہ حد تک بہتر نسل حاصل کرنے کی نیت سے ہم نے کہا تھا کہ اعلیٰ مجسٹریٹ، مرد اور خواتین، خفیہ منصوبے کے تحت بعض لوگوں کے ملاپ کا اس طرح بندوبست کریں کہ کسی ایک نسل کے بُرے، مخالف نسل کے اچھے لوگوں سے اپنی مرضی سے جوڑے بنائیں اور اس معاملے پر لڑائی نہ ہو۔ وہ یہ خیال کریں کہ ان کا اکٹھا ہونا محض اتفاق تھا اور اس گروہ سے منسوب کیا جاتا تھا؟

ٹیمئیس: مجھے یاد ہے۔

سقراط: اور آپ کو یاد ہے کہ ہم نے کیسے کہا کہ اچھے والدین کے بچوں کو تعلیم دی جائے گی۔ اور بڑوں کی اولاد خفیہ طور پر کمتر شہریوں میں بھیج دی جائے گی اور جب وہ سب بڑے ہو رہے ہوں گے تو حکمران ان کی نگرانی کریں گے جو قابل ہوں انھیں اوپر لایا جائے گا اور جو نااہل ہوں وہ ان کی جگہ لیں گے جو اوپر آئے ہوں۔

ٹیمئیس: بالکل ٹھیک۔

سقراط: تب کیا میں نے آپ کو اپنی کل کی گفتگو کے تمام نکات بتا دیے ہیں یا کچھ باقی ہے۔ میرے عزیز ٹیمئیس جو کہ حذف ہو گیا ہو؟

ٹیمئیس: سقراط! کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ سب کچھ ایسا ہی تھا جیسے آپ نے کہا۔

سقراط: میں چاہوں گا، مزید آگے بڑھنے سے پہلے آپ کو بتاؤں کہ جس ریاست کے بارے میں، میں

نے بیان کیا ہے اس بارے میں، میں خود کیا محسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے آپ کا ایک ایسے شخص سے موازنہ کروں گا جس نے ایسے خوبصورت جانوروں کو قابو کر رکھا ہو جو یا تو کسی مصور کے فن کی تخلیق ہوں یا وہ واقعی زندہ ہوں لیکن وہ ساکن ہوں اور اس شخص کی دیرینہ خواہش ہو کہ وہ انھیں کسی جدوجہد، کشمکش جو بھی ان کے لیے موزوں ہو یا حرکت کی حالت میں دیکھے۔ یہ میرے اس ریاست کے بارے میں احساسات ہیں جس کے بارے میں ہم بیان کر رہے ہیں۔ تمام شہروں میں کشمکش کا سلسلہ جاری ہے۔ میں اس کو سننا چاہوں گا جو ہمارے شہر کے بارے میں بیان کرے جو کہ اپنے ہمسایہ کے خلاف جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔ اور اس نے کس انداز سے جنگ کا آغاز کیا؟ جنگ کے دوران اپنے عمل سے بڑے پن کا مظاہرہ کیا؟ دوسرے شہروں سے برتاؤ میں اپنے قول کی پاسداری اور بڑائی اس کی تربیت اور تعلیم کا نتیجہ تھا۔ اب میں کریٹیاس اور ہرموکریٹس اس بات سے آگاہ ہوں کہ میں خود اس قسم کا شہر اور اس کے شہری پورے انداز میں کبھی نہیں دیکھ سکوں گا اور میں اپنی نااہلیت پر حیران نہیں ہوں۔ میرے لیے حیرانگی کی بات یہ ہے کہ آج کے بھی اور ماضی کے بھی شاعر بہتر نہیں ہیں اس سے میری مراد ان کی حوصلہ شکنی کرنا نہیں ہے۔ لیکن ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ یہ نقالوں کا ایک قبیلہ ہے اور وہ اس دور کی آسانی کے ساتھ بہتر نقل کریں گے جس میں پلے بڑھے ہیں۔ جو آدمی کی تعلیم کی حد سے باہر ہے، اسے اپنے عمل کے ذریعے ظاہر کرنا ان کے لیے مشکل ہے اور اس سے زیادہ مشکل انھیں زبان سے ادا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ دانشور کافی زوردار الفاظ اور عمدہ انداز کا استعمال کرتے ہیں لیکن ڈر ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر سکونت اختیار کرنے اور ان کی اپنی عادتیں اور اطوار نہ ہونے کے باعث وہ فلسفیوں اور حکمرانوں کے بارے میں جاننے میں ناکام ہوں اور یہ نہ جانتے ہوں کہ جب وہ حالت جنگ میں ہوں یا اپنے دشمنوں سے مذاکرات کر رہے ہوں تو وہ کیا کرتے اور کہتے ہیں۔ یوں صرف آپ کی طرح کے لوگ ہی ایسے باقی رہ گئے ہیں جو سیاست اور فلسفہ دونوں میں ایک ساتھ حصہ لینے کے لیے فطری طور پر مناسب ہیں۔ یہ ٹیمیئس اٹلی کے شہر لوکرس (Locris) کا باشندہ ہے اور یہ وہ شہر ہے جس کے قوانین قابلِ تعریف ہیں اور یہ خود دولت اور رتبہ کے اعتبار سے اپنے ہم وطنوں کے ہر لحاظ سے ہم پلہ ہے۔ اسے اپنے ملک میں اہم ترین اور باوقار عہدہ دیا گیا اور جیسا کہ مجھے یقین

ہے کہ اسے تمام فلسفیوں سے اعلیٰ رتبہ دیا گیا۔ یہ کرایٹیاس ہے جسے ایتھنز کے باشندے اس معاملے میں جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں کم تجربہ کار نہیں سمجھتے۔ جہاں تک ہرموکریٹس کا تعلق ہے بہت سی شہادتوں کے بعد مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی ذہانت اور تعلیم کے اعتبار سے ہر ایسے مفروضے پر بحث میں حصہ لینے کا اہل ہے جس قسم پر ہم بحث کر رہے ہیں۔ اس لیے کل جب میں نے دیکھا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں ریاست کی بناوٹ کے بارے میں بتاؤں، تو میں فوری طور پر تیار ہو گیا۔ اس بات سے بخوبی آگاہ ہونے کے باوجود اگر آپ میں سے کوئی بحث شروع کرے گا تو اس بحث کو آگے بڑھانے کے لیے کوئی دوسرا قابل نہ ہوگا اور وہ بھی ایسے موقع پر جب آپ نے ہمارے شہر کو مناسب جنگ میں ملوث کر دیا تھا۔ آپ تمام زندہ افراد کے بارے میں مناسب انداز میں بتا سکتے ہیں۔ اب جب میں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ میں باقی کام پورا کرنے کی ذمہ داری آپ پر عائد کرتا ہوں۔ آپ سب نے آج مجھے تفریح فراہم کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے، جیسا کہ میں نے آپ کو تفریح کا موقع فراہم کیا ہے، یعنی گفتگو کے ذریعے سے۔ اب میں اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے تیار ہوں کیونکہ اس آدمی سے زیادہ کوئی تیار نہیں ہو سکتا جسے کھانا کھلانے کی دعوت دی گئی ہو۔

ہرموکریٹس: ہم بھی سقراط۔ جیسا کہ ٹیمیئس نے کہا ہے جذبات میں نہیں چاہیں گے اور نہ اس کے لیے معذرت کی کوئی وجہ ہے کہ ہم آپ کی درخواست پر پورے نہ اُتریں۔ جیسے ہی ہم کل کرایٹیاس کے مہمان خانے میں پہنچے۔ جس کے ساتھ ہم ٹھہرے ہوئے ہیں یا بلکہ ہم ادھر آ رہے تھے تو ہم نے اس معاملے پر گفت وشنید کی۔ اس نے ہمیں ایک پُرانی روایت بتائی میری خواہش ہے کہ سقراط کے لیے کرایٹیاس، اسے آپ دہرائیں تاکہ ہمیں یہ علم ہو سکے کہ یہ اس کی شرائط پر پوری اُترے گی یا نہیں۔

کرایٹیاس: میں یہ دہراؤں گا، اگر ہمارا دوسرا ساتھی ٹیمیئس اس کی منظوری دے دے۔

ٹیمیئس: میں اس کی پوری طرح منظوری دیتا ہوں۔

کرایٹیاس: پھر سقراط، ایک کہانی سُنیں جو اگرچہ عجیب ہے لیکن یقیناً سچ ہے۔ اس کی تصدیق (Solon) نے کی ہے جو کہ سات نسلوں سے زیادہ عقل مند تھا۔ وہ میرے دادا کا

دوست تھا۔ ادروپیڈس (Dropides) جس کا ذکر اس نے خود اپنی کئی نظموں میں کیا اور اس نے یہ کہانی کریٹیاس کو بتائی۔ میرے دادا نے اسے یاد رکھا اور بار بار ہمیں سنایا۔ اس نے کہا کہ ایتھنز کے شہر کے قدیم اور حیران کن حد تک بڑے معرکے تھے لیکن وقت گزرنے اور انسان کے فنا ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماضی کا قصہ بن گئے۔ اس کا ایک عمل جو خاص طور پر دوسروں سے نمایاں تھا۔ ہم اس وقت اس کو بیان کریں گے۔ یہ آپ کے لیے ہماری طرف سے مناسب یادگار چیز ہوگی اور دیوی کے لیے اس کے تہوار کے موقع پر اس کی تعریف میں گایا جانے والا سچا گانا ہوگا۔

سقراط: بہت خوب! یہ ایتھنز والوں کا پرانا مشہور کام کیا ہے جو کریٹیاس نے سولون کے حوالے سے بیان کیا۔ یہ صرف ایک روایت نہیں بلکہ ایک اصل حقیقت ہوگی؟

کریٹیاس: میں پرانی دنیا کی ایک کہانی بیان کروں گا جو میں نے ایک عمر رسیدہ شخص سے سُنی۔ جس وقت یہ کہانی سنائی گئی اس وقت اس کی عمر نوے سال اور میری عمر دس سال تھی۔ وہ دن اپاتوریا (Apaturia) کا دن تھا جسے "نوجوانوں کی رجسٹریشن کا دن" (Registration of Youth) کہا جاتا ہے، جس پر رواج کے مطابق ہمارے والدین نظمیں پڑھنے پر انعام دیتے ہیں۔ ہم لڑکے کئی شعرا کا کلام سناتے، ہم میں سے کئی سولون کی نظمیں گاتے جو کہ اس وقت بہت پُرانی ہو چکی تھیں۔

ہمارے قبائل میں سے ایک قبیلے نے شاید ایسا سوچا یا کریٹیاس کو خوش کرنے کے لیے کہا کہ اس کے فیصلے کے مطابق سولون صرف عقل مند ترین آدمی ہی نہ تھا بلکہ تمام شعرا میں سے اعلیٰ ترین بھی تھا۔ اس بوڑھے آدمی کا چہرہ جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ سُن کر چمک اُٹھا اور مسکراتے ہوئے اس نے کہا کہ ہاں! ایمی نینڈر (Amynander)، اگر سولون نے اپنی شاعری کو دوسرے شعرا کی طرح اپنی زندگی تک محدود نہ رکھا ہوتا اور اُس کہانی کو مکمل کیا ہوتا جو وہ اپنے ساتھ مصر سے لے کر آیا تھا اور اپنے معاشرے کے رسم و رواج اور اس وقت ملک کو درپیش مشکلات کی وجہ سے مجبوراً دوسرے معاملات میں نہ اُلجھ جاتا تو میری رائے میں وہ ہومر (Homer) اور ہزیوڈ (Hesiod) کسی بھی دوسرے شاعر کی طرح مشہور ہوتا۔

ایمی نینڈر نے کریٹیاس سے پوچھا کہ یہ کہانی کس کے بارے میں تھی؟

ایتھنز والوں کا سب سے بڑا کام اور جسے مشہور ہونا چاہیے تھا لیکن وقت گزرنے اور یہ

کام کرنے والوں کی تباہی کے باعث یہ ہم تک نہ پہنچ سکا۔

دوسروں نے کہا۔ہمیں بتائیں۔ یہ ساری کہانی سولون نے کس سے اور کس طرح سُنی۔

اس نے جواب دیا۔ مصری ڈیلٹا جہاں دریائے نیل تقسیم ہوتا ہے وہاں ایک ضلع ہے جسے سائس (Sais) کہا جاتا ہے۔اس ضلع کے سب سے بڑے شہر کا نام بھی یہی ہے۔اسی شہر سے اماسس (Amasis) بادشاہ کا تعلق ہے۔اس شہر کے باسیوں کی پرستش کے لیے ایک دیوی تھی جسے مصری زبان میں ''نیتھ'' (Neith) کہا جاتا ہے اور وہ اسے اس سے منسوب کرتے ہیں جسے ہیلینا کے لوگ ''ایتھین'' کا نام دیتے ہیں۔وہ ''ایتھنز'' والوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کسی طرح سے ان سے تعلق رکھتے ہیں۔سولون اس شہر میں آیا اور اس کا بہت احترام سے استقبال کیا گیا۔اس سے ان مباحثوں کے ذریعے قدیم سنہرے دور کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اس فن میں یکتا تھے۔اس پر اسے معلوم ہوا کہ نہ وہ اور نہ ہی کوئی دوسرا ہیلینا کا باشندہ پُرانے وقتوں کے بارے میں کوئی قابلِ قدر بات جانتا تھا۔ایک موقع پر اس نے انھیں قدیم سنہرے دور کے بارے میں گفتگو کرنے کی خواہش کے ساتھ بات کو آگے بڑھایا تو ان میں سے کسی نے ہمارے دور کی پُرانی اشیا کے بارے میں گفتگو کرنی شروع کردی، مثلاً فرعون (Phoroneus) جسے پہلا آدمی کہا جاتا ہے اور پھر نیوبے (Niobe) سے متعلق اور پھر بہت بڑے سیلاب کے بعد ڈیوکیلیئن (Deucalion) اور پائیرا (Pyrarha) کے زندہ بچ جانے کی گفتگو شروع ہوگئی۔اس نے اس گفتگو میں ان کے بعد آنے والوں کی نسلوں اور ادوار کے گزرنے کا نشان پایا۔اس نے یہ اخذ کرنے کی کوشش کی کہ یہ واقعات جن کے بارے میں وہ گفتگو کر رہا تھا کتنے سال پہلے رونما ہوئے۔اس پر ان میں ایک مبلغ نے جو کہ عمر میں سب سے بڑا تھا، کہا، سولون! سولون! تم ہیلینا کے لوگ بچوں سے زیادہ کچھ نہیں ہو اور تم میں ایک بھی عمر رسیدہ آدمی نہیں ہے۔

سولون نے اس پر اس سے پوچھا کہ اس سے اُس کی مراد کیا ہے۔اس نے کہا کہ اس سے میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذہنی لحاظ سے آپ سب چھوٹے ہو، آپ تک پُرانی رسومات میں سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔نہ ہی کوئی سائنس جو کہ وقت کے ساتھ بدلتی رہی ہے۔میں آپ کو بتاؤں گا کیوں! انسان کئی وجہ سے تباہی سے دوچار ہوا اور دوبارہ بھی ہوگا۔ان میں سب سے بڑی وجہ

آگ اور پانی تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار دوسری چھوٹی چھوٹی وجوہات بھی تھیں۔

ایک کہانی ہے جو آپ کے ذہن میں بھی ہوگی کہ ایک مرتبہ ہیلیوس (Helios) کے بیٹے فائتھن (Phaethon) نے اپنے باپ کی بیل گاڑی میں جتے بیلوں کو اپنے باپ کے نقش قدم پر نہ چلا سکنے کے باعث دنیا کی ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیا تھا اور خود آسمانی بجلی کا شکار ہو گیا تھا۔ اب یہ ایک افسانوی کہانی ہے لیکن درحقیقت یہ زمین پر موجود جانداروں کی ناکامی اور آگ کے جلاؤ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کے بعد زندگی دوبارہ طویل دورانیہ کے بعد وجود میں آتی ہے۔ ایسے وقتوں میں وہ جاندار جو پہاڑوں یا خشک یا اونچی جگہ پر آباد ہوتے ہیں دریاؤں اور سمندر کے کنارے آباد لوگوں کی نسبت زیادہ تباہی سے دوچار ہوتے ہیں۔

ایسی قدرتی آفات سے دریائے نیل جو کہ کبھی ناکام نہ ہونے اور بچانے والا ہے۔ ہمیں ان آفات سے بچائے رکھتا ہے۔ دوسری جانب جب خدا نے زمین پر پانی کا سیلاب برپا کیا تو جو اس میں بچے وہ گڈریے اور مال مویشی پالنے والے یا پہاڑوں پر رہنے والے تھے لیکن وہ جو آپ کی طرح شہروں میں رہتے تھے انھیں دریا اپنے ساتھ بہا کر سمندر میں لے گیا اور غرق کر دیا، جبکہ اس زمین پر نہ تو اس وقت اور نہ ہی کسی دوسرے وقت پانی سے تباہی ہوئی۔ یہاں پانی کی سطح اوپر آنے کی ایک خاص حد ہے اسی وجہ سے یہاں کے رسم و رواج قدیم ترین ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں کہیں ٹھٹھرتی سردیوں میں یا تپتی گرمیوں کی شدت رکاوٹ نہیں بنتی ہے وہاں کم یا زیادہ تعداد میں انسان معرض وجود میں آتے ہیں۔ جو کچھ آپ کے ملک میں ہو یا ہمارے ملک میں یا دنیا کے کسی دوسرے حصے میں اور جس کے بارے میں ہمیں علم ہے اگر یہ کام بڑا اور کسی بھی لحاظ سے قابل قدر ہو تو ہمارے ہاں بڑے اسے تحریر کر لیتے ہیں اور یوں اسے ہمارے مندروں میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ جب آپ یا دوسری قومیں ابتدا کے لیے علم یا مہذب زندگی کی دوسری ضروریات فراہم کرنے والی ہوں تو ایک معمول کے وقفے سے آسمانی آفت بیماری کی صورت میں نازل ہوتی ہے اور اس سے صرف وہ بچتے ہیں جنھیں علم یا تعلیم سے کوئی شغف نہیں ہوتا، تو اس صورت میں آپ کو بچوں کی مانند پھر سے اس کا آغاز کرنا پڑے گا۔ انھیں ہمارے یا آپ کے پرانے ادوار کے بارے میں کچھ علم نہ ہوگا۔ سولون، آپ نے خاندانوں کی تاریخ کے

بارے میں اب جو دلائل دیے ہیں وہ بچوں کی کہانی سے زیادہ کچھ نہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ صرف ایک سیلاب کے بارے میں جانتے ہیں۔ اس سے قبل بھی کئی سیلاب آئے لیکن آپ کو ان کے بارے میں علم نہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی زمین پر انسانوں کی ایک نسل آباد تھی جو بہترین اور اعلیٰ ترین تھی آپ کو اس بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں۔ آپ اور آپ کا سارا کا سارا شہر اس نسل کے ایک چھوٹے بچ جانے والے بیج کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اس بارے میں بھی آپ لاعلم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی نسلوں سے بچ جانے والے فنا ہوتے رہے لیکن انھوں نے تحریری طور پر کچھ نہیں چھوڑا۔ سولون، اب تک آنے والے تمام سیلابوں میں بڑے سیلاب سے قبل ایک وقت تھا جب یہ شہر جسے اب ''ایتھنز'' کہتے ہیں، تمام شہروں سے بہتر شہر تھا، جنگ میں بھی اور دوسرے اوصاف کے لحاظ سے بھی اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ اس شہر کا آئین ہر اس شہر سے بہتر تھا جس کے بارے میں رسم و رواج میں بتایا جاتا ہے۔

سولون ان الفاظ پر ششدر رہ گیا اور اس نے ان مبلغوں سے نہایت سنجیدگی سے درخواست کی کہ وہ اسے قدیم تہذیبوں کے بارے میں آگاہ کریں۔

مبلغ نے کہا: سولون — آپ کے اور آپ کے شہر اور اس سے بڑھ کر اس دیوی کا واسطہ جو آپ کے اور ہمارے شہر کے لیے نمونہ اور تعلیم کے علم سے روشناس کرانے والی ہے۔ اس نے آپ کا شہر ہمارے شہر سے ایک ہزار سال قبل دریافت کیا۔

زمین سے آپ کی نسل کا بیج حاصل کرنے کے بعد ہماری نسل پیدا کی گئی جس کا آئین ہمارے متبرک رجسٹر میں درج ہے جو کہ آٹھ ہزار سال پرانا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی تہذیب نو ہزار سال پرانی ہونے کے ناطے سے میں آپ کو اس کے قوانین اور مشہور کاموں کے بارے میں اختصار سے بتاؤں گا۔

خاص چیز جس کے بارے میں ہم اپنی سہولت کے مطابق بیان کریں گے، وہ یہ متبرک رجسٹر ہی ہیں۔ اگر آپ ان رجسٹروں میں درج قوانین کا تقابلی جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے اور ہمارے قوانین میں بہت سے قوانین ایک جیسے ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مبلغوں کی ایک ذات ہے جسے دوسری تمام ذاتوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس

کے بعد علوم وفنون جاننے والے ہیں جو اپنے فن کو اپنے تک محدود رکھتے ہیں اور دوسروں سے نہیں ملتے جلتے۔ اس کے علاوہ گڈریوں، کسانوں اور شکاریوں کی نسلیں بھی ہیں۔ آپ اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ مصر کے جنگجو دوسری نسلوں سے بالکل مختلف ہیں جو کہ اپنے آپ کو فوجی خدمات سرانجام دینے کے لیے قانون کے تابع رکھتے ہیں۔ یہ جنگجو جو ہتھیار اپنے پاس رکھتے ہیں ان میں نیزے اور ڈھالیں شامل ہیں۔ یہ طریقہ جنگ، دیوی نے اس خطے میں سب سے پہلے ہمیں اور آپ کے خطے میں سب سے پہلے آپ کو سکھایا۔ کیا آپ نے عقل کی ایک نشانی کے طور پر اس بات کا مشاہدہ کیا کہ ہمارا قانون، زندگی کی ہر شے کا کس طرح مکمل طور پر احاطہ کرتا ہے۔ اس میں پیش گوئی سے لے کر ادویات تک شامل ہیں جو انسان کو صحت دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان آسمانی علوم سے ہر وہ چیز اخذ کی جاتی ہے جس کی انسانی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں ہر اس علم کا اضافہ کیا جاتا ہے جو اس کے لیے متعلقہ ہو۔ یہ سارے انتظامات اور ترتیب دیوی نے اس شہر کو تفویض کیے جہاں آپ پیدا ہوئے۔ اس نے دیکھا کہ اس شہر کا عمدہ موسم عقل مند ترین آدمی پیدا کرے گا۔ دیوی نے جو جنگ اور عقل دونوں سے محبت کرتی تھی، ایسے آدمیوں کے جنم کے لیے آپ کی زمین کا انتخاب کیا جنھیں وہ خود پسند کرتی تھی۔ اس سرزمین پر آپ پیدا ہوئے۔ اس سرزمین جس کے اتنے عمدہ قوانین تھے اور اب بھی اس کے قوانین دوسروں سے بہتر ہیں۔ اس کے باشندے بچوں کی مانند اور دیوتاؤں کو ماننے والے بن گئے۔

آپ کی ریاست کے کئی حیران کن اور عظیم کارنامے ہماری تاریخ کے اوراق پر موجود ہیں۔ ان میں سے ایک جو دوسرے تمام سے زیادہ نمایاں اور قابلِ ذکر ہے وہ ایک بڑی طاقت کو شکست دینا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک بڑی قوت نے سارے یورپ اور ایشیا پر بلا اشتعال حملہ کر دیا جسے آپ کے شہر نے روکا۔ یہ قوت بحر اوقیانوس سے نمودار ہوئی۔ ان دنوں بحر اوقیانوس جہاز رانی کے لیے موزوں تھا۔ اس کی گزرگاہ کے سامنے ایک جزیرہ تھا جسے ''ہراکلس (Heracles) کے ستون'' کہا جاتا تھا۔ یہ جزیرہ اگر یورپ اور لیبیا (Libya) کو یکجا کر دیا جائے تو بھی اس سے بڑا تھا اور دوسرے جزیروں تک رسائی کا واحد راستہ تھا۔ آپ اس سے سارے براعظم تک جا سکتے تھے جس نے سارے سمندر کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس سمندر کے لیے جو کہ اس ہراکلس کے

راستہ کے اندر تھا، ایک بندرگاہ تھی، جس کا ایک تنگ راستہ تھا لیکن دوسرا حقیقی سمندر تھا اس کے اردگرد کی زمین کو لامحدود براعظم کہا جا سکتا تھا۔ بحر اوقیانوس کے اس جزیرے کا ایک عظیم اور حیران کن بادشاہ تھا جس نے اس جزیرے کے علاوہ کئی دوسرے جزیروں پر بھی حکمرانی کی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بادشاہ نے براعظم کے بعض دوسرے حصوں پر بھی حکمرانی کی۔

مزید برآں بحر اوقیانوس کے اس مرد نے لیبیا کی حدود مصر تک اور یورپ کی حدود ٹائیرہنیا (Tyrrhenia) تک پھیلا دی تھی۔ اس بڑی وسیع قوت نے جو یکجا ہو چکی تھی، آپ کے اور ہمارے ملک سمیت تمام علاقے پر حملہ کر دیا۔ پھر سولون، آپ کا ملک جو ساری دنیا میں طاقت اور نیکی میں عمدہ ترین ہونے کے ناطے، فوجی تربیت میں اعلیٰ ترین مہارت رکھنے اور اہل ہیلینا کا رہنما ہونے کی حیثیت سے آگے بڑھا اور جب دوسرے ملک شکست سے دوچار ہو گئے اور آپ کا ملک اکیلا ہو گیا تو اس نے جارحیت کرنے والی اس عظیم طاقت کو شکست دے دی۔ جارحیت پر فاتح ہونے کے لیے شدید ترین خطرے سے دوچار ہو کر آپ کے ملک نے ان کو غلام بننے سے بچا لیا جو ابھی تک اس مشکل سے دوچار نہیں ہوئے تھے اور ان تمام کو آزاد کر دیا جو ان ستونوں کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اس کے بعد سیلاب اور بدترین زلزلے آئے اور بدقسمتی کی ایک ہی رات اور دن میں آپ کے ملک کے یہ جنگجو غرق ہو گئے۔ بحر اوقیانوس کا سارا جزیرہ سمندر کی تہ میں غرق ہو گیا۔ سمندر ان دنوں ناقابل گزر ہو گیا کیونکہ جزیرہ غرق ہونے کی وجہ نے سمندر دلدل میں بدل گیا تھا۔

کرایٹیاس: میں نے آپ کو اختصار کے ساتھ وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو ہمارے بارے میں عمر رسیدہ کرایٹیاس نے سولون سے سنا۔ جب آپ کل اپنے شہر اور اس کے باسیوں کے بارے میں بتا رہے تھے تو اس وقت یہ کہانی میرے ذہن میں آئی۔ میں نے حیرانگی کے ساتھ اس بات پر غور کیا کہ کس طرح پُراسرار انداز میں ایک جیسے واقعات کی بنا پر آپ ہر اس واقعہ پر راضی ہو رہے تھے جو کہ سولون نے بیان کیا تھا۔ لیکن میں نے اس وقت بولنا پسند نہیں کیا۔ کافی وقت گزر چکا تھا اور اس کہانی کا بہت کچھ مجھے بھول گیا تھا اس لیے میں نے خیال کیا کہ پہلے مجھے اس کہانی کو اپنے ذہن میں دہرانا چاہیے اور پھر اس پر بولنا چاہیے۔ اس لیے میں آپ کی درخواست پر کل فوراً تیار ہو گیا۔ یہ خیال

کرتے ہوئے کہ ایسے معاملات میں سب سے بڑی مشکل اپنے مقصد کی کہانی کا انتخاب ہے اور یہ کہ اس کہانی سے ہمارا مقصد مکمل طور پر پورا ہوتا ہو۔

اس لیے جیسا کہ ہرموکریٹس نے آپ کو بتایا کہ کل گھر واپسی پر میں نے یہ کہانی جیسی اور جتنی مجھے یاد تھی اپنے ساتھیوں کو بلا تاخیر سنائی اور جب میں ان سے علیحدہ ہوا تو رات کو سوچتے ہوئے یہ ساری کہانی مجھے یاد ہو چکی تھی۔ سچی بات یہ ہے، جیسا کہ عموماً کہا جاتا ہے کہ بچپن کا پڑھا ہوا سبق ذہن پر نہ مٹنے والا تاثر چھوڑتا ہے۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ کل ہمارے مابین ہونے والی ساری گفتگو کو میں دہرا سکتا ہوں یا نہیں۔ لیکن یہ بات حیران کن ہوگی کہ بچپن میں طویل عرصہ پہلے سنی جانے والی کہانی کا اگر کچھ بھی مجھے بھولا ہو۔

میں نے یہ کہانی بچپن میں اس وقت سُنی تھی جب بچے کے لیے بوڑھے کی کہانی دلچسپی کا سامان ہوتی ہے۔ وہ مجھے سکھانے کے لیے ہمہ وقت تیار تھا۔ میں نے اسے یہ چیزیں بار بار دہرانے کے لیے کہا۔ اس لیے اب یہ نہ مٹنے والے واقعات کی طرح میرے ذہن میں کندہ تھی۔ جیسے ہی دن شروع ہوا میں نے اس کی مشق کی، اپنے آپ کو سنانے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کو بھی سنائی۔ شاید کوئی کہنے والی بات ہو۔

اب سقراط میں اپنے ابتدائیہ کو ختم کر کے آپ کو تمام کہانی سنانے کے لیے تیار ہوں۔ میں آپ کو صرف بڑے واقعات کے بارے میں ہی نہیں بتاؤں گا بلکہ تمام تفصیلات اسی طرح بتاؤں گا جیسا کہ یہ مجھے سنائی گئی تھیں۔ شہر اور اس کے باسیوں کے بارے میں آپ نے کل جو افسانوی کہانی سنائی۔ ہم اب اسے حقیقی دنیا میں تبدیل کریں گے۔ یہ ایتھنز کا قدیم شہر ہوگا اور اس کے شہری ہم فرض کریں گے جیسا کہ آپ نے سوچا۔ ہمارے آباؤاجداد ہوں گے۔ جن سے متعلق مبلغ نے بات کی۔ ان میں مکمل ہم آہنگی ہوگی۔ یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ آپ کے شہر کے لوگ اصل میں وہی قدیم ایتھنز کے باشندے تھے۔ آیئے، اس کام کو آپس میں بانٹ لیں اور سب اپنی قابلیت کے مطابق باوقار انداز میں اس کام کا فیصلہ کریں جو کہ آپ نے ہم پر عائد کیا ہے۔ سقراط! کیا یہ کہانی ہمارے مقصد پر پوری اُترتی ہے یا یہ کہ ہمیں اس کی بجائے کسی اور کا انتخاب کرنا چاہیے۔

سقراط: دوسری کیا کرائیٹیاس! کیا ہم اس سے بہتر پا سکتے ہیں، جو کہ قدرتی ہو اور دیوی کے تہوار کے لیے مناسب ہو۔ اس کہانی کا فائدہ یہ ہونا چاہیے کہ یہ افسانہ نہ ہو بلکہ حقیقت ہو۔ اگر اس کو چھوڑ دیں تو ہم کیسے اور کہاں سے اس قسم کی کہانی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کہانی کی ابتدا کریں۔ خدا حافظ میں کل کی کہانی کے باعث اب آرام کروں گا اور ایک سامع کا کردار ادا کروں گا۔

کرائیٹیاس: سقراط! میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ ہم نے اپنی تفریح جس ترتیب سے بنا رکھی ہے۔ ہماری نیت ہے کہ ٹیمیئس جو کہ ہم میں ماہر فلکیات ہے اور جس نے کائنات کی فطرت کا بطور خاص مطالعہ کیا ہے وہ سب سے پہلے کہانی بیان کرے گا۔ ٹیمیئس دنیا کی تخلیق سے بات شروع کرے گا اور آدمی کی تخلیق پر روشنی ڈالے گا۔

اس کے بعد میں کہانی شروع کروں گا کہ آدمی کو اس نے کس لیے پیدا کیا۔ ان میں سے کچھ کو بہترین تعلیم سے آراستہ کیا گیا جو کہ آپ نے انھیں دی۔ تب سولون کی کہانی اور اس کے قانون کے مطابق ہم انھیں عدالت میں لائیں گے اور انھیں شہری بنائیں گے۔ اگر وہ وہی ایتھنز کے لوگ ہیں جو مصر کے متبرک تاریخی اوراق کے مطابق قدیم بھولے دور میں ملتے ہیں تب ہم ان کے بارے میں ایتھنز کے باشندوں اور ان کے ساتھیوں کے طور پر بات کریں گے۔

سقراط: میں دیکھتا ہوں کہ مجھے اب اپنی باری پر ایک مکمل اور حیران کن کہانی سننے کو ملے گی اور اب ٹیمیئس میرا خیال ہے آپ دیوتاؤں کو یاد کر کے کہانی کا آغاز کر دیں۔

ٹیمیئس: سقراط! تمام لوگ جن میں کسی بھی درجے کا درست احساس ہو وہ ہر کام کے آغاز میں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، خدا کو یاد کرتے ہیں، ہم لوگوں کو بھی جو کائنات کی فطرت کے بارے میں گفتگو کا آغاز کریں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ یہ کائنات کس طرح بنی یا تخلیق کے بغیر کیسے موجود ہے۔ اگر ہم عقل سے بے بہرہ نہیں تو ہمیں بھی آغاز سے قبل خدا کو مدد کے لیے پکارنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ ہمارے الفاظ ان کے لیے قابل قبول ہوں اور ان الفاظ میں استقلال بھی ہو۔

یہ پھر ہماری خدا سے مدد کی درخواست ہے۔ مزید یہ دعا ہے کہ مجھے یہ کہانی اس انداز میں بیان کرنے کی توفیق ہو جو آپ کو پسند آئے اور میری مرضی کے عین مطابق ہو۔

میری رائے میں ہمیں پہلے یہ فرق قائم کرنا چاہیے اور پوچھنا چاہیے کہ یہ کیا ہے جو ہمیشہ سے ہے لیکن اس کا وجود نہیں اور وہ کیا ہے جس کا ہمیشہ سے وجود ہے لیکن یہ کبھی بھی نہیں ہے۔ وہ جس کے بارے میں عقل اور سبب دونوں نے خدشات کا اظہار کیا وہ ہمیشہ سے اسی حالت میں ہے۔ لیکن وہ جسے بغیر وجہ کے رائے تجسس کے ساتھ تسلیم کرتی ہے، وہ ہمیشہ سے وجود میں آنے اور ختم ہونے کے عمل میں ہے اور کبھی بھی حقیقتاً نہیں ہے۔

تب ہر وہ چیز جسے پیدا کیا جاتا ہے اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے کیونکہ بغیر وجہ کے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا جا سکتا، خالق کا کام، جب کبھی وہ اسے ناقابل تغیر دیکھنا چاہتا ہے اور اپنے کام کی فطرت کو تبدیلی کے بعد ایک خاص شکل دیتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ کام مکمل اور عمدہ ہو۔ لیکن جب وہ تخلیق کو دیکھتا ہے اور تخلیق کے طریقہ کار کو استعمال کرتا ہے تو پھر یہ نہ تو عمدہ ہوتا ہے اور نہ ہی مکمل۔

کیا آسمان یا دنیا کو ہی نام دیا گیا یا اس کو کوئی اور زیادہ موزوں نام دیا گیا۔ یہ نام فرض کرتے ہوئے میں ایک ایسا سوال پوچھ رہا ہوں جو ہر چیز کے بارے میں جاننے کے لیے پوچھنا پڑے گا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا دنیا ہمیشہ سے ہی وجود میں تھی اور اس کا کوئی آغاز نہیں تھا یا اسے تخلیق کیا گیا اور اس کی ایک ابتدا تھی۔ میرا جواب یہ ہے کہ اسے تخلیق کیا گیا۔ دیکھنے، چھونے اور ایک جسم ہونے کے ناطے دنیا تخلیق کی گئی۔ اسے جذبات تسلیم کرتے ہیں، وہ تمام اشیا جنھیں جذبات مانیں اور رائے اور احساسات تسلیم کریں وہ تخلیق کے عمل میں ہیں۔ اس لیے وہ بنائی گئی ہیں۔ اب جو چیز تخلیق کی جاتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تصدیق کی کہ وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن اب اس دنیا کا خالق ماضی کا قصہ ہے اور اگر اسے دریافت کر لیں تو بھی اس بارے میں تمام افراد کو بتانا ناممکن ہے۔ اب بھی ایک سوال باقی ہے جو پوچھا جائے گا۔ جب دنیا بنانے والے نے اسے بنایا اس وقت اس کے ذہن میں کیا نمونہ تھا؟ ناقابل تغیر نمونہ۔ یا وہ جو تخلیق کیا گیا۔ اگر دنیا حقیقتاً عمدہ ہے اور اسے بنانے والا اچھا ہے تو پھر اس نے نہ فنا ہونے والے کو دیکھا ہوگا۔ لیکن اگر جو تصدیق کے بغیر نہیں کہا جا سکتا وہ سچ ہے تو یہ ایک تخلیق کا نمونہ ہے۔ ہر کوئی دیکھے گا کہ اس نے ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے کو ترجیح دی ہوگی۔ دنیا بہترین تخلیق ہے اور اس کو بنانے والا بہتر مقاصد والا

ہے۔اس طرح بنائے جانے کے بعد دنیا کو اس کی پسند بنایا گیا جسے ذہن، عقل اور وجہ تسلیم کرتی ہے اور یہ کسی بھی تبدیلی سے بالاتر ہے۔اس طرح یہ دنیا ناگزیر ہوگی۔اگر یہ مان لیا جائے تو یہ کسی چیز کی نقل ہوگی۔اب یہ انتہائی اہم ہے کہ ہر چیز کا آغاز فطرت کے مطابق ہونا چاہیے۔نقل اور اصل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہم اس بات کو فرض کر لیتے ہیں کہ الفاظ اس معاملے سے مطابقت رکھتے ہیں جو بیان کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب یہ مستقل اور نہ ختم ہونے والے سے متعلق ہوتے ہیں تو یہ ناقابل تبدیل اور ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والے ہونے چاہئیں۔ جہاں تک ان کی فطرت کا تعلق ہے وہ نہ تو حرکت کرنے کے قابل ہیں اور نہ ہی قابل تشہیر۔اس سے کم نہیں۔لیکن وہ نقل یا پسند کی بات کرتے ہیں نہ کہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والے کی۔وہ اصل الفاظ ایسے ہونے چاہئیں، جیسا کہ ہونے والے نے وجود میں آنا ہے۔سچ تو یقیناً یہ ہے۔اگر سقراط۔بہت ساری آرا جو کہ خدا اور کائنات کی تخلیق کے بارے میں ہمیں ایسا تخیل نہ دے سکیں جو بالکل درست اور ایک دوسرے سے مستقل طور پر منسوب نہ ہوں تو اس سے حیران نہ ہوں۔دوسری جتنی آرا ہیں ان کے مطابق یہ کافی ہوگا کہ ہم ممکنات تک پہنچ جائیں۔ہمیں یہ تو یاد رکھنا چاہیے کہ میں جو کہانی سنا رہا ہوں اور آپ لوگ جنھوں نے فیصلہ کرنا ہے سب فنا ہونے والے ہیں۔ہمیں وہ کہانی تسلیم کر لینی چاہیے جس کا سچ ہونے کا امکان ہو اور اس بارے میں مزید سوال نہ کیے جائیں۔

سقراط: بہت خوب ٹیمیئس۔ہم مختصراً ایسا کریں گے جن سے آپ نے ہمیں مشروط بنایا ہے۔کہانی کی ابتدا دلچسپ ہے اور ہم نے اسے پہلے ہی تسلیم کر لیا ہے کیا ہم آپ سے استدعا کریں کہ بات کو آگے بڑھایا جائے؟

ٹیمیئس: پھر مجھے آپ کو یہ بتانے کی اجازت دی جائے کہ خالق نے خلقت کی یہ دنیا کیوں بنائی؟ وہ اچھا تھا اور اچھے کو کسی چیز سے حسد نہیں ہوتا۔حسد سے پاک ہونے کے ناطے اس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تمام چیزیں اس کی طرح ہونی چاہئیں جس طرح کی وہ ہو سکتی ہیں۔یہ تخلیق اور دنیا کا اصل وجود ہے۔عقل مند آدمیوں کی تصدیق پر یقین کرنا ہمارا بہتر فیصلہ ہوگا کہ خدا نے خواہش کی کہ اس دنیا میں تخلیق کی جانے والی ہر چیز اچھی ہونی چاہیے کوئی چیز بُری نہ ہو۔ایسا کرنا ممکن تھا۔اس کے

ساتھ ساتھ یہ کہ سارا نظام ساکن نہ ہو بلکہ یہ بے ترتیبی سے اور غیر مستقل طور پر حرکت کر رہا ہو۔ اس بے ترتیبی سے اس خالق نے ایک ترتیب پیدا کی۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ دوسرے سے ہر لحاظ سے بہتر تھی۔ اب دوسروں سے بہتر چیز کے کارنامے عمدہ ترین سے بہتر نہیں ہو سکتے۔ خالق نے ان چیزوں سے جو فطرت کے لحاظ سے دکھائی دینے والی تھیں، دریافت کیا کہ کوئی بھی بے عقل چیز بحیثیت مجموعی عقل مند چیز سے عمدہ نہ تھی۔ عقل کسی ایسی چیز میں موجود نہیں ہو سکتی تھی جس میں روح نہ تھی۔ اس بنا پر جب وہ کائنات تخلیق کر رہا تھا تو اس نے عقل کو روح میں رکھ دیا اور روح کو جسم میں۔ وہ شاید ایسی چیز کا خالق تھا جو فطرتاً عمدہ ترین اور بہترین تھی۔ اسی لیے ممکنات کی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح دنیا ایک زندہ مخلوق بن گئی جس کو خدا نے روح اور عقل کی خصوصیات تفویض کیں۔

یہ فرض کر لینے کے بعد اب ہم اگلے مرحلے میں داخل ہوتے ہیں کہ کس جانور کے لیے خالق نے یہ دنیا تخلیق کی۔ یہ فضول ہوگا کہ اس کو کسی ایسی چیز سے منسوب کیا جائے جو کہ جزوی طور پر وجود میں آئی ہو۔ کیونکہ کوئی چیز جو مکمل نہ ہو خوبصورت نہیں ہو سکتی۔ لیکن فرض کریں کہ دنیا اس چیز کا اصل پیکر ہے جو کہ مکمل ہے جس کے تمام دوسرے جانور، خواہ وہ انفرادی حیثیت میں ہوں یا قبیلوں کی شکل میں، اس کا حصہ ہیں۔ کائنات کی اصل میں تمام عقل والی چیزیں موجود ہیں۔ جیسا کہ دنیا ہمیں اور دوسری نظر آنے والی مخلوقات کو دکھائی دیتی ہے۔ دیوتا جن کی خواہش تھی کہ اس دنیا کو معقول اور باشعور مخلوقات سے بہتر اور ہر لحاظ سے مکمل بنایا جائے، ایک قابل مشاہدہ جانور میں تمام دوسرے جانوروں کی جو فطرتاً زم مزاج کے تھے، خصوصیات کو مجتمع کر دیا۔ کیا یہ کہنا درست ہے کہ دنیا ایک ہے یا ایک سے زیادہ یا لاتعداد ہیں۔ دنیا ایک ہی ہونی چاہیے۔ اس کی نقل نہیں ہو سکتی کیونکہ جو چیز مکمل ہو اور اس میں تمام عقل سے بہرہ مند مخلوقات شامل ہوں تو اس کی نقل یا ساتھی نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں ایک اور زندہ چیز کی ضرورت ہوگی جس میں دونوں خصوصیات ہوں اور اس کے جزو ہوں۔ یکسانیت بھی ایک جیسی نہ ہو بلکہ ایک میں دوسری کی تمام صفات اور خصوصیات موجود ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا صرف اور صرف ایک ہی ہوگی۔ ایک مکمل جانور کی مانند، خالق نے دو یا لامحدود دنیائیں نہیں بنائیں۔ لیکن ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا جس۔

نے یہ کائنات پیدا کی۔

اب جو چیز تخلیق کی جاتی ہے وہ لازمی طور پر نظر آتی ہے اس کا جسم ہوتا ہے اور اسے چھوا جا سکتا ہے۔ جہاں آگ نہ ہو وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کسی چیز کو چھوا نہیں جا سکتا جو ٹھوس نہ ہو اور زمین کے بغیر کوئی بھی چیز ٹھوس نہیں ہے۔ اس لیے خدا نے بھی شروع میں کائنات کا وجود بنایا جو کہ آگ اور مٹی پر مشتمل تھا۔ لیکن ان دونوں چیزوں کو تیسری چیز کے بغیر اکٹھا نہیں کیا جا سکتا، ان میں کوئی چیز جوڑنے والی ہونی ضروری ہے۔ بہتر جوڑنے والی چیز وہ ہے جو مکمل طور پر جوڑنے کے عمل کے دوران اپنا وجود ختم کر دے اور اس سے آپس میں ملنے والی چیزوں کے مابین بہترین ملاپ پیدا ہو جائے۔ جب بھی تین اعداد میں خواہ وہ مکعب میں ہوں یا مربع میں، اس میں ہمیشہ ایک اوسط ہوتا ہے جو کہ پہلی رقم کی آخری رقم ہوتی ہے۔ اب دوبارہ جب اوسط پہلی رقم ہوتی ہے تو یہ آخری رقم کا اوسط ہوتا ہے۔ اس طرح اوّل اور آخر اوسط بن جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سب کے لیے یکساں ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے جیسا ہو جانے کے باعث وہ سب ایک ہو جاتا ہے۔ اگر کائنات کی صرف بالائی سطح ہو اور اس کی گہرائی نہ ہو تو ایک ہی ذریعہ اسے اکٹھا رکھنے کے لیے کافی ہوگا لیکن چونکہ یہ ٹھوس ہے اور ٹھوس اجسام کو ایک سے نہیں بلکہ دو ذرائع سے اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے آگ اور مٹی کے درمیان پانی اور ہوا کو ذریعہ بنا دیا اور انھیں اسی تناسب سے رکھا۔ جتنی آگ کے لیے ہوا رکھی گئی اتنا ہی مٹی کے لیے پانی رکھا گیا۔ اس طرح خالق نے دکھائی دینے اور چھونے والے آسمان کو اکٹھا کر دیا۔ ان وجوہات کی بنا پر ان چیزوں میں سے جو کہ چوتھے نمبر پر ہیں دنیا کا جسم بنایا گیا۔ اس میں ایک تناسب پیدا کیا گیا۔ اس لیے اس میں دوستی کا جذبہ ہے۔ کائنات میں خود مستقل مزاجی اور اتفاق کے باعث یہ خالق کے بغیر کسی دوسرے کے ہاتھوں فنا نہیں ہو سکتی۔

اب تخلیق میں چاروں چیزوں میں ہر ایک کو مکمل طور پر لیا گیا۔ خالق نے دنیا میں آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو یکجا کیا اور ان اشیا کا کوئی حصہ یا ان کی کوئی طاقت تخلیق کے عمل سے باہر نہ رہنے دی۔ خالق کی پہلی خواہش تھی کہ یہ جانور اپنے تمام تر حصوں کے ساتھ ہر لحاظ سے مکمل ہو، دوسری یہ کہ اسے ایک ہونا چاہیے۔ اس کا کوئی حصہ باقی نہ رہے تاکہ ان سے اس جیسا کوئی دوسرا

جانور پیدا نہ کیا جا سکے اور یہ کہ یہ جانور بڑھاپے اور بیماری کا سزاوار نہ ہو۔ اس خیال سے کہ اگر حرارت اور ٹھنڈک اور دوسری طاقتیں جو جسموں کو جوڑتی ہیں ان پر اس وقت حملہ آور ہوں جب وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں، تو وہ انھیں تباہ کر دیں گی اور بیماری اور بڑھاپے کے باعث ان کا خاتمہ کر دیں گی اور اس بنا پر اس نے دنیا کو ایک بنایا، جس میں اس کے تمام حصے شامل تھے۔ مکمل اور بیماری یا بڑھاپے سے بالاتر ہونے کے ناطے اس نے دنیا کو ایک مناسب اور فطری شکل دی۔ اب وہ جانور جس میں تمام جانوروں کی خصوصیات کو یکجا کیا گیا تھا، شکل کے لحاظ سے اس میں دوسری تمام شکلوں کی خصوصیات کو یکجا کر دیا گیا۔ اس لیے اس نے دنیا کو ایک گلوب کی شکل دی۔ گول جس کے مرکز سے اس کا ہر آخری حصہ برابر فاصلے پر ہو۔ مکمل اور تمام شکلوں سے یکساں۔ کیونکہ خالق نے سوچا کہ یکسانیت غیر یکسانیت سے بہتر ہے، اب سے اس نے یہاں چھوڑ دیا، اس کی زمین کو ہموار بنا کر کہ جس کی کئی وجوہات تھیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اگر باہر دیکھنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو زندہ چیز کو آنکھ کی کوئی ضرورت نہیں، کانوں کی بھی نہیں اگر کوئی چیز سننے کے قابل نہ ہو۔ سانس لینے کے لیے اردگرد کا ماحول نہ ہو اور نہ ہی ان حصوں کا کوئی مصرف ہو گا جن کی مدد سے خوراک حاصل کی جا سکتی ہے اور جو کچھ ہضم کیا جا سکا ہے، اس سے نجات حاصل کی جا سکتی ہو۔ جب ایسی کوئی چیز نہیں جو اس سے جائے یا اس کے پاس آئے اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں، اس سے خالق نے مخلوق کو ایسے بنایا کہ اس کا اپنا گودا اس کی خوراک ہو گی اور جو کچھ اس نے کیا یا اُسے مشکلات درپیش آئیں، اس کا یہ خود ذمہ دار تھا۔ خالق نے یہ خیال کیا کہ خود کفیل تخلیق کے لحاظ سے اس سے بہتر ہو گا جس میں کسی چیز کی کمی ہو یا اس کو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو یا کسی سے اپنا دفاع کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ خالق نے اس کو ہاتھ عطا کرنا ضروری نہ سمجھا اور نہ ہی اسے پاؤں کی ضرورت تھی۔ نہ ہی چلنے کے لیے دوسرے مکمل سامان کی۔ لیکن اسے حرکت کرنے کے لیے ایسی شکل دی گئی جو کہ دائرہ میں حرکت کرنے کے لیے ذہن اور عقل کے لحاظ سے مناسب تھی۔ اس تخلیق کو پھر اسی انداز میں اس کی اپنی حدود میں ایک دائرہ کے اندر رہ کر حرکت کرنے کا پابند بنایا گیا۔ اس کو دوسری چھ قسم کی حرکتوں سے محروم کر دیا گیا اور اسے اس سے انحراف کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ جیسا کہ دائرے میں حرکت کرنے کے لیے پاؤں کی ضرورت نہ تھی اس طرح کائنات کو قدموں کے بغیر

بنایا گیا۔

خالق کا یہ سارا منصوبہ تھا جس کے تحت اس نے یہ اپنی تخلیق کی اور اسے ایک جسم سے نوازا جو کہ بہترین اور اپنے مرکز سے برابر فاصلہ تک ہر سمت میں پھیلا ہوا تھا۔ پھر خدا نے اس جسم کے وسط (مرکز) میں روح کو رکھا اور اسے سارے جسم میں تحلیل کر دیا۔ اس تخلیق کا بیرونی ماحول بنانے کے لیے خالق نے کائنات کو ایک دائرے کے اندر حرکت کرنے والا دائرہ بنا دیا جو کہ واحد اور یکتا ہے۔ اپنے عمدہ وجود کے باعث اسے اپنے آپ سے گفتگو کرنے کے قابل بنا دیا۔ جسے نہ کسی سے دوستی اور نہ ہی کسی سے تعلق کی ضرورت ہے۔ ان مقاصد کے پیش نظر خالق نے دنیا کو اپنی رحمت کا نمونہ بنایا۔

اب خدا نے روح کو جسم کے بعد نہیں بنایا۔ اگرچہ ہم اس ترتیب میں بات کر رہے ہیں۔ اس نے ان (جسم اور روح) کو ایک ساتھ پیدا کیا اور اس بات کی اجازت نہیں دی ہوگی کہ چھوٹا بڑے پر حکمرانی کرے۔ لیکن بمشکل اس طرح سے معاملہ ہو سکتا ہے جس طرح ہم کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ ہم بذات خود کسی نہ کسی طرح اتفاقی واقعے کے تابع ہیں۔ جب خالق نے روح کو شکل اور بہترین خصوصیات کے ساتھ جسم سے پہلے بنایا، اس لحاظ سے یہ جسم پر حکمرانی کرے گی۔ خالق نے کائنات کو ان اجزا اور اس حکمت کے تحت پیدا کیا کہ منقسم اور تبدیل نہ ہونے والے اور تبدیل ہونے والے اجزا میں سے جن کا تعلق ٹھوس اشیا سے ہے اس نے ایک تیسر اور میانی قسم کی ماہیت کا مرکب پیدا کیا۔ اس میں پہلے موجود اجزا اور اس کے علاوہ دوسرے جز کی فطرت موجود تھی۔ اس مرکب کو خالق نے منقسم ہونے، منقسم نہ ہونے اور مادہ کے مابین واسطے کی شکل دے دی۔ پھر خالق نے ان جیسے تین عناصر یعنی اور دوسرے یکساں، غیر یکساں اور اصل جوہر کو لیا اور انھیں ایک شکل میں ملا دیا۔ اس کے بعد غیر ساجی اور ہچکچاہٹ کے شکار دوسرے کو طاقت کے استعمال سے دبا کر ایک کر دیا۔ جب خالق نے ان کو اصل جوہر کے ساتھ ملا دیا اور تینوں کو ایک بنا دیا تو اس سارے کو مزید حصوں میں تقسیم کر دیا جتنے حصوں میں یہ مناسب طور پر تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح ہر حصہ اسی مرکب کے، دوسرے کے اور اصل جوہر کے اجزا پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد اُس نے تقسیم کا سلسلہ جاری رکھا جو اس طرح تھا: سب سے پہلے اس نے مکمل چیز کا ایک حصہ لیا۔ تب اس نے

دوسرا حصہ علیحدہ کیا جو کہ پہلے سے دوگنا تھا۔ پھر اس نے تیسرا حصہ لیا جو کہ دوسرے سے نصف اور پہلے سے تین گنا تھا۔ اس کے بعد اُس نے چوتھا حصہ لیا جو دوسرے سے دوگنا تھا اور پھر پانچواں حصہ لیا گیا جو کہ تیسرے حصے سے تین گنا تھا اور پھر چھٹا حصہ جو پہلے حصے کا آٹھ گنا تھا۔ اس کے بعد ساتواں حصہ لیا گیا جو کہ پہلے کا ستائیس گنا تھا۔ اس کے بعد اُس نے دو کے وقفے کو پورا کیا اور اس طرح پھر تین کے وقفے کو پورا کیا۔ آمیزے سے یہ حصے کاٹنے اور انھیں وقفوں کا خلا پُر کرنے کے لیے استعمال کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ہر وقفے میں دو قسم کے اوسط پیدا ہو گئے۔ اس طرح کہ ایک میں اس کے آخر نمبر میں برابر کا اضافہ ہو، [مثال کے طور پر ایک (1)، $\frac{4}{3}$، 2 میں اوسط $\frac{4}{3}$ ایک کا ایک تہائی ہے اور ایک سے زیادہ ہے اور . دو کا ایک تہائی جو کہ دو سے کم ۔]

دوسرا اسی قسم کا اوسط ہونے کے باعث جو برابر نمبر سے بڑھتا ہے۔ جہاں $\frac{3}{2}$ اور $\frac{4}{3}$ اور $\frac{9}{8}$ کے وقفے تھے جو کہ جڑی ہوئی رقم سے سابق وقفے ہی کے سلسلے سے بنے تھے اُس نے یہ سب $\frac{4}{3}$ کے وقفے $\frac{9}{8}$ سے بھر دیے۔ اس عمل میں کسر اعشاریہ باقی رہ گئیں۔ وہ وقفے جو ان کسر اعشاریہ سے پورے کیے گئے وہ 256 سے 243 کی شرح سے تھے۔

اس طرح وہ سارے کا سارا آمیزہ جس سے اُس نے یہ حصے کاٹے وہ ختم ہو گیا۔ یہ سارا مرکب پھر اُس نے لمبائی کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ جس کو اُس نے درمیان سے اس طرح جوڑ دیا جس طرح کہ حرف ''ایکس (X)'' جڑا ہوتا ہے۔ پھر اسے دائرے کی شکل میں موڑ دیا گیا اس طرح کہ یہ تمام خود اپنے آپ میں اصل جڑنے والے نقاط کے برعکس مخالف جگہ سے جڑ گئے۔ اب انھیں ایک ہی محور پر ایک ہی رفتار سے چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح کہ ایک کا باہر کا اور دوسرے کا اندر کا دائرہ بنایا گیا۔ اب باہر کی گردش کو اس نے ''یکساں'' کی حرکت کا نام دیا اور اندر کے دائرے کی گردش کو برعکس یا ''غیر یکساں'' کا نام دیا گیا۔ ''یکساں'' کی گردش کو ایک طرف میں دائیں طرف اور مخالف یا ''غیر یکساں'' کی گردش کو بائیں سمت میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک حرکت دی گئی۔ پھر خالق نے اس کی مرکزیت کو بھی ''یکساں'' گردش دی اور اسے واحد

اور غیر منقسم چھوڑ دیا تاہم اندر کی حرکت کو چھ حصوں میں بانٹ دیا اور اس کے دو اور تین کی شرح سے سات مختلف دائرے بنا دیے، ہر ایک کے تین۔ اس کے بعد محوروں کو ایک دوسرے سے مختلف سمت میں کام کرنے کا پابند کر دیا۔ سورج، عطارد اور زہرہ تینوں کو ایک ہی رفتار سے حرکت میں چھوڑ دیا گیا ان کے علاوہ دوسرے چار کو جن میں چاند، مریخ، زحل اور مشتری شامل ہیں غیر یکساں اور ان پہلے والے تینوں سے مختلف رفتار کے ساتھ گردش کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا لیکن اس میں بھی ایک خاص تناسب برقرار رکھا گیا۔

اب جب خالق نے روح کو اپنی مرضی سے بنایا تو اُس نے اس میں مادی دنیا پیدا کر دی۔ پھر ان دونوں کو ایک کے مرکز سے دوسرے کے مرکز کو جوڑ دیا۔ روح کو وسط سے جسم کے محیط تک ہر حصے تک ملا دیا گیا، بلکہ اس کے باہر تک بھی۔ یہ ایک ایسے مقدس امر کی ابتدا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور یہ اُس شعوری زندگی کا آغاز ہے جو تمام وقتوں میں موجود رہے گا۔ انسانی جسم نظر آنے والا ہے جبکہ روح دکھائی نہ دینے والی چیز ہے اور ہم آہنگی اور شعور کا روح رواں ہیں۔ روح عقل و دانش اور ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی فطرت کی حامل ہونے کے ناطے سب سے بہترین تخلیق ہیں۔ روح چونکہ یکساں، غیر یکساں اور اصل جوہر تینوں کی آمیزش سے تخلیق کی گئی ہے اور اس کو ایک خاص تناسب سے جوڑا یا تقسیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ گردش کے دوران اپنی ہی جانب لوٹتی ہے اور جب ماہیت رکھنے والی کوئی چیز خواہ منقسم ہو یا غیر منقسم، اسے چھوئے تو یہ روح یکسانیت، اختلاف یا دوسری حرکت کے اظہار کے لیے اپنی بھرپور طاقت کا اظہار کرتی ہے۔ یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ کس انفرادی چیز سے منسلک ہے۔ کس سے متاثر ہے، کس طریقے سے اور کس حد تک متاثر ہے۔ اور کب سے متاثر ہے۔

نسلوں کی تبدیلی سے ماورا دونوں کی دنیا میں دونوں صورتوں میں کس حد تک اور کیوں کر متاثر ہے۔ جب منطق، جو کہ سچ کا لازم جزو ہے وہ خواہ یکساں کے یا غیر یکساں کے دائرے میں ہو وہ اپنا راستہ خود واضح کرے، میرا مقصد یہ ہے کہ جب منطق یا شعور کا دنیا سے واسطہ ہو تو اس سے یقین اور اعتماد کا پیدا ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن جب منطق (سبب) کا تعلق عقل سے ہو، یکساں کا غیر یکساں رفتار سے حرکت کرنے والا ربط اس کا اظہار کرے تو اس سے ذہانت

اور علم کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا لازم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ دونوں روح کے علاوہ کسی تیسری چیز میں شامل ہیں تو یہ سراسر جھوٹ ہوگا۔

جب خالق نے اپنی تخلیق دیکھی جسے اس نے متحرک اور زندہ بنایا تھا جو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والے کا عکس تھا تو وہ خوش ہوگیا۔ اس کی خوشی میں اب بھی اس بات کے مصمم ارادے کا اظہار تھا کہ وہ نقل کو مزید اصل جیسا بنائے گا۔ جیسا کہ یہ دائمی تھا اس لیے اس نے کائنات کو بھی دائمی بنانے کا ارادہ کیا۔ جیسی بھی یہ ہو۔ اب تخیل کی فطرت ابدی تھی لیکن ایک خلقت کو ابدی اور دائمی بنانا ناممکن تھا، اس لیے اس نے ابد کا متحرک عکس بنانے کا فیصلہ کیا۔ جب اس نے عالم قدس کو ایک خاص ترتیب دی تو اُس نے یہ عکس ابدی بنادیا لیکن اعداد کے لحاظ سے یہ ہمیشہ حرکت میں رہے گی۔ جب دائمیت کا تعلق خود اتحاد میں ہے تو ہم اس تصور کو وقت کہتے ہیں۔ جب عالم قدس بنایا گیا اس وقت دن رات مہینوں اور سالوں کا کوئی وجود نہ تھا لیکن جب خالق نے عالم قدس بنایا تو اس نے یہ بھی پیدا کر دیے۔ یہ سب وقت کے حصے ہیں۔ اور ماضی اور مستقبل کو وقت کے لحاظ سے خاص مقصد کے لیے بنایا گیا جنھیں ہم غیر ارادی طور پر غلط انداز میں ابد سے منسوب کر دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ''وہ تھا''، ''وہ ہے''، ''وہ ہوگا'' لیکن سچ یہ ہے کہ ''ہے'' کو صحیح طور پر اس سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ تھا اور وہ ہوگا وقت کے ساتھ ہونے سے منسلک ہیں کیونکہ وہ متحرک ہیں لیکن وہ جو غیر متحرک ہے وہ وقت کے ساتھ چھوٹا یا بڑا نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی کبھی ''گیا'' یا ہوگیا یا اس طرح ''ہوگا'' بڑا یا چھوٹا یا اس قسم کی کسی صورت سے دوچار ہوگا۔ اس سے حرکت تا صاحب فراست چیز متاثر نہیں ہوگی جس کا سبب نسل ہے۔ یہ وقت کی اقسام ہیں جو کہ دائمیت کی نقل کرتی ہیں اور اعداد کے قانون کے تحت گردش کرتی ہیں۔ مزید برآں جب ہم کہتے ہیں کہ جو وقوع پذیر ہوگیا ہے وہ ہوگیا ہے اور جو ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح جو ہوگا وہ ہونے والا ہے۔ ناموجود ہونے والے کا وجود نہیں ہے۔ یہ بیان کرنے کے غلط طریقے ہیں لیکن شاید یہ سارا موضوع کسی دوسرے مناسب وقت میں بیان کیا جا سکے گا۔

وقت اور عالم قدس دونوں ایک ہی وقت تخلیق کیے جانے کے باعث ایک ہی لمحہ وجود میں آئے۔ اگر کبھی ان دونوں کا خاتمہ ہوگا تو یہ شاید اکٹھے ہی فنا ہوں گے۔ دائمی فطرت کے قیام

کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے جس حد تک ممکن ہو مماثلت میں ہوں گے۔ یہ نمونہ ابد سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تخلیق کیا گیا عالم قدس تمام وقتوں میں تھا، ہے اور رہے گا۔

وقت کی تخلیق کے بارے میں خدا کے ذہن اور خیال میں یہ بات تھی۔ سورج، چاند اور دوسرے پانچ ستارے، جنھیں سیارے کہا جاتا ہے، وقت کے اعداد کو امتیازی بنانے اور اسے محفوظ بنانے کے لیے تخلیق کیے گئے۔ جب خدا نے ان کے کئی اجسام بنا دیے تو اس نے انھیں ان مداروں میں چھوڑ دیا جن میں ''غیر یکساں'' کا دائرہ گردش کر رہا تھا، یعنی سات مداروں میں سات ستارے۔ پہلے مدار میں جو زمین کے قریب ترین تھا چاند کو چھوڑا گیا۔ اس کے اگلے میں سورج جو کہ دوسرا مدار تھا۔ اس کے بعد زہرہ کی باری آئی۔ وہ ستارہ ہرمیس دیوتا (عطارد) کے لیے مقدس تھا جو کہ سورج کی رفتار کے برابر رفتار کا مالک تھا لیکن اس کی سمت سورج سے مخالف تھی۔ یہی وجہ ہے جس کی بنا پر سورج، عطارد اور ستارہ زہرہ ایک دوسرے کے غالب اور مغلوب ہیں۔ دوسرے ستاروں کو کن کن مداروں میں چھوڑا گیا اور انھیں ان مداروں میں کیوں چھوڑا گیا۔ اگرچہ یہ دوسرا ثانوی مسئلہ ہے، یہ پہلی بحث سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا اس لیے ان چیزوں کو کسی دوسرے وقت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ جب ہم اس سے لطف اندوز ہونے کی حالت میں ہوں اور ان پر انہماک سے غور کر سکیں جس کے یہ حقدار ہیں لیکن انھیں اس وقت بیان نہیں کریں گے۔

جب تمام ستاروں نے جو وقت کی تخلیق کے لیے لازم تھے، وہ حرکت حاصل کر لی جو ان کے لیے مناسب تھی اور وہ ایسی زندہ مخلوق بن گئے جنھیں حیات بخش زنجیروں سے باندھا گیا اور انھوں نے اپنا مقررہ کام سیکھ لیا تھا۔ یعنی وہ غیر یکساں گردش میں چکر لگاتے ہیں جو کہ وتری ہے اور اس میں گزرتے جاتے ہیں اور یہ یکساں گردش سے منظم کیے جاتے ہیں، یہ حرکت میں ہیں، ان میں سے کچھ بڑے مدار میں اور کچھ چھوٹے مدار میں۔ وہ جو چھوٹے مدار میں ہیں ان کی حرکت تیز اور جو بڑے مدار میں ہیں ان کی حرکت کم ہے۔ جو تیز گردش کرتے ہیں وہ مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔ ان سے جو آہستہ گردش کرتے ہیں۔ وہ حقیقتاً انھیں مغلوب کرتے ہیں۔ ایک ہی گردش ان سب کو ایک ہی چکر میں لاتی ہے۔ کیونکہ ان ستاروں میں کچھ ایک سمت میں اور کچھ دوسری سمت میں جاتے دکھائی دیتے ہیں۔ تیز ستارہ دوسرے ستارے کا پیچھا کرتا دکھائی دیتا

ہے۔ ستاروں کی مقابلتاً کم اور زیادہ رفتار کی پیمائش کی جا سکتی ہے کیونکہ یہ ستارے اپنے آٹھ راستوں میں گردش کرتے ہیں۔

خدا نے آگ جلائی جسے ہم سورج کہتے ہیں۔ ان ستاروں کے مداروں کے لحاظ سے زمین سے دوسرے مدار میں موجود یہ آگ (سورج) سارے عالم قدس کو روشنی دیتا ہے۔ جانور فطرت کے قانون کے تحت، خواہ کتنی ہی تعداد میں ہوں، اسی سورج کی گردش سے حساب اور اس طرح کا علم سیکھ رہے ہیں۔ تب اسی بنا پر دن اور رات بنائے گئے۔ ان میں ایک مدت کے لیے گردش کا تعین کیا گیا۔ اسی طرح ایک ماہ مکمل ہوتا ہے جب چاند اپنا چکر مکمل کر لیتا ہے۔ ایک سال مکمل ہوتا ہے جب سورج اپنے مدار میں چکر مکمل کرتا ہے۔ انسان نے مشکل سے ہی کوئی ستارہ ایسا چھوڑا ہوگا جس کو اس نے کوئی نام نہ دیا ہو اور ان کی ایک دوسرے کے تقابل سے اعداد کی مدد سے پیمائش نہ کی ہو۔ اس کے باوجود یہ کہنا مشکل ہوگا کہ ستاروں کے اعداد و شمار اور ان کی گردش کے بارے میں انھیں مکمل علم ہوگا۔ یہ جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہے کہ وقت کے عدد کی تکمیل سے سال مکمل ہوتا ہے۔ جب تمام آٹھوں ستارے اپنے مداروں میں اپنی اپنی رفتار کے لحاظ سے ایک ہی وقت میں اپنا کام مکمل کر لیتے ہیں۔ ان ستاروں کی پیمائش اسی طرح کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فطرت نے ایسے ستاروں کو بھی پیدا کیا جن کی آفاقی ترقی حرکت سے متضاد تھی۔ آخر میں یہ کہ تخلیق کردہ کائنات شاید ابدی فطرت کی نقل اور ممکن حد تک مکمل اور معقول جانور ہوگی۔

اس طرح وقت کی ابتدا تک تخلیق کردہ کائنات اصل کی سی تھی لیکن اس میں اُس وقت تک چونکہ سارے جانوروں کو شامل نہیں کیا گیا تھا اس لیے یہ اصل سے مختلف تھی، جو باقی رہ گیا اسے خالق نے فطرت کے خاکے کے بعد شامل کیا۔ اب ذہن میں تخیلاتی جانور کے بارے میں جو خیال اُبھرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس جانور میں فطرت اور عدد کے لحاظ سے یکسانیت ہونی چاہیے۔ اس قسم کے جانوروں کی چار اقسام ہیں۔ ان میں ایک قسم انسان کی نسل کی ہے۔ دوسری قسم پرندوں کی ہے جو ہوا میں اُڑتے ہیں۔ تیسری قسم پانی میں پائے جانے والی آبی مخلوق کی ہے۔ چوتھی قسم زمین پر رینگنے والے چوپایوں کی ہے۔ آفاقی مخلوق کی اکثریت کو خالق نے آگ سے پیدا کیا۔ اس لیے

وہ شاید خوبصورت اور روشن ترین ہیں۔ خالق نے ان اصناف کو دائرہ میں محدود کر دیا اور دوسروں کو بہترین کا حکم ماننے کا پابند بنا دیا۔ ان اصناف کو پورے عالم قدس میں تقسیم کر دیا۔ یہ وہ اصل باوقار دنیا ہے جو ان سب سے مل کر پُرکشش بنی اور ان میں سے ہر کسی کو اُس نے دو حرکات دیں۔ پہلی حرکت موقع پر ہی اس انداز میں جس میں انھوں نے ایک جیسی چیزوں کے بارے میں ایک جیسے انداز میں سوچنا شروع کیا، دوسری آگے کو دی گئی حرکت۔ جس میں وہ یکساں گردش کے ذریعے منضبط کیے جاتے ہیں لیکن وہ باقی پانچ حرکات سے غیر متاثر رہتے ہیں۔ اس ترتیب سے ان میں سے ہر کوئی پوری طرح مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر مقررہ ستارے پیدا کیے گئے جو کہ آفاقی اور ابدی جانور ہونے کے ناطے اپنی مقررہ جگہ پر اسی انداز میں گردش کر رہے ہیں۔ دوسرے ستارے جو ان کی گردش کو روکتے ہیں اور اس قسم کے ستاروں سے انحراف کرتے ہیں، وہ اس انداز میں پیدا کیے گئے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ زمین جو ہماری دایہ ہے، اس ستون سے چمٹی ہوئی ہے جو کائنات کا محور ہے۔ رات اور دن کا سرپرست اور حاکم وہ ہے جو کائنات میں موجود سب سے زیادہ عمر کا اور پہلا دیوتا تھا۔ ان سب کے بارے میں بتانا فضول ہوگا جو ایک دائرہ میں ایسے موجود ہیں جیسے رقص میں؛ اور ان کا گردش کے دوران اپنی جگہ پر واپس آنا اور ان کے اندازے کے بارے میں یہ کہنا کہ کون سا دیوتا ان کے کس مقام پر ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ یہ کہ کون سا ان کی مخالف سمت میں ہوتا ہے اور وہ کس ترتیب میں ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور کون سا کس وقت ہماری نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے اور کس وقت دوبارہ دکھائی دینے لگتا ہے، اور یہ عمل ان کے لیے خوف اور اشتباہ کا باعث ہوتا ہے جو ستاروں کی چال کو نہیں سمجھتے اور اس بارے میں آفاقی نظام، جو کہ صاف دکھائی دے، کی نمائندگی کے بغیر کچھ بتانے کی کوشش بے سود ہوگی۔ اس بارے میں کافی کچھ کہا جا چکا۔ اب اس بحث کے اختتام کے لیے جو کچھ ہم نے تخلیق کردہ اور نظر آنے والے دیوتاؤں کے بارے میں کہا، اس پر بات کریں گے۔

دوسری خدائیوں کے بارے میں کچھ جاننا یا بتانا ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہمارے پُرانے وقتوں کے آدمیوں کی روایت کو قبول کر لینا چاہیے جنھوں نے اپنے آپ کو دیوتاؤں کا سدا بہار ثابت کیا، جو وہ کہتے ہیں انھیں اپنے آباواجداد کا پورا علم ہوگا۔ ہم دیوتاؤں کے ان بچوں

کے الفاظ کو کیسے شک کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اپنے کہے کا ثبوت نہیں دیا لیکن چونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ بتا رہے ہیں جو ان کے خاندان کے ساتھ ہے، ہمیں ان کے رواج کو ماننا چاہیے اور اس پر یقین کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے ان کے مطابق ان دیوتاؤں کی نسبت کے بارے میں مزید جاننا اور اسے آگے بڑھانا ابھی باقی ہے۔

اوکینس (Occanes) اور ٹیتھائیس (Tethys) زمین اور آسمان کے بچے کہلاتے تھے۔ ان میں سے فورکائس (Forcys) اور کرونوس (Cronos) اور ریا (Rhea) پیدا ہوئے اور یوں ان کی ساری نسل پیدا ہوئی۔ کرونوس اور ریا میں سے زیوس (Zeus) اور ہیری (here) اور وہ سب جو ان کے بھائی اور بچے کہلاتے ہیں۔

اب جب وہ جو بظاہر دکھائی دیتے ہیں اور وہ بھی زیادہ غیر فعال فطرت کے ہیں، وجود میں آ گئے ہیں تو کائنات کا خالق ان سے ان الفاظ میں مخاطب ہوتا ہے۔ دیوتاؤں اور ان کے بچو! جنھیں میں نے بنایا اور میں ہی ان کا حاکم ہوں، میری تخلیق (خلقت) ختم نہیں ہوگی اور اگر ایسا ہوگا تو میں ہی کروں گا۔ یہ سب جو بنایا گیا ہے یہ شاید فنا ہو جائے لیکن کوئی بدروح ہی اس کو ختم کرنے کی خواہاں ہوگی جس میں مکمل ہم آہنگی ہے اور یہ خوشی کا باعث ہے۔ تم یقیناً پھر بھی فنا سے بالاتر نہیں اور نہ ہی دائمی ہو۔ لیکن تم شاید ختم نہ ہو سکو اور نہ ہی موت تمھارا مقدر ہو۔ یہ میری مرضی کا فیصلہ ہے کہ تم سے تمھاری پیدائش کے وقت سے بھی بڑا امتحان لوں۔ اب میری ہدایات کو غور سے سنو!

غیر ابدی مخلوق پر مشتمل تین قبائل کو تخلیق کرنا ابھی باقی ہے۔ ان کے بغیر یہ کائنات نامکمل رہے گی اور اس میں جانوروں کی ہر وہ قسم موجود نہیں ہوگی جو کہ اس میں ہونی چاہیے، اگر اسے مکمل بنانا ہے۔ دوسری جانب اگر میں انھیں تخلیق کروں اور زندگی دوں تو یہ دیوتاؤں کے برابر ہوں گے۔ تب انھیں غیر ابدی بنانے کے لیے تاکہ یہ کائنات صحیح معنوں میں عالمگیر ہو کیا تم اپنی فطرت کے مطابق ان جانوروں کو پیدا کرو گے۔ ان جانوروں میں وہ قوت ہوگی جو میں نے آپ کی تخلیق کے وقت آپ کو دی۔ ان جانوروں کا ایک حصہ ابدی خصوصیت کا حامل ہوگا جسے خداداد کہا جاتا ہے۔ یہ ان کے لیے رہنمائی کا موجب ہے جو انصاف کے پیروکار ہیں۔ اس خداداد حصے کے

لیے میں خود بیج بوؤں گا اور اس کی ابتدا کر کے میں یہ کام آپ کے سپرد کردوں گا۔ کیا تم ابدی کو غیر ابدی سے ملاؤ گے؟ اور زندہ مخلوق پیدا کرو گے، اسے خوراک دو گے اور اسے بڑھنے کا موقع فراہم کرو گے۔ اس کے بعد وہ موت سے دوچار ہو جائے گی۔ اُس نے اس طرح بات کی اور اس پیالے میں جس میں پہلے کائنات کی روح کو ملایا اُس میں اجزا کی باقیات کو ڈال دیا اور انھیں اسی طرح ملایا۔ تاہم وہ پہلے والوں جیسے اصل نہ تھے بلکہ انھیں دوسرے اور تیسرے درجے میں تحلیل کیا گیا۔ اس عمل کو پورا کرنے کے بعد اُس نے سارے آمیزے کو ستاروں کے اعداد کے برابر تقسیم کر دیا اور ہر روح کو ایک ستارے سے منسوب کر دیا۔ اس کے بعد ایک گاڑی میں رکھ کر انھیں کائنات کی فطرت دکھا دی اور انھیں قسمت کے قانون کے تابع کر دیا جس کے تحت ان کی پہلی پیدائش ایک ہوگی اور سب کے لیے یہ عمل ایسا ہی ہوگا۔

ان میں کسی کو بھی اپنے آپ سے نقصان نہیں ہونا چاہیے، وہ وقت کے تابع ہوں گے جس کا انھیں پابند بنایا گیا۔ ان جانوروں میں آگے آنے والوں میں انسانی فطرت کی دو اقسام تھیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ قسم مرد کہلائے گی۔ اب جب روح ضرورت کے اپنے اپنے اجسام میں ڈالی جائے گی تو یہ اجسام ہمیشہ اپنے جسم کا کچھ حصہ یا تو ضائع کریں گے یا اس میں اضافہ ہوگا۔ سب سے پہلے یہ بات لازم ہوگی کہ ان سب میں نہ رکنے والے تاثر کے تحت ایک جیسا تجسس ہونا چاہیے۔ دوسری چیز ان میں محبت ہونی چاہیے جس میں مزہ اور تکلیف دونوں ہوتے ہیں۔ خوف اور غصہ بھی۔ وہ احساسات بھی جو اُن جیسے اور اُن سے تضاد کے حامل ہوں۔ اگر وہ ان کو فتح کر لیں تو وہ ٹھیک طریقے سے رہیں گے اور اگر وہ مفتوح ہوئے تو غلط طریقے سے رہیں گے۔ وہ جس نے اپنی یہ زندگی بہتر بسر کی، اسے پھر رحمتوں اور خوشیوں والی دوبارہ زندگی ملے گی اور اگر وہ یہ مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہا تو وہ دوسرے جنم میں عورت کے روپ میں پیدا کیا جائے گا۔ اگر اس روپ میں بھی وہ برائی سے باز نہ آئے تو اسے لگاتار ظالم کے روپ میں بدلا جائے گا جو بدروح سے مماثلت رکھتا ہوگا۔ وہ اس عمل سے نجات نہیں پائے گا جب تک کہ وہ اپنے راستہ پر نہ آ جائے۔ آگ مٹی پانی اور ہوا سے بنا اور اپنی پہلی اصل صورت میں واپس آنے پر اس کو سزا سے نجات ملے گی۔ اپنی اس تخلیق کو سارے قوانین سے بہرہ ور کرنے کے بعد اور اس سوچ

سے کہ وہ مستقبل کی غلطیوں سے باز رہے گی، خالق نے اس خلقت میں سے کچھ کو زمین پر، کچھ کو چاند پر اور کچھ کو وقت کے دوسرے پیمانوں میں بو دیا۔ جب اس نے انھیں بو دیا تو اس نے سب سے چھوٹے دیوتا کو ان کے فنا ہونے والے اجسام پر تفویض کر دیا اور ان میں وہ پورا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جس کی ان کی روح میں ابھی تک کمی تھی۔ ان میں تمام چیزیں پوری کرنے کے بعد، ان پر حکمرانی کرنے کا اختیار دے دیا۔ اس جانور کے بارے میں یہ بھی تفویض کیا گیا کہ اسے بہترین اور عقلمند ترین بنایا جائے اور اسے اس کی اندر کی برائیوں کے علاوہ ہر چیز سے بچایا جائے۔ ان تمام احکامات کے صادر کرنے کے بعد خالق اپنی فطرت میں گم ہو گیا۔ اس کی تخلیق اپنے باپ کی تابع فرمان اور ان کے احکامات کو ماننے اور اس سے غیر ابدی خلقت کے لیے ابدی اصول حاصل کرنے والی تھی۔ اپنے خالق کی نقل میں انھوں نے آگ، مٹی، پانی اور ہوا کا کچھ حصہ لیا اور اسے جمع کر دیا۔ ان کو آپس میں جوڑ دیا لیکن انھیں جوڑنے کے لیے نہ فنا ہونے والی زنجیر کی بجائے چھوٹی چھوٹی کھونٹیوں کا استعمال کیا گیا جو بظاہر دکھائی نہ دیتی تھیں۔ چاروں اجزا سے بنی اور نہ فنا ہونے والی روح کو فنا ہونے والے جسم میں ڈال دیا جو کہ حرکت میں تھا۔ اب یہ ایک ایسے دریا کی مانند تھے جس کے مختلف راستے نہ تو آپس میں غالب آتے ہیں نہ مغلوب ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی آگے پیچھے کی حرکت کو تیزی سے برقرار رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ سارا جانور حرکت میں اور ترقی میں تھا، غیر مسلسل اور کسی استدلال کے بغیر آگے پیچھے اور اوپر نیچے، دائیں بائیں سمیت چھ اطراف میں حرکت کو جاری رکھے ہوئے۔ یہ ایسے طوفانی سیلاب کی مانند تھا جو اپنی تمام تر قوت کے ساتھ آگے اور پیچھے جائے اور بیرونی تعلق کے باعث بڑا ہنگامہ برپا کیے ہوئے تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک جسم کی دوسرے سے ٹکر ہو جن میں آگ، مٹی، نیچے گرتا ہوا پانی یا ہوا شامل ہے اور اس سے پیدا ہونے والی حرکت جسم سے روح تک جاتی ہے، اسی طرح کی تمام قسم کی حرکات کو ہیجان کا نام دیا گیا، جواب بھی ان میں موجود ہیں۔

یہ اس وقت بہت بڑی حرکت پیدا کرتی ہیں جب اس کی حالت اس ندی کی لہروں کی مانند ہو جو اپنے تیز بہاؤ کے باعث سارا بہاؤ توڑ دیتی ہے۔ اس حالت میں یہ شدید حرکت روح کو اپنے مخالف دباؤ کے باعث روک دیتی ہے اور اس پر غالب آ جاتی ہے۔ اس طرح وہ

''غیر یکساں'' کی فطرت کو متاثر کرتی ہے۔ دو کے تین وقفے (ایک، دو، چار، آٹھ) اور تین کے تین وقفے (ایک، تین، نو، ستائیس) ''اگرچہ یہ مکمل طور پر ختم نہیں کیے جا سکتے سوائے اس کے کہ جو انھیں اکٹھا کرے''، تمام طریقوں سے ہلائے گئے اور دائرے ہر طریقے سے توڑ کر بے ترتیب کر دیے گئے، ہر ممکن طریقے سے، اس طرح کہ جب وہ حرکت میں آئیں تو ٹکڑوں میں بٹ جائیں۔ غیر منطقی انداز میں یہ ایک وقت پیچھے کو حرکت کرے اور پھر دوبارہ واپس۔ آپ اس حرکت کا اندازہ اس شخص کی حرکت سے لگا سکتے ہیں جو سر کے بل زمین پر لٹکا ہوا ہو۔ اس حالت میں وہ خود اور اسے دیکھنے والے یہ خیال کریں کہ اس کا بایاں دایاں ہے یا دایاں بایاں۔ اگر اس کا بغور تجزیہ کیا جائے تو یہ روح کے بیرونی رابطے یا تعلق کا نتیجہ ہے خواہ وہ یکساں ہو یا برخلاف اس کے غیر یکساں ہو۔ یہ یکساں یا غیر یکساں کے لیے وہ سچ کے برعکس انداز میں بات کرتے ہیں اور اس سے وہ جھوٹے اور احمق بن جاتے ہیں۔ ان میں حرکت کا کوئی طریقہ نہیں جس میں رہنمائی یا ہدایت کی خصوصیت پائی جائے۔ اگر ہیجان کی کوئی قسم دوبارہ پُر تشدد انداز میں روح میں داخل ہو اور اسے گھسیٹے۔ اس صورت میں روح اگرچہ فاتح دکھائی دیتی ہے مگر در حقیقت وہ مفتوح ہوتی ہے۔

اس بنا پر روح جسے جسم میں بند کیا گیا ہے ابتدا کی مانند کسی علم کے بغیر ہوگی۔ لیکن جب پرورش اور توانائی کا عمل رک جائے اور روح کے عوامل اطمینان اور سکون سے اپنا راستہ اپنائیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوں تو بہت سے دائرے اپنی حالت میں واپس آ جاتے ہیں، ان کی گردش درست ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ یکساں اور غیر یکساں کو درست ناموں سے پکارتے ہیں اور ان کے حامل کو منطقی بناتے ہیں۔ اگر اسے درست خوراک اور صحیح تعلیم دی جائے تو یہ مکمل آدمی کے معیار پر پوری اُترتی ہے اور وہ بُری بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اگر اسے تعلیم سے بہرہ ور نہ کیا جائے تو وہ ساری زندگی لنگڑا کر چلتی ہے اور دنیا کے لیے کسی بھی لحاظ سے مفید نہ ہونے کے ساتھ ساتھ نامکمل لوٹتی ہے۔ یہ تاہم بعد میں آنے والا مرحلہ ہے، اس مرحلے پر ہمیں اس موضوع پر بات کرنا چاہیے جو جسم اور اس کے ارکان کے بننے اور اس بارے میں ہے کہ روح کس طرح تخلیق ہوئی۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنے اس موضوع کے اس پہلو پر روشنی ڈالنی چاہیے کہ کس بنا پر

اور کس دیوتا کے زیر اثر کیا چیز تخلیق ہوئی۔ اس بارے میں ان تمام ممکنات کو زیر بحث لاتے ہوئے ہمیں اپنی گفتگو کو آگے بڑھانا چاہیے۔

سب سے پہلے اس طرح دیوتاؤں نے کائنات کی دائرے کی شکل کے پیش نظر دائرے کی طرز کے حامل جسم میں دو خداداد چیزیں رکھ دیں، ان میں سے ایک کو ''سر'' کا نام دیا گیا۔ ''سر'' کو جسم کے دوسرے تمام حصوں کا حاکم بنا کر دوسرے حصوں کو اس کا تابع کر دیا گیا۔ اسی طرح یہ ان تمام کا آقا بنا دیا گیا۔ اس خیال سے کہ یہ ہر طرح کی حرکت میں حصہ دار بنے اور زمین پر اونچی یا نچلی جگہ میں مشکلات سے دوچار نہ ہو بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے قابل ہو۔ اس کے جسم کو اس کی گاڑی بنا دیا جو کہ اس کے لیے حرکت کا ذریعہ ہے جس کی ایک لمبائی اور چار پائے ہیں جو کہ سکڑ اور پھیل سکتے ہیں۔ ان چار پاؤں کو خدا نے اس کے لیے حرکت کا وسیلہ بنایا تاکہ وہ اس کے لیے معاون ہوں اور اس کو تھامے رکھیں۔ اس طرح وہ ہمارے وجود کے سب سے زیادہ مقدس اور متبرک حصے کے اونچے مقام کو چلاتے ہوئے تمام جگہوں سے گزرنے کے قابل ہو گیا۔ ہاتھوں اور ٹانگوں کی یہی بنیاد ہے اور اسی لیے ہاتھ اور ٹانگیں ہر آدمی کو دیے گئے۔ دیوتاؤں نے آدمی کے سامنے والے حصے کو زیادہ باعزت اور حاکمیت کے قابل خیال کرتے ہوئے ہمیں آگے حرکت کرنے کے قابل بنایا۔

اس بنا پر آدمی کے سامنے والے حصہ کو جسم کے دوسرے حصوں سے نمایاں بنانے کی ضرورت تھی۔ اسی لیے ''سر'' میں انھوں نے سب سے پہلے چہرہ بنایا، جس میں تمام حصے رکھے گئے جو روح کی ماتحت اشیا کے بارے میں اس کی معاونت کر سکیں۔ انھوں نے اس سامنے کے حصے کو جو فطری طور پر اختیار و اقتدار کا حامل تھا، اسی کام پر مامور کر دیا۔ جسم کے مختلف حصوں میں سے انھوں نے سب سے پہلے آنکھوں کو لیا اور انھیں روشنی دی۔ جس اُصول کے تحت انھیں ڈالا گیا وہ مندرجہ ذیل تھا: اتنی آگ جتنی کہ انھیں جلا نہ دے بلکہ انھیں پوری روشنی دے۔ انھیں ایسی چیز سے بنایا گیا جو روزمرہ کی زندگی میں روشنی جیسی تھی۔ اس میں صاف روشنی کو جو ہم میں ہے اور اس سے منسلک تھی، آنکھ میں چھوڑا اس کے بعد اس میں کسی سخت چیز کو جانے سے روکنے اور صرف اسی جزو کو گزرنے کی اجازت دینے کے لیے پوری آنکھ کو اور اسی کے مرکز کو بالخصوص ایک خاص دباؤ کے

تحت ایک خاص شکل میں بنایا۔ جب دن کے وقت آنکھ کی بصارت کو روشنی کا منبع گھیر لیتا ہے تو آنکھ کی بصارت کی لکیر میں روشنی کے ٹکراؤ سے ایک جسم کی شبیہ بنتی ہے، جس سے نکلنے والی شعاعیں آنکھ کے روشنی خارج کرنے والے حصے تک پہنچتی ہیں، حتیٰ کہ یہ روح تک پہنچ جاتی ہیں، جس سے وہ چیز پیدا ہوتی ہے جسے بصارت کہا جاتا ہے۔ لیکن جب رات ہوتی ہے اور باہر کی روشنی ختم ہو جاتی ہے تو اس سے بصارت پیدا کرنے والی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے غیر یکساں چیز تک جانے کی اس کی صلاحیت بدل کر غائب ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں چونکہ آنکھ کی اپنے اردگرد سے فطری طور پر ہم آہنگی نہیں ہوتی اس لیے وہ دیکھ نہیں سکتی اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ سوئی ہوئی ہے۔ جب آنکھ کا پپوٹا بند ہوتا ہے جسے خدا نے بصارت کو محفوظ رکھنے کے لیے بنایا تو وہ اندر کی آگ کو روکے رکھتا ہے۔ اس آگ کی طاقت منتشر ہو جاتی ہے اور اندر کی حرکت کو برابر کر دیتی ہے۔ جب اندر اور باہر کی حرکت میں برابری کی صورت حال پیدا ہو جائے تو یہ سکون کی حالت ہے اور جب سکون کی حالت پیدا ہو تو ہم پر نیند غالب آ جاتی ہے جو کبھی کبھار خواب کی وجہ سے مخل ہوتی ہے۔ لیکن اسی دوران بڑی حرکات بیدار رہتی ہیں۔ یہ جس بھی قسم کی ہوں اور کسی بھی جگہ ہوں وہ ان بصارتوں کو محفوظ کرتی ہیں جو خواب کے بعد ہمیں یاد ہوتی ہیں۔ اب شیشے میں بننے والی شبیہ کے بارے میں سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں۔ اندرونی اور بیرونی آگ کے اخراج اور ملاپ اور اس دوران خارج ہونے اور آپس میں ملنے والی لاتعداد شعاعوں کے نتیجے میں شیشے میں عکس نمودار ہوتا ہے۔ جب چہرے سے نمودار ہونے والی آگ (روشنی) آگ سے نکلنے والی روشنی (آگ) سے ہموار چمکدار جگہ پر ٹکراتی ہے تو دایاں بایاں اور بایاں دایاں دکھائی دیتا ہے، کیونکہ دونوں قسم کی شعاعیں متضاد اطراف سے نمودار ہو کر معمول کے ملاپ سے مختلف طریقے سے ملتی ہیں۔ اس لیے ان کی اطراف بدل جاتی ہیں لیکن جب ان دونوں میں سے ایک روشنی کا مقام بدل دیا جائے تو یہ تضاد ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد دایاں دایاں اور بایاں بایاں ہی میں دکھائی دے گا۔ یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب شیشہ محدب ہو اور اس کی ہموار سطح آنکھ سے خارج ہونے والی دائیں طرف کی روشنی کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف ڈالے اور اگر محدب شیشہ کو اوپر کی طرف موڑ دیا جائے تو اس کا محدب پن عکس کو اوپر نیچے ظاہر کرے اور نیچے والی شعاعیں اوپر اور اوپر والی نیچے کی

ست کو چلیں۔

یہ سب دوسرے کے لیے اور تعاون کے سبب ہوتا ہے جو کہ اس تخلیق کے وقت خدا کے ذہن میں تھا جس کے تحت انھیں ممکنہ حد تک بہترین بنایا گیا اور وہ انھیں اپنے وزیر کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ زیادہ تر آدمیوں کا خیال ہے کہ وہ کسی دوسری نہیں بلکہ تمام اشیا سے بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ پھیل سکتی ہیں، گرم ہو سکتی ہیں، ٹھنڈی ہو سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایسا نہیں ہے، وہ عقل اور دانش سے بے بہرہ ہیں۔ صرف جو چیز موزوں ہے اور اس کا باقاعدہ ذہن ہے وہ دکھائی نہ دینے والی روح ہے۔ باقی آگ، پانی، مٹی اور ہوا ہر چند نظر آنے والی چیزیں ہیں۔ دانش اور علم کے پرستار نے سب سے پہلے فطرت کے اسباب کے بارے میں جاننا چاہا۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ان چیزوں کے بارے میں جو دوسری اشیا سے حرکت میں لائی جاتی ہیں اور دوسروں کو حرکت کرنے پر مجبور کرتی ہیں اور یہ وہ کام ہے جو ہمیں ضرور کرنا چاہیے۔ ہمیں دونوں اقسام کے اسباب کو تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن ہمیں امتیاز کرنا چاہیے ان میں جنھیں ذہن دیا گیا اور وہ ان اشیا کے کارکن ہیں جو اچھی اور بہتر ہیں اور ان میں جنھیں ذہانت سے محروم رکھا گیا اور وہ کسی منصوبے یا سوچ کے بغیر ہمیشہ مواقع پیدا کرتے ہیں۔ دوسری وہ چیز ہے جو آنکھ کو روشنی کی قوت دینے یا اس میں تعاون کرنے کا سبب ہے۔ یہ اب انھیں دی جا چکی ہے۔ اس بارے میں اب تک کافی کچھ کہا جا چکا ہے۔ اس لیے اب میں اس اعلیٰ مقصد اور چیز کے بارے میں بات کو آگے بڑھاؤں گا جن کے لیے خدا نے یہ ہمیں عنایت کی ہیں۔ بصارت میری رائے میں ہمارے لیے بڑے فائدہ کا ذریعہ ہے۔ اس کے بغیر ہم نے کبھی نہ ستارے دیکھے ہوتے نہ سورج، آسمان اور نہ ہی یہ الفاظ جو ہم نے کائنات کے بارے میں کہے ہیں، ایک لفظ بھی ان کے بارے کہا ہوتا، لیکن اب دن اور رات کے نظارے، اور مہینوں اور سالوں کی گردش سے اعداد نے جنم لیا ہے، جس سے وقت اور کائنات کی فطرت کے بارے میں جاننے کا خیال پیدا ہوا ہے، اس ذریعے سے ہم نے فلسفہ اخذ کیا ہے۔ اس سے زیادہ بہتر اور کوئی چیز نہ دی گئی اور نہ دی جائے گی، یہ بصارت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس لیے میں اس سے کم تر کی بات کیوں کروں۔ اگر عام آدمی کو اس نعمت سے محروم کر دیا جائے تو اپنے نقصان پر واویلا کرے گا لیکن تب یہ بے سود ہوگا۔ اس لیے مجھے اس بارے میں زیادہ کچھ

کہنے کی اجازت دیں۔ تاہم خدا نے بصارت پیدا کی اور اسے ہمیں آخر میں عطا کیا تاکہ ہم دنیا میں ذہانت کے اسباب سے منسلک رہیں اور انھیں اپنی ذہانت کے اسباب پر لاگو کریں جوان سے منسلک ہیں، اقرار والے کو بے اقرار سے۔ ہم سب کے فطری سچ کے بارے میں جاننے کے دوران شاید درست اسباب کی نقل کریں اور اپنے خیالات کو لاگو کریں۔ یہی کچھ شاید سننے اور بولنے کے بارے میں کہا جائے، یہ بھی خدا نے اسی سبب کے تحت انسان کو عطا کیے ہیں۔ یہ گفتگو کا اصولی اختتامیہ ہے۔ اسے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

مزید برآں، موسیقی جسے آواز میں پیدا کیا گیا اور اسے سننے کی ہمارے اندر حس پیدا کی گئی۔ ہم آہنگی جس کی حرکت روح سے ملتی جلتی ہے۔ یہ ہم آہنگی موسیقی میں پیدا کی گئی۔ اس بارے میں موسیقی کے جان نثاروں کا یہ کہنا کہ یہ غیر منطقی خوشی کا باعث ہے، اس ہم آہنگی سے متضاد ہے جو کہ ہمارے زمانے میں موسیقی کا مقصد خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کا مقصد اس تنازع کو حل کرنا ہے جو اس لحاظ سے روح کے اسباب کے باعث پیدا ہوسکتا ہو۔ یہ اس حوالے سے ہمارا ہم خیال ہوسکتا ہے۔ موسیقی میں ہم آہنگی کے علاوہ ربط بھی اسی سبب کے باعث پیدا کیا گیا۔ بے وقار اور غیر تسلسل وجوہات کی بنا پر جو کہ انسانوں میں عام پایا جاتا ہے، یہ ہمیں ان کے خلاف مدد دیتا ہے۔ اس لحاظ سے جو ہم کہہ رہے ہیں وہ تھوڑے فرق کے ساتھ یہ ہے کہ ذہانت کے کارنامے اب ہمارے ساتھ ہیں۔ اب ہمیں اپنی گفتگو میں ان اشیا کا ذکر چاہیے جو نظریہ ضرورت کے تحت وجود میں آئیں۔ جیسا کہ تخلیق ذہن اور ضرورت کا آمیزہ ہے۔ ذہن جو کہ حکمرانی کرنے والی قوت ہے اُس نے ضرورت کو راضی کیا کہ تخلیق کی گئی اشیا کا بڑا حصہ مکمل کیا جائے۔ اس طرح اس نظریہ کے تحت ابتدا کے بعد اس سبب کے تحت کائنات تخلیق کی گئی۔ لیکن اگر کوئی یہ بتائے کہ یہ کام کس طرح مکمل ہوا تو اسے دوسرے اسباب کے حوالے سے ان کے اثرات کو بھی اپنی بحث میں شامل کرنا چاہیے۔

اب ہمیں واپس اپنی گفتگو کو دوبارہ آغاز کی جانب لے جانا چاہیے۔ اس لحاظ سے ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ دنیا کی تخلیق سے قبل آگ، پانی، مٹی اور ہوا کی کیا صورت اور فطرت تھی، ان کی اس حالت کے بارے میں ابھی تک کسی نے کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی یہ وضاحت کی

ہے کہ ان کی تخلیق کا کیا طریقہ تھا۔ ہم آگ کے بارے میں بات کرتے ہیں اور دوسری چیزوں کے بارے میں بھی، اس سے کچھ بھی مراد ہو اگرچہ آدمیوں کو ان کے بارے میں علم ہے اور ہم انھیں پہلے اصول اور سب عناصر کے حرف کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ جب کوئی آدمی پہلے مرکب یا حروف تہجی سے ان کا موازنہ نہیں کر سکتا، تو مجھے کہنے دیں کہ میں پہلے اُصول یا اُصولوں کے بارے میں بات نہیں کروں گا، انھیں خواہ کوئی بھی نام دیا جائے، اس بنا پر کہ اسی طرح میرے لیے اپنی گفتگو کو آگے بڑھانا مشکل ہوگا جو ہم اس وقت کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ تصور نہ کریں جو میں خود تصور میں نہ لاؤں۔ مجھے اس مشکل اور اہم کام کے بارے میں عہد کرنے میں حق بجانب ہونا چاہیے۔ جو کچھ میں نے ابتدا میں قیاس کے بارے میں کہا اسے ذہن نشین کرتے ہوئے میں اپنی کوشش کروں گا کہ اس کی جس قدر ممکن ہو وضاحت کروں، بلکہ زیادہ احتمال ہے کہ میں اب آغاز کی طرف جاؤں گا اور ہر چیز کے بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایک بار پھر اپنی گفتگو کے آغاز پر میں نے خدا سے استدعا کی تھی کہ وہ ہمیں عجیب اور فضول سوالوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں قیاس کی جائے امن میں رکھے۔ اب آیئے دوبارہ اس کہانی کا آغاز کریں۔

ہماری اس کائنات کے بارے میں نئی بحث پہلی سے زیادہ توجہ طلب ہوگی۔ پہلے ہم نے دو اقسام کی بات کی، اب تیسری کا انکشاف ہمارے لیے لازم ہے۔ پہلی دفعہ کے لیے دو کافی تھیں ایک جسے ہم نے قابل فہم نمونہ فرض کیا اور یہ ہمیشہ ویسا ہی رہتا ہے۔ دوسری اس نمونے کی نقل تھی، پیدا کردہ اور دکھائی دینے والی۔ ایک تیسری قسم بھی ہے جس کا اس وقت امتیاز نہیں کیا گیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ دو اقسام ہی کافی ہوں گی۔ لیکن اب بحث اس بات کی متقاضی ہے کہ تیسری قسم کو زیر بحث لایا جائے، جو مبہم اور وضاحت کرنے میں مشکل ہے۔ اس تیسری قسم سے ہمیں کس قسم کی فطرت منسوب کرنا ہے۔ ہمارا جواب ہے کہ یہ مسکن ہے ایک طرح سے تمام مخلوق کی تیماردار (نرس)۔ میں نے سچ بیان کیا ہے لیکن مجھے زیادہ صاف الفاظ میں اپنی بات کو بیان کرنا چاہیے۔ یہ کئی بنا پر تھکا دینے والا کام ہوگا، بالخصوص اس لحاظ سے کہ میں پہلے آگ اور دوسرے سب عناصر کے بارے میں مختلف سوال کروں گا اور یہ اعادہ کروں گا کہ ان میں سے ہر کوئی کیا ہے۔ کہنے کے لحاظ سے کہ کسی قیاس یا یقین کے ساتھ کہ ان میں سے کس کو آگ کی بجائے پانی

کہا جائے اور ان میں یہ کسے کہا جائے یا سب کو، یا ان سب میں سے کسی ایک کو یہ ایک مشکل کام ہے۔ تب ہمیں یہ معاملہ کس طرح حل کرنا ہے اور کون سے سوالات اجزا کے بارے میں بہتر طور پر اُٹھائے جانے چاہئیں۔

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے ہم نے ابھی پانی کا نام دیا، جس سے میں فرض کرتا ہوں کہ پتھر اور زمین بن جاتا ہے اور یہ عنصر جب پگھلایا اور منتشر کیا گیا تو یہ بخارات اور ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ جب جلایا گیا تو آگ بن گیا اور پھر آگ بن گیا جب اسے جما گیا اور اسے جلایا گیا۔ ایک بار پھر ہوا کے عمل سے گزارا گیا تو یہ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ ایک بار پھر جب دوبارہ ہوا کو اکٹھا کر کے گاڑھا کیا گیا تو اس سے بادل اور نمی پیدا ہوئی۔ اس کو مزید گاڑھا کیا گیا تو اس سے پانی بن گیا۔ پانی سے دوبارہ مٹی اور پتھر بن گیا۔ اس طرح ایک نسل دوسری نسل میں تبدیل ہونے کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہتا دکھائی دیتا ہے۔ تب، جیسا کہ کئی عناصر ایک شکل میں ظاہر نہیں ہوتے، تو کس طرح کوئی یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی، خواہ کوئی ایک لے لیں، دوسری کی بجائے ایک ہی چیز ہے۔

کسی کے لیے بھی اس بارے میں گفتگو کرنے کا اس سے زیادہ محفوظ منصوبہ اور نہیں ہو سکتا جتنا کہ مندرجہ ذیل ہے۔ ہر وہ چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ مسلسل تبدیل ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر آگ۔ ہمیں اسے ''یہ'' یا ''وہ'' نہیں کہنا چاہیے بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ اس فطرت کی حامل ہے۔ نہ کہ پانی کے بارے میں کہیں کہ یہ ہے بلکہ ہمیشہ اس طرح کا کہیں۔ نہ ہی ہمیں ایسی چیزوں کے لیے ''یہ'' یا ''وہ'' کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن میں کوئی استحکام ہو۔ ہم کسی ایسی چیز کے بارے میں فرض کرتے ہیں جو تیزی سے اپنی شکل بدل لیتی ہو اور اسے ''یہ'' ''وہ'' یا ''اس سے متعلقہ'' بات کرنے کے طریقہ میں بند نہ کیا جا سکے جو اپنے آپ کو مستقل قرار دیتا ہو۔ ہمیں کسی ایسی چیز کو، جو اپنی حالت تبدیل کر لے اس کے لیے یہ استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے لیے ''اس جیسی'' کا استعمال کرنا چاہیے، جو ان سب کے لیے ایک جیسا اُصول بیان کرتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ چیز آگ کہلائے گی جس کی ہمیشہ ایسی فطرت ہوگی۔ ایسا ہی ہر اس چیز سے ہوگا جس کی نسل ہوگی۔ وہ جس میں عناصر پرورش پاتے ہوں، ظاہر ہوں اور فنا ہوں صرف اسے ''یہ'' یا

''وہ'' کہا جائے گا۔ لیکن وہ جو یقینی فطرت ہے۔ گرم یا سفید یا کوئی چیز جس کی مخالف خصوصیات کو تسلیم کرے اور وہ تمام اشیا جو اپنے آپ میں مرکب ہوں ان کو اس طرح نام نہیں دیا جانا چاہیے۔ مجھے اپنے معنی مزید واضح کرنے کے لیے ایک اور کوشش کرنے دیں۔ فرض کریں کہ ایک آدمی سونے کی تمام شکلیں اور ایک شکل کو ہمیشہ دوسری میں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ کوئی آدمی ان میں ایک کی طرف اشارہ کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اس کا اطمینان بخش ترین اور درست ترین جواب یہ ہوگا کہ یہ سونا ہے نہ کہ اسے مثلث کہا جائے گا یا کسی اور شکل کا نام دیا جائے گا جو کہ سونے سے تیار کی گئی ہے۔ اگر وہ موجود ہیں لیکن چونکہ وہ جس وقت سوال کر رہا ہے اس وقت یہ ایک سے دوسری شکل میں بدلنے کے عمل میں ہے لیکن اگر سوال پوچھنے والا ''اس جیسا'' کا جواب لینے کو تیار ہو تو ہم اس سے زیادہ مطمئن ہوں گے۔ یہی دلائل کائناتی فطرت پر صادر آتے ہیں جو تمام اجسام کو حاصل کرتی ہے۔ انھیں ہمیشہ یکساں کیا جانا چاہیے کیونکہ تمام چیزیں حاصل کرنے کے باوجود وہ اپنی فطرت سے علیحدہ نہیں ہوتی اور ایک لمحہ کے لیے بھی کسی اس چیز کی شکل اختیار نہیں کرتی جو اس میں داخل ہوتی ہے۔ یہ تمام چیزوں کی قدرتی وصول کنندہ ہے اور اس میں آنے والی چیزوں سے ہلتی ہے اور خبردار ہوتی ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً مختلف دکھائی دیتی ہے۔ لیکن وہ اقسام جو اس میں داخل ہوتی ہیں یا باہر نکلتی ہیں وہ اصل قسم کی طرح رہتی ہیں جو کہ حیران کن اور غیر تحلیل ہونے کے انداز میں اپنا وجود برقرار رکھتی ہیں۔ اس کے بعد اب ہم اس بارے میں تحقیق کریں گے۔ اس وقت ہم نے صرف تین فطرتوں کے بارے میں جاننا ہے۔ پہلی یہ کہ پیدائش کا عمل کیا ہے۔ دوسری یہ کہ پیدائش کس میں ہوتی ہے، تیسری اور آخری یہ کہ کیا جس میں چیز پیدا ہوتی ہے اس سے اس چیز کی مماثلت ہوتی ہے؟

ہم پیدائش کے عمل میں ماں کے وصول کرنے کے اُصول کو لیں گے اور اس کا منبع یا تخم باپ ہوگا اور درمیانی فطرت وہ بچہ ہے جو دونوں کے ملاپ سے ہوتا ہے۔ ہم اس بارے میں بات کو مزید آگے بڑھائیں گے۔ اگر مادہ نے ہر قسم کی شکل اختیار کرنی ہے تو وہ چیز جس میں قالب کو بنایا گیا ہے وہ پوری طرح تیار نہیں کیا گیا ہوگا، جب تک یہ بے شکل نہ ہو اور ان تمام صورتوں کے اثرات سے آزاد نہ ہو جو کہ اس نے حاصل کرنا ہیں۔ اگر مادہ ناگہانی شکل میں ہو۔ تب جب بھی

اس پر مختلف یا متضاد فطرت کا اثر ہوگا اس پر بُرے اثرات مرتب ہوں گے۔ کیونکہ یہ اسے اپنی شکل دے دے گا۔ جس نے ہر شکل اختیار کرنی ہے اس کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوگی۔ جیسا کہ عطر کی تیاری کے دوران اس مائع چیز کو جس نے خوشبو پیدا کرنی ہے وہ ہر ممکن حد تک بغیر خوشبو کے ہوگی۔ یا وہ جو نرم چیز پر اثر پیدا کرنا چاہیں وہ کوئی پہلا اثر اس پر نہیں چھوڑتے۔ لیکن اس چیز کی سطح کو ہر ممکن حد تک برابر ہموار اور صاف بناتے ہیں۔ اسی طرح جس نے دائمی اور اس کی ہر قسم کی خصوصیات حاصل کرنا ہے، اس کی کوئی خاص شکل نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ماں اور تمام ظاہر چیزوں کو قبول کرنے والی چیز کو مٹی، ہوا، آگ اور پانی نہ کہا جائے یا ان کے کسی مرکب یا کسی عناصر جن سے یہ اخذ کیے گئے ہیں لیکن یہ ہر چیز قبول کرنے کے باعث بے شکل اور دکھائی نہ دینے والی چیز ہوگی۔ ایک خاص پُراسرار طریقے سے یہ قابلِ فہم انداز میں اس عمل میں حصہ لیتی ہے۔ یہ کہنے میں ہم غلطی پر نہ ہوں گے کہ اس بحث سے جو ہم نے کی ہے اور اس بارے میں علم حاصل کیا ہے کہ آگ فطرت کا وہ حصہ ہے جو وقتاً فوقتاً جلایا جاتا ہے اور پانی اس کا وہ حصہ ہے جسے نمدار بنایا جاتا ہے۔ مادہ چیز ہوا اور مٹی بن جاتی ہے جیسا کہ وہ ان کے اثرات کو قبول کرتی ہے۔ آیئے۔ اس سوال پر مزید اختصار سے غور کریں۔ کیا ایسی آگ ہے جو خود بخود وجود میں آئی ہو اور وہ تمام اشیا جنھیں ہم خود بخود وجود میں آنے والی کہتے ہیں، ان کا وجود ہوتا ہے یا صرف وہی اشیا ہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں یا کسی وجہ سے جسمانی حصوں سے حاصل کرتے ہیں جو درحقیقت موجود ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں یا وہ جسے ہم قابلِ فہم چیز کہتے ہیں وہ ایک نام کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اب ایک سوال ہے جسے ہمیں بغیر حل کیے نہیں چھوڑنا چاہیے اور نہ ہی ہمیں اس بات کی اعتماد کے ساتھ تصدیق کرنی چاہیے کہ اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہمیں اپنی اس طویل گفتگو میں اسی طوالت کا کوئی موضوع شروع کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی بڑا اُصول چند الفاظ میں وضع کرنا ممکن ہو تو یہی ہمارا مقصد ہے۔

میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتا ہوں۔ اگر ذہن اور سچی رائے دو مختلف اقسام ہیں تب میں کہتا ہوں کہ ایسے خود پیدا ہونے والے خیالات ہیں جو عقل کے تابع نہیں ہوتے اور صرف ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سچی رائے کسی بھی طور پر ذہن سے

مختلف نہیں ہوتی۔اس طرح جو چیز ہم جسم کے ذریعے حاصل کرتے ہیں اسے اصل حقیقی اور یقینی کیا جائے گا۔لیکن ہمیں رائے اور ذہن کے مختلف ہونے کی تصدیق کرنی چاہیے۔ان دونوں کا منبع مختلف ہے۔اس کے علاوہ ان کی فطرت بھی مختلف ہے۔ایک کو ہم میں ہدایت کے ذریعے پیدا کیا گیا اور دوسرے کو رغبت کے ذریعے پیدا کیا گیا۔ایک ہمیشہ سچے سبب کے ساتھ وجود میں آتی ہے جبکہ دوسری بغیر سبب کے۔ایک کو رغبت کے ذریعے مغلوب نہیں کیا جا سکتا جبکہ دوسری کو کیا جا سکتا ہے۔آخر میں ہر آدمی کا بچی رائے میں حصہ بتایا جاتا ہے جبکہ ذہن دیوتاؤں اور صرف چند آدمیوں سے منسوب ہے۔ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وجود کی ایک قسم ہے جو ہمیشہ غیر تخلیق شدہ اور فنا کے عمل سے مبرا ہے اور یہ ہمیشہ ایک سی رہتی ہے۔نہ یہ کسی سے کچھ حاصل کرتی ہے اور نہ خود کسی دوسری میں داخل ہوتی ہے۔لیکن یہ دکھائی نہ دینے والی کسی حس سے معلوم نہیں کی جا سکتی۔اس کی سوچ صرف فہم وفراست کو تفویض کی گئی ہے۔اسی نام کی ایک اور فطرت بھی اس کے ساتھ موجود ہے جسے عقل سمجھتی ہے اور یہ ہمیشہ حرکت میں پیدا ہوتی ہے۔یہ ایک جگہ موجود ہوتی ہے اور پھر اس جگہ سے غائب ہو جاتی ہے، جسے رائے اور عقل سمجھتی ہے۔ایک تیسری فطرت ہے جو کہ خلا ہے۔یہ ابدی ہے اور فنا کے عمل سے مبرا ہے اور تمام مخلوقات کے لیے مسکن فراہم کرتی ہے۔اسے ایک قسم کی مصنوعی عقل سے سمجھا جا سکتا ہے یہ مشکل سے حقیقی ہے۔اُس طرح کی جس طرح کی ہم خواب میں محسوس کرتے ہیں۔وجود کے حوالے سے جو کہ کسی بھی چیز کا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ایک جگہ ہو اور وہ خلا پُر کرے۔لیکن وہ جو نہ تو آسمان میں ہے اور نہ ہی زمین پر اس کا کوئی وجود ہے۔اس طرح کی چیزوں کا جن کا حقیقی فطرت سے تعلق ہو، کے بارے میں ہماری خواب کی مانند حس ہوتی ہے۔اس بارے میں ہم سچ جاننے سے قاصر ہیں۔ایک عکس کا اس حقیقت سے کوئی تعلق نہیں جس سے اس کا نمونہ لیا گیا ہے اور اس کا وجود کسی دوسری چیز کے متحرک سایہ کی مانند ہے جسے دوسرے سے منسوب کیا جائے۔یہ وجود کو برقرار رکھے ہوئے ایک طریقے سے یا دوسرے سے، فطرت کو سچ ہونے کے ناطے سرخرو کرتے ہوئے یہ اسے برقرار رکھتا ہے جبکہ دو چیزیں [عکس اور خلا] مختلف ہیں۔ان میں ایک دوسری میں قائم نہیں ہو سکتی یا دونوں ایک ہی وقت میں وجود میں نہیں آسکتیں۔

اس طرح میں نے اپنے خیالات کا نتیجہ دے دیا ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ہونا (وجود) اور خلا اور پیدائش ـــــ تینوں آسمان کے بننے سے قبل اپنے اپنے طریقے سے وجود میں آئے۔ مخلوق کی دایہ کو پانی سے نمدار کر کے آگ سے جلایا گیا تو اس نے زمین (مٹی) اور ہوا کی شکل اختیار کر لی۔ اس نے ان تمام چیزوں کا تجربہ کیا جو ان کے ساتھ شامل تھیں۔ یہ ایسی قوتوں کا سر چشمہ ہونے کے باعث، جو کہ نہ تو ایک سی تھیں اور نہ ہی متوازن، یہ کبھی بھی حالت سکون میں نہ تھیں بلکہ ادھر اُدھر غیر برابر طریقے سے جھول رہی تھیں۔ کبھی انھیں ہلاتی اور کبھی ان سے ہلائی جاتی تھیں۔ اس کے عناصر جب حرکت کرتے تو وہ علیحدہ ہو جاتے جن میں سے کچھ کو ایک طرف اور کچھ کو دوسری طرف لے جایا جاتا، اسی طرح جب اناج پنکھوں اور دوسرے آلات کے ذریعے ہلایا جاتا ہے اور دھنا جاتا ہے جو کہ اناج کی دھنائی میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ قریبی اور بھاری ذرّوں کو دور ایک طرف اُڑا کر پھینک دیتا ہے اور ہلکے چھوٹے ذرّوں کو دوسری طرف پھینک دیتا ہے۔ اس طریقے سے چاروں اقسام یا عناصر کو کسی ظرف میں ڈال کر ہلایا اور دھنائی والی مشین کی طرح سے ایک دوسرے سے مختلف عناصر کو دور فاصلے پر بکھیر دیا اور ایک جیسے عناصر کو قریب ترین آنے پر مجبور کیا۔ اس لیے مختلف اجزا کائنات کی تشکیل سے قبل مختلف جگہوں پر تھے۔ پہلے وہ سب بغیر سبب اور پیدائش کے تھے لیکن جب دنیا نے ایک ترتیب میں آنا شروع کر دیا تو آگ، پانی، مٹی اور ہوا کا اپنا بہت ہی معمولی نشان تھا۔ یہ سب اس طرح تھے کہ خدا کی عدم موجودگی میں ہر چیز کے وجود کی توقع کی جا سکتی تھی۔ یہ میں کہتا ہوں کہ اُن کی اُس وقت فطرت تھی۔ آئیں ہم سب اس بات کا اعتراف کریں کہ خدا نے انھیں ہر ممکن حد تک بہترین شکل میں پیدا کیا، ان چیزوں میں سے جو کہ اچھی اور عمدہ نہ تھیں۔ میں اب آپ کو ان کے بارے میں ایک غیر فہم بحث کے لیے بتانے کی کوشش کروں گا جو کہ میں استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات کو سمجھ جائیں گے۔ کیونکہ آپ کی تعلیم نے آپ کو سائنس کے طریقوں سے روشناس کیا ہے۔

پہلی بات جو کہ سب پر ثابت ہے کہ آگ، مٹی، پانی اور ہوا اجسام ہیں اور ہر قسم کا جسم ٹھوس حیثیت رکھتا ہے۔ ہر ٹھوس چیز کی ایک سطح ہوتی ہے اور ہر مستقیم سطح کی شکل مثلث پر مشتمل ہوتی ہے اور تمام مثلثیں بنیادی طور پر دو اقسام کی ہیں۔ یہ دونوں ہی ایک سیدھے اور دو زاویہ حادہ

پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کی اساس دائیں زاویہ کے نصف کے برابر ہوتی ہے جبکہ دوسری کا دایاں زاویہ غیر مساوی حصے میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس کی اطراف بھی غیر یکساں ہوتی ہیں۔ تب اس قیاس اور مظہر کے اشتراک سے بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم فرض کرتے ہیں کہ بنیادی عناصر آگ اور دوسرے اجسام سے بنا ہوگا۔ لیکن اس سے قبل کے اُصولوں کے بارے میں خدا جانتا ہے اور آدمیوں میں وہ جو خدا کا دوست ہے۔ اس کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ چار خوبصورت ترین اجسام کون سے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں بعض ایک دوسرے میں حل ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ دریافت ہو جانے کے بعد ہمیں زمین (مٹی) اور آگ کی اصل بنیاد اور ان کے تناسب اور درمیانی عناصر کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ تب ہم اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ ان سے زیادہ بہتر نظر آنے والے کوئی اور مختلف اجسام موجود ہیں۔ اس لیے ہمیں ان اجسام کی چار اقسام بنانے کی کوشش کرنی چاہیے جو خوبصورتی میں اعلیٰ ترین ہوں۔ اس کے بعد ہم یہ کہنے کے قابل ہوں گے کہ ہم نے ان کی فطرت کے بارے میں کافی کچھ سمجھ لیا ہے۔ اب دو مثلثوں کے بارے میں، ان میں ایک جیسی اطراف والی مثلث کی صرف ایک ہی قسم ہے جبکہ غیر یکساں سمتوں کی مثلثوں کی لامحدود قسمیں ہیں۔ لامحدود اقسام سے ہمیں خوبصورت کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے ایک باقاعدہ ترتیب کے مطابق معاملے کو آگے بڑھانا ہے تو جو کوئی ہمارے مقابلے میں ان اجسام کی بناوٹ میں زیادہ خوبصورت قسم کی نشان دہی کرے، وہ انعام پائے گا۔ ایک دشمن کی حیثیت سے اور ایک ہمارے دوست کی حیثیت سے۔ اب ایک قسم جسے ہم دوسروں سے زیادہ خوبصورت مثلث کی قسم کہتے ہیں (دوسروں کے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں) وہ ہے جس کی دوہری قسم تیسری مثلث بناتی ہے جس کی تمام اطراف برابر ہوں گی۔ اس کی وجہ بیان کرنا طویل کام ہوگا، وہ جو اس کی تصدیق نہ کرے، جو ہم کہہ رہے ہیں اور بتائے کہ ہم غلط کہہ رہے ہیں وہ دوستانہ طور پر فتحیاب ہونے کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ آئیں اب دو مثلثوں کا انتخاب کریں، جن میں سے آگ اور دوسرے عناصر بنائے گئے ہیں۔ ایک برابر اطراف والی اور دوسری ایسی مثلث جس کی لمبی طرف کا مربع چھوٹی طرف کے تین مربع کے برابر ہو۔

اب یہ وضاحت کرنے کا مناسب وقت ہے کہ مباحث سے قبل کہا گیا تھا۔ یہ فرض کر لینا غلط تھا کہ چاروں عناصر ایک دوسرے سے پیدا کیے گئے ہوں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ فرض کر لینا غلط تھا کیونکہ یہ مثلثوں سے بنائے گئے ہیں، جن کی ہم نے چار اقسام کا انتخاب کیا ہے۔ تین مثلثیں ایک میں سے جن کی اطراف برابر نہیں تھیں اور چوتھی وہ جو ایک جیسی اطراف رکھنے کے باعث ایک ہی تھی۔ اس بنا پر وہ سب ایک دوسری میں حل نہیں کی جاسکتیں۔ چھوٹے کئی اجسام چند ایک بڑوں کے ساتھ اکٹھے جا رہے ہوں یا اس کے برعکس معاملہ ہو۔ لیکن ان میں سے تین کو اس طرح ایک دوسری میں ملایا جاسکتا ہے کیونکہ وہ سب ایک ہی سے بنتے ہیں۔ جب بڑے اجسام توڑے جاتے ہیں تو ان میں چھوٹے کئی جسم بنتے ہیں جن کی اپنی باقاعدہ شکل ہوتی ہے یا اس بات کو اس طرح دہرایا جاسکتا ہے کہ جب کئی چھوٹے اجسام کو ان کی مثلثوں میں حل کیا جائے اور اگر وہ ایک بن جائیں تو اس سے ایک مختلف قسم کا بڑا جسم بنے گا۔ اس لحاظ سے یہ اجسام ایک دوسرے میں بڑی حد تک حل ہو جاتے ہیں۔ اب مجھے ان کی کئی اقسام کے بارے میں بتانا پڑے گا اور یہ ظاہر کرنا پڑے گا کہ ان میں سے کس نمبر کا کس کے ساتھ ملاپ ہوا تھا۔ ان میں پہلی بناوٹ سادہ اور چھوٹی ہوگی اور اس کا جزو وہ مثلث ہوگی جس کا وتر اس کی چھوٹی ترین سمت سے دوگنا ہوگا۔ جب اس طرح کی دو مثلثیں قطر پر ملائی جاتی ہیں اور یہ عمل تین بار دہرایا جاتا ہے اور ان مثلثوں کا قطر اور چھوٹی سمت ایک مرکز کے طور پر ایک ہی نقطہ پر ہو تو اس سے چھ مثلثوں میں سے ایک مثلث بنے گی جس کی تمام اطراف کی لمبائی برابر ہوگی۔ اسی طرح اگر برابر لمبائی کی حامل چار ایسی مثلثوں کو اکٹھا کیا جائے جن کے ہر تین برابر زاویوں سے ایک مستحکم زاویہ بنے، تو یہ مستحکم زاویہ وہ ہوگا جو کہ ان تین برابر زاویوں میں سے کم نوک والا ہوگا۔ ان چار زاویوں کے ملاپ سے پہلی ٹھوس قسم بنتی ہے جو اس دائرے کو جس میں یہ قسم بنتی ہے برابر حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ ٹھوس کی دوسری قسم ان آٹھ برابر مثلثوں کے ملنے سے بنتی ہے جن کے چار برابر زاویے ایک ٹھوس زاویہ بناتے ہیں۔ ایسے ہی چھ زاویوں سے دوسرا جسم مکمل ہوتا ہے۔ تیسرا جسم 120 مثلثوں سے مل کر بنتا ہے جس کے بارہ ٹھوس زاویے ہوتے ہیں۔ ان میں ہر ایک زاویے میں پانچ برابر زاویوں والی مثلثیں بنتی ہیں۔ اس طرح ان کے مجموعی طور پر بیس اساس ہوں گے جس میں سے ہر ایک متساوی

الاضلاع مثلث بنتا ہے۔ ایک جزو (جو کہ وہ مثلث ہے جس کا وتر اس کی چھوٹی سمت سے دوگنا ہے) یہ شکلیں بنانے کے علاوہ اور کوئی شکل نہیں بناتا، لیکن ایک جیسی اطراف پر مشتمل مثلث چوتھی بنیادی شکل بناتی ہے جو چار ایسی مثلثوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے دائیں زاویے ایک مرکز میں ملتے ہیں۔ ان سے ایک برابر زاویے اور اطراف والی ایک شکل بنتی ہے، ان میں سے چھ آٹھ ٹھوس زاویے بناتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تین برابر دائیں زاویوں سے بنتی ہے۔ اس طرح بننے والی شکل مکعب ہوگی۔ جس کے چھ برابر اساس ہوں گے۔ ایک اور پانچواں ملاپ بھی ہے جسے خدا نے کائنات کی تشکیل میں استعمال کیا۔

اب وہ جو کوئی ان تمام کو مدنظر رکھ کر یہ سوال کرے کہ دنیا اعداد کے لحاظ سے محدود ہے یا لامحدود۔ اس کی رائے یہ ہوگی کہ لاتعداد ہونے کا خیال ایک افسوسناک لامحدودیت میں الجھے ذہن کی پیداوار ہے۔ تاہم وہ جو یہ سوال اٹھائے کہ یہ ایک ہے یا پانچ، اس کا مناسب زیادہ مناسب ہوگا۔ قیاس پر بحث کرتے ہوئے میری رائے یہ ہے کہ وہ درحقیقت ایک ہیں، کسی دوسرے نقطہ نظر سے سوال کسی دوسرے ذہن کی اختراع ہوگی لیکن اس تحقیق کو چھوڑ کر آئیں بنیادی اقسام کی تقسیم کے معاملے پر بحث کریں جو کہ چار اجزا میں سے اس وقت نیا تخیل پیدا ہوا ہے۔ آئیں زمین کو مکعب شکل قرار دیں، کیونکہ یہ تمام چاروں اجزا میں سے حرکت نہ کر سکنے والا سب سے زیادہ پلاسٹک والا جسم ہے۔ ایسا جسم جس کی زیادہ مستحکم اساس ہوا، اس کے لیے اسی فطرت کا حامل ہونا ناگزیر ہے۔ اب اس مثلث کے بارے میں بات کرتے ہیں جو ہم نے سب سے پہلے فرض کی تھی۔ ان میں سے وہ مثلث جس کی دو اطراف برابر ہوں وہ اس مثلث سے زیادہ مستحکم اساس کی حامل ہوگی جس کی اطراف غیر برابر ہوں اور مرکب اشکال جو مثلث کی کسی بھی قسم سے بنی ہوں سطحی ایک جیسے زاویوں پر مشتمل چکور برابر زاویوں پر مشتمل مثلث سے زیادہ مستحکم اساس کی حامل ہوگی، دونوں حصوں میں اور مکمل بھی، یہ شکل زمین کے لیے تفویض کرنے کے بعد ہم پانی کو وہ باقی بچنے والی شکل تفویض کریں گے جو کہ کم ترین حرکت پذیر ہے۔

ان میں سے سب سے زیادہ حرکت پذیر شکل آگ کو اور درمیانی شکل ہوا کو تفویض کی گئی۔ ہم نے آگ کو چھوٹے اور پانی کو بڑے اور ہوا کو درمیانے جسم تفویض کیے۔ دوبارہ آگ کو

تیز ترین، ہوا کو دوسرے درجے اور پانی کو تیسرے درجے کے جسم تفویض کیے گئے۔ ان تمام اجزا میں سے جس کی چند اساس ہوں، اس کا سب سے زیادہ حرکت پذیر ہونا ناگزیر ہے۔ یہ ہر لحاظ سے تیز اور زیادہ جاذب اور چھوٹے ذرّے پر مشتمل ہونے کے ناطے سب سے زیادہ ہلکا ہونا چاہیے۔ دوسرا جسم دوسرے درجے کی تمام صفات کا حامل ہوگا اور اسی طرح تیسرے درجے کا جسم تیسرے درجے کی صفات کا حامل ہوگا۔ آئیں اس بات پر رضامندی کا اظہار کریں کہ دونوں قیاس اور سبب کے لحاظ سے مخروط ٹھوس ہیں جو کہ اصل جز اور آگ کا بیج ہے۔ آئیں اس کے بعد آنے والے اجزا کو تفویض کریں جو کہ پانی اور ہوا بننے میں استعمال ہوئے۔ ہمیں ان اجزا کو اس قدر چھوٹا خیال کرنا چاہیے کہ ان چاروں اقسام کا کوئی ایک ذرّہ بھی ہمیں ان کے اپنے بہت چھوٹے ہونے کے باعث نظر نہ آ سکتا ہو۔ لیکن جب ان میں سے بہت سارے اکٹھے ہو جائیں تو وہ نظر آ سکتے ہیں۔ ان کی تعداد، حرکات اور دوسری خصوصیات کو خدا نے جس حد تک اور جہاں تک ناگزیر طور پر انھیں آزادی دی یا رضامندی دی ایک خاص تناسب میں ہم آہنگی کے حامل اور مکمل ہیں۔

اس ساری بحث سے، جو بھی ہم نے اجزا یا ان کی اقسام کے بارے میں کی ہے، اس کا حقیقت کے قریب ترین قیاس اسی طرح ہے: زمین (مٹی) جب آگ سے ملتی ہے اور اپنی تیزی کے باعث اسے تحلیل کر دے، آیا یہ تحلیل آگ میں ہو، پانی یا ہوا میں، ادھر اُدھر پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال اس کے حصے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ان میں باہمی ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے باعث یہ دوبارہ مٹی بن جاتی ہے۔ وہ کبھی کوئی شکل اختیار نہیں کر سکتے۔ لیکن پانی کو جب آگ یا ہوا تقسیم کرے تو دوبارہ بننے کے عمل میں ہو سکتا ہے یہ ایک حصہ آگ اور دو حصے ہوا بن جائے۔ ہوا کا ایک واحد حجم جب تقسیم ہو تو یہ آگ کے دو حصے بن جائے۔ مزید برآں جب آگ کے چھوٹے جسم کو ہوا پانی یا مٹی میں رکھا جاتا ہے، اگر یہ دونوں متحرک ہوں اور آگ کی جدوجہد پر غلبہ پا لیا جائے تو اس صورت میں آگ کے دو حصوں سے ہوا کا ایک حصہ بنتا ہے۔ جب ہوا پر قابو پا لیا جاتا ہے اور اسے چھوٹے حصوں میں کاٹ دیا جاتا ہے تو ہوا کے اڑھائی حصے کثیف ہو کر پانی کا ایک حصہ بناتے ہیں۔ آئیں معاملے پر دوسرے انداز میں غور کریں۔ جب کسی دوسرے جز پر

آگ کو لگایا جاتا ہے اور اُسے اس کے زاویوں اور اطراف کی تیزی سے کاٹا جاتا ہے تو یہ آگ کے ساتھ مل جاتی ہے اور پھر مزید کاٹنے کا عمل رک جاتا ہے۔ کوئی جزو جو کہ یکتا ہے تبدیل نہیں ہو سکتا یا لیکن جب تک تبدیلی کا عمل جاری رہے، کمزور طاقتور کے خلاف نبرد آزما ہے۔ اس طرح توڑ پھوڑ کا عمل جاری رہتا ہے۔ مزید برآں بڑے ذرّات میں شامل چھوٹے ذرّات کا توڑ پھوڑ کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ عمل اس وقت رُکتا ہے جب وہ فاتح فطرت سے گزرنے پر تیار ہو جائیں۔ اس سے آگ ہوا اور ہوا پانی بن جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی دوسرے قسم کے اجسام ان پر حملہ آور ہو جائیں [یعنی چھوٹے ذرّات] تو یہ حملہ آور ہونے والے ذرّات اسی وقت جلتے رہتے ہیں جب تک وہ پوری طرح واپس نہ دھکیل دیے جائیں یا منتشر ہو جائیں۔ یہ ذرّات اپنا تحفظ خود اپنے طریقے سے کرتے ہیں۔ وہ اس جگہ رہتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں اور اپنے فاتح کے ساتھ رہتے ہیں، بہت ساروں سے ایک میں بدل جاتے ہیں۔ ان خصوصیات کے حامل ہونے کے ناطے تمام چیزیں اپنی جگہ بدل رہی ہیں۔ موصولہ چیز ہونے کے ناطے ہر قسم کے زیادہ تر حصے کو اس کی موزوں جگہ پر پہنچا دیا جاتا ہے، لیکن وہ چیزیں جو آپس میں مختلف اور دوسروں کی مانند ہو جائیں وہ ان کی مطابقت رکھنے والی جگہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

اب تمام ابتدائی اور نہ ملے ہوئے اجسام ان اسباب کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں۔ بڑی اقسام میں شامل ماتحت اقسام اصل دو مثلثوں کی بناوٹ کے تنوعات سے منسوب کی جائیں گی۔ ان میں کوئی بھی بناوٹ صرف ایک ہی قسم کی مثلث نہیں بناتی بلکہ کچھ بڑی اور کچھ چھوٹی مثلثیں بناتی ہیں۔ ان کے اتنے ہی سائز ہیں جتنے کہ چار عناصر کی اقسام ہیں۔ تاہم وہ آپس میں ملا دی جائیں اور ایک دوسری کے ساتھ بھی تو اس سے ان کی لاتعداد گونا گونی بن جاتی ہے جن کے بارے میں وہ جو فطرت کے ممکنہ سچ تک پہنچ جائے، وہ پوری طرح غور کر سکتا ہے۔

جب تک ایک شخص کو فطرت اور سکون و حرکت کی حالتوں کے بارے میں علم نہ ہو اس وقت تک وہ اُس بحث کو سمجھنے میں مشکلات کا شکار رہے گا جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اس بارے میں پہلے ہی بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور کچھ باقی ہے، جس کے بارے میں اب کہا جائے گا۔ حرکت کبھی بھی یکساں نہیں رہتی۔ یہ جاننے کے لیے کہ کوئی چیز حرکت پیدا کرنے والے جسم

کے بغیر حرکت کر سکتی ہے، مشکل ہے بلکہ ایسا ناممکن ہے اور اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی جسم کو حرکت کے بغیر حرکت پیدا کرنے والا جسم موجود ہو۔ ان دونوں صورتوں میں کسی ایک کے لیے بھی موجود ہونا ممکن نہیں، جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، جب تک حرکت والا جسم موجود نہ ہو۔ اس لحاظ میں ہمیں یکسانیت کو سکون کی حالت سے تفویض کرنا چاہیے اور حرکت کو یکسانیت کی خواہاں حالت سے تفویض کرنا چاہیے۔ اب غیر مساوات فطرت کا سبب ہے جو کہ یکسانیت میں درکار ہے۔ اس کے لیے بنیاد کے بارے میں ہم نے بیان کر دیا ہے لیکن ابھی کچھ نکات باقی ہیں۔ چیزیں جب تقسیم کی جاتی ہیں تو ایک دوسری میں بدلنا اور جگہ تبدیل کرنا کیوں ختم نہیں کرتیں؟ اب ہم یہ وضاحت کرنے کے لیے بات کو آگے بڑھائیں گے۔ کائنات کی گردش میں چاروں عناصر شامل ہوتے ہیں اور یہ دائرے کی شکل میں ہونے کی بنا پر اور اکٹھے ایک ساتھ ظاہر ہونے کی خصوصیت کی وجہ سے ہر چیز کو دبا دیتی ہے۔ اس طرح کوئی جگہ خالی ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آگ ہر چیز سے زیادہ تیزی سے دوسری چیزوں میں داخل ہو جاتی ہے، اس کے بعد ہوا کا، عناصر کے انوکھے پن میں آگ کے بعد کے درجہ کی حامل ہونے کی وجہ سے، مقام ہے۔ پھر دوسرے دو عناصر، پانی اور مٹی اپنے انوکھے پن کے درجے کے مطابق، دوسری اشیا میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسی اشیا جو بناوٹ کے لحاظ سے بڑے ذرّات پر مشتمل ہیں، ان کے ذرّات کے درمیان زیادہ خالی جگہ ہوتی ہے اور اس کے برعکس جو چھوٹے ذرّات پر مشتمل ہوتی ہیں ان میں بہت کم خالی جگہ موجود ہوتی ہے۔ دباؤ کے باعث پیدا ہونے والے کھنچاؤ کی وجہ سے چھوٹے ذرّوں کو بڑے ذرّات کے درمیان خالی جگہ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس طرح جب چھوٹے ذرّات، بڑے ذرّات کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور چھوٹے بڑوں کو تقسیم کرتے ہیں اور بڑے چھوٹوں سے ملتے ہیں تو تمام عناصر اوپر نیچے اِدھر اُدھر اپنی جگہوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہر کوئی جسامت بدلنے کے لیے خلا میں اپنی جگہ بدلتا ہے۔ اس سے غیر مساوات جنم لیتی ہے جو کہ ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ یہ غیر مساوات عناصر میں تمام اوقات کے لیے ایک دائمی حرکت پیدا کرتی ہے۔

اگلے مرحلے میں ہم نے اس بات پر غور کرنا ہے کہ آگ کی مختلف اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر پہلی قسم شعلہ ہے۔ دوسری قسم آگ کو روشن کرنے والا حصہ ہے جو کہ خود نہیں جلتا لیکن صرف آنکھوں کو

روشنی فراہم کرتا ہے۔ تیسری قسم آگ کی باقیات جو کہ آگ بجھنے کے بعد سرخ گرم دکھائی دیتے ہیں۔ اس طرح ہوا میں فرق ہے۔ جس کے روشن ترین حصہ کو "ایتھر" کہا جاتا ہے اور سب سے کم تر روشنی والے ہوا کے حصہ کو اندھیرا اور دھند کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی اور اقسام بھی ہیں جن کا کوئی نام نہیں ہے۔ مزید برآں پانی تقسیم کے پہلے مرحلے میں دو اقسام میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ایک مائع اور دوسری قسم ٹھوس بن جاتی ہے۔ پانی کی مائع قسم چھوٹے اور غیر مساوی ذرّات سے بنتی ہے جبکہ ٹھوس قسم بڑے اور یکساں ذرّات پر مشتمل ہونے کی بنا پر پہلی قسم سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے اور یکسانیت کی وجہ سے زیادہ مضبوط انداز میں باہم جڑی ہوتی ہے، لیکن جب اس میں آگ داخل ہوتی ہے اور ذرّات کو تحلیل کر کے یکسانیت کو تباہ کر دیتی ہے تو پانی کی اس قسم میں زیادہ تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح بننے والے پانی کو ہوا آگے دھکیلتی ہے جس سے یہ زمین پر ہر طرف پھیل جاتا ہے۔ ٹھوس شکل کو مائع میں تبدیل کرنے کا یہ عمل پگھلاؤ کہلاتا ہے۔ مزید یہ کہ جب آگ ٹھوس چیز سے خارج ہوتی ہے تو یہ خلا میں نہیں جاتی بلکہ قریبی ہوا میں سے گزرتی ہے۔ ہوا جو کہ اپنی جگہ سے ہٹی ہوتی ہے، مائع اور ابھی تک موجود (ہٹنے کے قابل) مواد کو اسی جگہ دھکیل دیتی ہے جہاں آگ کا قبضہ تھا اور اسے اس کے ساتھ ملا دیتی ہے۔ اس طرح دبایا گیا مواد اپنی مساوات کو دوبارہ حاصل کرتا ہے اور اس کو باہم ملا دیتا ہے۔ اس کی وجہ مساوات کا سبب آگ کا واپس ہو جانا ہے۔ آگ کی روانگی کا یہ عمل ٹھنڈک کہلاتا ہے۔ اس کے بعد انجماد کا مرحلہ آتا ہے۔ ان تمام ٹھوس اقسام میں سے جو قسم سب سے زیادہ کثیف، بہترین اور یکساں ہے، یہ قیمتی ترین چیز ہے جسے سونا کہا جاتا ہے، جسے چٹان سے تقطیر کر کے سخت بنایا جاتا ہے۔ یہ قسم کے لحاظ سے بے مثال ہے اور اس میں چمک موجود ہوتی ہے اس کے علاوہ اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ سونے سے پیدا ہونے والی ایک دھات جو کہ کثیف ہونے کے ناطے سخت ہے اور اس کا رنگ کالا ہے، اسے ہیرا کہا جاتا ہے۔ ایک اور قسم بھی ہے جس کے حصے سونے کی مانند ہوتے ہیں اور اس کی کئی ذیلی اقسام ہیں، لیکن یہ سونے سے زیادہ کثیف ہوتی ہے، چونکہ اس میں مٹی کا عمدہ ترین حصہ شامل ہوتا ہے اس لیے یہ سخت ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ ہلکی ہوتی ہے۔ پانی کی یہ کثیف، روشن اور ہلکی قسم جب ٹھوس شکل اختیار کر لے تو اسے تانبا کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ مٹی کا ایک بھرت موجود ہے، جب کوئی حصے زیادہ پرانے

ہو جائیں اور علیحدہ ہو جائیں تو اسے زنگ کا نام دیا جاتا ہے۔

اس بارے میں باقی ماندہ عمل کے بارے میں قیاس کے طریقے سے جان لینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ ایک آدمی دائمی اشیا کے بارے میں غور وخوض کو ایک طرف رکھ دے اور ہو سکتا ہے کہ تفریح کے لیے قیاس کے ذریعے نسل کی سچائیوں پر غور کرے۔ وہ اس طرح خوشی حاصل کرے گا، نہ کہ اس پر اسے پچھتاوا ہوگا۔ ایسا شخص عقل اور جدت پسند زندگی بسر کرتا ہے۔ آئیں ہم اپنے لیے یہ خاطر داری ملحوظ رکھیں اور اس عنوان سے متعلق ممکنات (قیاس) پر بحث کریں جو کہ اس کے بعد اب ایک ترتیب سے شروع ہوگی۔

پانی جو کہ آگ سے ملایا جاتا ہے، اس قدر جتنا عمدہ ہو اور مائع حالت میں (اس حالت میں یہ زمین پر حرکت میں رہ سکے) اور نرم رہے، اس کی اساس راستہ فراہم کرتی ہے اور مٹی کی نسبت کم مستحکم ہے۔ جب یہ ہوا اور آگ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور یہ تنہا ہو جاتا ہے تو یہ زیادہ یکساں ہو جاتا ہے۔ آگ اور ہوا کے خاتمے سے یہ اپنے آپ میں دب جاتا ہے۔ اگر گاڑھا پن زیادہ ہوگا تو زمین سے اوپر کا پانی اولے بن جاتا ہے اور پانی پر موجود پانی برف (Ice) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پانی جو نسبتاً کم درجہ منجمد ہوتا ہے اور نصف ٹھوس ہوتا ہے، اگر یہ زمین سے اوپر ہو تو اسے برف (Snow) اور اگر زمین پر ہو اور قطرے سے کثیف ہو جائے تو یہ سخت دھند کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر پانی کی کئی اقسام ہیں جو کہ ایک دوسری کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، جنھیں زمین پر موجود مشینوں کے ذریعے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ ان ساری اقسام کو جوس اور شربت کا نام دیا گیا ہے۔ ان مائعات کی آمیزش سے جوس اور شربت کی مختلف اقسام بنتی ہیں۔ ان میں سے اکثریت بے نام ہیں، لیکن ان میں چار تیز فطرت ہیں ان کی تمیز کی گئی ہے اور انھیں صاف نام دیے گئے ہیں۔ ان میں پہلا شراب ہے جو کہ روح اور جسم کو گرم کرتا ہے۔ دوسرا تیل کی فطرت کا ہے جو کہ گاڑھا ہوتا ہے، اس وجہ سے یہ چمکدار اور صاف ہوتا ہے۔ کاسٹر بیری کا جوس تیل اور اس قسم کی دوسری اشیا اس میں شامل ہیں۔ تیسری، یہ اس کی ایسی قسم ہے جو منھ کے سکڑے ہوئے حصوں کو پھیلاتی ہے حتیٰ کہ یہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ جائے۔ اس بنا پر یہ مٹھاس پیدا کرتا ہے، ان کو عام طور پر شہد کا نام دیا گیا ہے۔ آخر میں پانی کی وہ قسم جو دوسری تمام اقسام سے مختلف ہے اور

دوسری اشیاء کو جلانے کی خاصیت رکھتی ہے۔ اسے اوپس (سبزیات کا تیزاب) کہا جاتا ہے۔

جہاں تک مٹی (زمین) کی اقسام کا تعلق ہے کہ جسے پانی سے چھان کر پھر علیحدہ کرنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ پانی جو مٹی سے مل جاتا ہے اور فلٹر (چھاننے) کے عمل کے دوران علیحدہ ہو جاتا ہے وہ آبی بخارات کی شکل میں ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس شکل کو اختیار کرنے کی بنا پر یہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اردگرد میں کوئی خالی جگہ موجود نہیں ہے تو یہ پہلے سے موجود ہوا کو پرے دھکیل دیتا ہے جس سے بھاری ہو جاتی ہے۔ جب اسے اس کی جگہ سے ہٹایا جاتا ہے تو مٹی سے انڈیلا جانے کی وجہ سے یہ اسے دبا کر خالی جگہ پر لے جاتی ہے، جو ہوا اپنی جگہ چھوڑتی ہے اس کی جگہ دوسری ہوا لے لیتی ہے۔ مٹی کو ہوا، پانی کے ساتھ دباؤ ڈالتی ہے تو اس سے چٹان (پتھر) بن جاتی ہے۔ اس کی سب سے بہتر قسم وہ ہے جو برابر ایک جیسے ذرّات سے بنتی ہے اور شفاف ہوتی ہے جس کی اس سے برعکس خصوصیات ہوں، وہ کم تر درجے کی چیز بنتی ہے۔ لیکن جب تمام پانی آگ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے تو اس سے اور بھی بھر بھرا مواد بنتا ہے جسے ہم برتن کا نام دیتے ہیں بعض اوقات نمی باقی رہ سکتی ہے۔ زمین (مٹی) جسے آگ جلاتی ہے، جب یہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو کالے رنگ کا پتھر بن جاتی ہے۔ پانی کی ایک جیسی علیحدہ ہونے والی اقسام بھرپور انداز میں ان کے ساتھ مل جاتی ہیں، اس سے دو اشیا پیدا ہوتی ہیں جو مٹی کے عمدہ ذرّات اور اعلیٰ فطرت پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان میں کسی ایک میں سے نصف ٹھوس جسم بنتا ہے جو کہ پانی میں تحلیل ہو سکتا ہے۔ ایک سوڈا جو کہ تیل اور مٹی کو صاف کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور دوسرا نمک جو کہ اشتراک میں اس قدر خوشگوار ہم آہنگی پیدا کرتا ہے جو پُر ذائقہ ہوتا ہے۔ یہ، جیسا کہ قانون اس کی تصدیق کرتا ہے، ایسی چیز ہے جو خدا کو پیاری ہے۔ مٹی اور پانی کا مرکب پانی میں قابل تحلیل نہیں ہے۔ بلکہ آگ اسے تحلیل کر سکتی ہے، اسی بنا پر نہ تو آگ اور نہ ہی ہوا مٹی کو پگھلاتی ہے۔ آگ اور ہوا میں از خود اپنی اندرونی خالی جگہ سے چھوٹے ذرّات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بغیر مٹی کو دبائے حرکت کرنے کی آزادی ہوتی ہے، اس لیے یہ مٹی کو بنا پگھلائے اور تحلیل کیے چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن پانی کے ذرّات جو کہ نسبتاً بڑے ہیں وہ راستہ بناتے ہیں اور مٹی کو تحلیل کر دیتے ہیں۔ مٹی جب زیادہ قوت سے جڑی ہوئی نہ ہو تو پانی اسے تحلیل کر سکتا ہے۔ مٹی آگ سے سخت

(پکائی) نہ گئی ہو کیونکہ یہ واحد چیز ہے جو اس میں سے راستہ بنا سکتی ہے۔ پانی کی دوبارہ پیوستگی، اگر یہ زیادہ مضبوط ہو تو اسے صرف آگ تحلیل کر سکتی ہے اور اگر کمزور ہو تو آگ یا ہوا دونوں میں سے کوئی ایک اسے تحلیل کر سکتی ہے۔ ہوا خالی جگہ میں، جبکہ آگ مثلث میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن ہوا کو کوئی چیز تحلیل نہیں کر سکتی۔ جب یہ زیادہ کثیف ہو تو یہ عناصر یا مثلث تک نہیں پہنچتی اور اگر زیادہ کثیف نہ ہو تو اسے آگ تحلیل کر سکتی ہے۔ جیسا کہ اجسام مٹی اور پانی پر مشتمل ہیں پانی، مٹی میں خالی جگہ کو پُر کرتا ہے۔ پانی کے وہ ذرّات جو مٹی میں خالی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں انھیں ان سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ جس کی وجہ سے یہ سارے مٹی کے اس جسم میں گھومتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ مٹی کا جسم تحلیل ہو جاتا ہے۔ لیکن آگ کے ذرّات پانی کے درمیانی خلا میں داخل ہو کر اس کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو پانی مٹی کے ساتھ کرتا ہے، یا آگ ہوا سے کرتی ہے۔ یہی زمین کے مرکب جسم اور پانی کے محلول بننے کا باعث ہے۔ اب یہ اجسام دو اقسام کے ہیں۔ ان میں کچھ جیسا کہ شیشہ اور دوسرے جلنے والے پتھر ہیں ان میں مٹی کی نسبت پانی کم ہوتا ہے۔ دوسری طرف موم اور اس قسم کے دوسرے اجسام میں پانی کی مقدار مٹی سے زیادہ ہوتی ہے۔ میں نے اس طرح اجسام کی مختلف اقسام کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ اپنی اقسام اور بناوٹ کے لحاظ سے کس طرح مختلف ہوتے ہیں اور ایک دوسری قسم میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اب مجھے ان کے اسباب اور خصوصیات کے بارے میں بتانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سب سے پہلے میں جن اجسام کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں وہ یقیناً شعور سے متعلق ہیں۔ لیکن ابھی تک ہم نے گوشت یا اس سے تعلق رکھنے والے اجزا اور روح کے اس حصے کے بارے میں جو کہ دائمی ہے، غور نہیں کیا۔ یہ چیزیں علتوں کے بارے میں بیان کیے بغیر پوری طرح بیان نہیں کی جا سکتیں اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسری کے بغیر بیان کیا جا سکتا ہے۔ دونوں کو ایک ساتھ بیان کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اس لیے پہلے ایک اور پھر اس کے بعد دوسری کے بارے میں ہمیں غور کرنا چاہیے۔ اس ترتیب سے کہ علت شاید عناصر کے بعد آئے، آئیں پہلے سے فرض کر لیں کہ جسم اور روح موجود ہے۔

سب سے پہلے آئیں یہ پوچھیں کہ یہ کہنے سے ہماری کیا مراد ہے کہ آگ سے کیا مراد

ہے۔اس سے شاید ہم اس حرارت کو مراد لیں جو کہ یہ ہمارے جسموں تک پہنچاتی ہے۔ہم سب یہ محسوس کرتے ہیں کہ آگ تیز ہے۔ہم اس کے زاویوں اور اطراف کی عمدگی، چھوٹے ذرّات، حرکت کی تیزی کے بارے میں غور کریں گے۔ یہ سب کچھ آگ کے عمل کو تیز اور پُرتشدد بناتا ہے۔اس لحاظ سے یہ ہراس چیز کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے جو اس کے راستے میں آتی ہے۔ہمیں آگ کی اصل شکل کے بارے میں نہیں بھولنا چاہیے جو کہ مخروطی ہے۔یہ دوسری ہر چیز سے زیادہ منقسم قوت کی حامل ہے جو قدرتی طور پر ہمارے جسم کو چھوٹے چھوٹے ذرّات میں کاٹنے کی خصوصیت (علت) کی حامل ہے۔اس طرح یہ نام کی بنیاد ہے۔اب اس کا تضاد کافی عیاں ہے۔لیکن ہم اسے بیان کریں گے۔نمی کے بڑے ذرّات جو ہمارے جسم کے اردگرد ہوتے ہیں اندر داخل ہوتے ہیں اور چھوٹے ذرّات کو باہر دھکیل دیتے ہیں، لیکن ان کی جگہ لینے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے نمی کے حامل جز و کو ہمارے جسم میں دبا دیتے ہیں۔انھیں غیر برابر اور مخل ہونے کی وجہ سے سکون کی حالت میں آنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔سکون کی یہ حالت برابری اور دباؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔لیکن وہ اشیا کو قدرتی عمل کے برعکس سکیڑتی ہیں، وہ قدرتی طور پر حالت جنگ میں ہیں اور ایک دوسرے کو علیحدہ کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔اس جنگ کو کانپنے کا نام دیا گیا ہے۔یہ ساری خصوصیت (علت) اور اس کا سبب، ان دونوں کو ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔ہمارا گوشت جو کچھ پیدا کرتا ہے وہ سخت کہلاتا ہے اور نرم جو ہمارا گوشت پیدا کرتا ہے۔اشیا ایک دوسرے کے تقابلی جائزہ کی بنیاد پر سخت یا نرم کہلاتی ہیں۔وہ جو کوئی چیز پیدا کرتا ہے اس کی اساس چھوٹی اور وہ جو چکور پر برقرار رہتا ہے اس کی اساس مضبوط ہوتی ہے۔اس دوسری قسم کا تعلق اس جماعت سے ہے جو زیادہ قوتِ مدافعت کی حامل ہوتی ہے۔ایسا ہی وہ چیز کرتی ہے جو بہت زیادہ ٹھوس اور پیچھے دھکیلنے کی خصوصیت کی حامل ہوتی ہے۔ہلکے اور بھاری کی فطرت کے بارے میں بہتر انداز میں سمجھا جا سکے گا۔اگر انھیں ہمارے اوپر اور نیچے کے ہمارے خیال سے جانچا جائے۔یہ فرض کرنا انتہائی غلط ہے کہ کائنات دو حصوں میں منقسم ہے، جو کہ ایک دوسرے سے متضاد اور علیحدہ ہیں۔نیچے ہونے والا وہ ہے جس سے ہر کوئی ملنے کی خواہش کرے جس کا کوئی بھی وجود ہے۔اوپر والا وہ ہے جس سے مرضی کے خلاف چیزیں اوپر پہنچیں۔چونکہ کائنات ایک دائرے کی مانند ہے اور اس سے انتہا

پر ہونے والی تمام اشیا اس کے مرکز سے برابر فاصلے پر ہیں۔ اس لیے متضاد کو دوسرے کے برابر کیا جاتا ہے۔ دنیا کی فطرت ایسی ہونے کی بنا پر جب ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نقطہ اوپر یا نیچے ہے تو اُس پر اس حوالے سے غلط بیان کرنے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ دنیا کے مرکز کو درست طور پر اوپر یا نیچے نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ صرف مرکز ہے اور کچھ نہیں اور محیط مرکز نہیں ہے۔ اس کا مرکز سے کسی دوسرے مخالف حصے سے مختلف تعلق نہیں ہوتا۔ درحقیقت جب یہ ہر سمت میں برابر فاصلہ پر ہے تو پھر کوئی اسے کیسے درست نام دے سکتا ہے جو کہ مخالف پر بھی درست لاگو ہوتا ہو۔ اگر کوئی چیز کائنات کے مرکز میں موجود ہے تو اسے اس جگہ سے دھکیلنے کے لیے کوئی قوت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ سب مکمل طور پر ایک جیسی ہیں۔ اگر ایک شخص دنیا کا دائرے کی شکل میں چکر لگائے تو جب وہ اپنی جگہ کے بالکل مخالف سمت میں پہنچ جائے تو وہ اوپر اور نیچے کے بارے میں وہی کچھ کہے گا جو اس نے پہلے والی حالت میں کہا تھا۔ جیسا کہ میں اب کہہ رہا تھا مکمل کائنات کے بارے میں، جو کہ ایک گلوب کی مانند ہے کوئی اوپر اور نیچے کے بارے میں جو کہے گا وہ ایک باشعور آدمی کا کہنا نہیں ہوگا۔

وہ وجہ کہ یہ نام کیوں استعمال کیے جاتے ہیں اور حالات جن میں ہم یہ نام عالم قدس کی تقسیم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں ان معروضات سے واضح ہو جائیں گے۔ اگر ایک آدمی کائنات میں اس جگہ پر کھڑا ہوتا ہے جسے کہ آگ کے لیے مختص کیا گیا ہے اور جہاں بہت سارے گرم اجسام اکٹھے ہوتے ہیں، اگر میں کہتا ہوں کہ اسے وہاں چڑھنا تھا اور ایسا کرنے کی قوت کا مالک کے ہونے کے باعث، آگ کے ذرّات کو اخذ کرنا تھا اور پھر ان کا ترازو کے ذریعے وزن کرنا تھا، اس کے بعد آگ کو بزورِ طاقت غیر دوست عنصر ہوا کی طرف لے جانا تھا، یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ چھوٹے اور ہلکے جسم کو بڑے جسم کی نسبت زیادہ آسانی سے مطلوبہ عنصر کی طرف لے جا سکے گا۔ جب دو اشیا کو ایک ہی وقت میں ایک ہی قوت سے اوپر اُٹھایا جاتا ہے تو چھوٹی چیز بڑی کی نسبت زیادہ قوت حاصل کرے گی۔ بڑے جسم کو بھاری کہا جاتا ہے اور یہ نیچے کی طرف حرکت کرے گا اور چھوٹا جسم جسے ہلکا کہا جاتا ہے وہ اوپر کی طرف حرکت کرنے کا خواہاں ہوگا۔ ہم خود مشاہدہ کر سکیں گے کہ کون سی چیز زمین پر اختصار کے ساتھ وہی کام سرانجام دے رہی ہے۔ اکثر ہم

زمین کی فطرت کو علیحدہ کرتے ہیں اور کبھی کبھار زمین کو بھی اور انھیں غیر دوستانہ عنصر ہوا میں گھسیٹ لاتے ہیں۔ حالانکہ زمینی مخلوق اور ہوا دونوں ہی اپنے قرابت دار عنصر سے پوری طرح چپٹے ہوتے ہیں۔ چھوٹا جسم متضاد عنصر کی طرف بڑے جسم کی نسبت زیادہ آسانی سے چلا جاتا ہے۔ اس لیے ہم اسے ''ہلکا جسم'' کہتے ہیں اور وہ جگہ جہاں اسے جانے پر مجبور کیا جاتا ہے اسے ''اوپر'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی کے برعکس جسم کو بھاری اور اس کی جگہ کو ''نیچے'' کہا جاتا ہے۔ اب ان دونوں کا تعلق ضرور مختلف ہونا چاہیے۔ کیونکہ مختلف جسم اُصولی طور پر متضاد جگہ پر موجود ہوتے ہیں، اس کے لیے جو ہلکا ہے یا بھاری وہ ایک دوسرے سے متضاد جگہوں پر ہوں گے، ان کا ایک جگہ پر ہونا تضاد اور اختلاف کا باعث ہے۔ ہلکا بھاری سے اور اوپر نیچے سے ہر لحاظ سے مختلف اور تضاد میں ہوگا۔ ان سب کے بارے میں ہمیں یہ غور کرنا پڑے گا کہ اپنے بنیادی عنصر کی طرف جھکاؤ سے ایک جسم بنتا ہے جو مشکل سے حرکت کرتا ہے اور اس طرف جگہ حاصل کرتا ہے، اس کی حرکت نیچے کی طرف ہوتی ہے۔ لیکن وہ اشیا جن میں مخالف خصوصیت ہوتی ہے، اسے ہم متضاد نام سے پکارتے ہیں۔ یہ وہ اسباب ہیں جو ہم اس عمل کو تفویض کرتے ہیں۔ ہموار اور کھردرے کے حوالے سے جو انھیں دیکھتا ہے، وہ اس کی وجہ دوسروں کو بیان کرسکتا ہے۔ کھردرا پن سخت پن ہے جو غیر تسلسل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہموار پن یکسانیت اور کثافت کے مشترکہ اثر سے پیدا ہوتا ہے۔

اہم علتیں جو جسم سے متعلقہ ہیں وہ قابلِ غور رہتی ہیں۔ سکون اور درد کا سبب ان تخیلات میں، جن کی میں بات کر رہا ہوں اور دوسری اشیا جو شعور تسلیم کرتا ہے، جسم کے مختلف حصوں کے حوالے سے اور ان میں دکھ اور خوشی دونوں موجود ہوتے ہیں۔ آئیں ہر علت کے اسباب پر غور کریں، یہ کہ شعور اس حسبِ ذیل فطرت کا ہوگا کہ نہیں۔ یہ یاد رکھتے ہوئے کہ ہم نے پہلے ہی فطرت کے بارے امتیاز کیا ہے کہ کس کو حرکت میں لانا آسان اور کس کو مشکل ہے۔ اس بارے میں ہمیں ضرور غور کرنا چاہیے کیونکہ یہ وہ نکتہ ہے جس پر بحث کرنا ہمارا مقصود ہے۔ جسم جسے آسانی سے حرکت دی جاسکے ایک ہلکا سا تاثر حاصل کرنے پر دائرہ میں حرکت کرتا ہے۔ اس طرح اس کے مختلف حصے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ بالآخر ذہن کے اُصول پر پہنچتے ہی وہ اپنے عامل کی خصوصیات کا اعلان کر دیتا ہے۔ لیکن اس سے متضاد قسم کا جسم غیر متحرک اور اردگرد تک وسیع

نہ ہونے کے باعث بمشکل اثر قبول کرتا ہے۔ اس لیے یہ کسی قریبی حصے کو نہیں ہلاتا اور چونکہ اس کے حصے دوسروں کو اصل اثر منتقل نہیں کرتے، اس لیے اس کا پورے جانور کی حرکت پر اثر نہیں ہوتا۔ یہ ہڈیوں، بالوں اور انسانی جسم کے دوسرے حصوں کے بارے میں سچ ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا اس کا بنیادی طور پر دیکھنے اور سننے سے واسطہ ہے کیونکہ ان میں آگ اور ہوا کی سب سے زیادہ مقدار ہے۔

اب ہمیں درد اور سکون کے بارے میں اسی انداز میں جاننا چاہیے۔ اگر ہم میں کوئی تاثر اچانک پُرتشدد اور فطرت سے متضاد پیدا ہو تو یہ تکلیف دہ ہوگا اور اچانک فطرت کی طرف واپسی خوشگوار ہوگی۔ لیکن مرحلہ وار اور پُرشکوہ انداز میں تبدیلی (فطرت کی طرف واپسی) ناقابل فہم ہوگی۔

دوسری طرف شعوری تاثر جو کہ آسانی پیدا ہوتا ہے اور فوراً محسوس کیا جاتا ہے لیکن اس کا درد یا سکون سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر دیکھنے کی علامتیں ہیں، جن کے بارے میں ہم نے پہلے ہی کہا کہ یہ دن کی روشنی میں ہمارے جسم سے منسوب ہونے والی قوت ہے۔ کٹنا اور جلنا اور دوسری علتیں جو نظر کو پیش آتی ہیں وہ نہ تو درد کا ذریعہ ہیں اور نہ ہی اس میں ہمارے لیے کوئی خوشی ہے۔ جب یہ اپنی فطری حالت کی جانب لوٹتی ہے، تو احساسات واضح اور شدید ہوتے ہیں اس انداز میں جس میں ہماری نظر کوئی چیز دیکھتی ہے۔ یہ خود اس سے ٹکراتی ہے اور چھوتی ہے، اس انداز میں آنکھ کے سکڑنے یا پھیلنے میں تشدد کا کوئی عنصر شامل نہیں۔ لیکن بڑے ذرات سے بننے والے اجسام عامل سے جدوجہد کے نتیجے میں استوار ہوتے ہیں اور پھر وہ پورے جسم کو اپنی حرکات عنایت کر دیتے ہیں، اس لیے یہ درد اور سکون کا موجب بنتے ہیں، درد اس وقت جب وہ اپنی فطری حالت سے علیحدہ ہو اور خوشی یا سکون اس وقت جب وہ دوبارہ اپنی پہلی والی حالت حاصل کر لیں۔ وہ اشیا جو اپنی فطرت کی واپسی اور خالی پن کا مرحلہ وار تجربہ کریں لیکن اچانک اور فوری طور پر دوبارہ بھرائی کا مشاہدہ کریں، وہ خالی پن حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں، لیکن بھرائی کے بارے میں قابل فہم ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کوئی درد کا باعث نہیں ہوتیں بلکہ روح کے لیے بڑے سکون اور خوشی کا باعث ہے، جیسا کہ عطر کے معاملہ میں واضح ہے۔ لیکن وہ اشیا جو اچانک تبدیل ہو جائیں، لیکن ان کی اپنی اصل فطری حالت میں واپسی مرحلہ وار اور آہستہ ہو، ان کا تاثر

مختلف ہوتا ہے اور وہ تکلیف اور درد کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ جسم کے کاٹنے اور جلانے کے عمل سے واضح ہے۔

اس طرح ہم نے پورے جسم کی عمومی علتوں اور یہ علتیں پیدا کرنے والے عاملوں کے بارے میں بحث کی ہے۔ اب میں مخصوص حصوں کی علتوں کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کروں گا، ان کے عاملوں اور اسباب کے بارے میں بھی، اس حد تک، جس قابل میں ہوں۔ سب سے پہلے آئیں، اس پر غور کریں جو ہم نے جوس اور شربتوں کی بحث کے موقع پر منہا کر دیا تھا، علتوں سے متعلق اور بالخصوص زبان کے بارے میں۔ یہ بھی دوسری کئی علتوں کی طرح سکڑنے اور پھیلنے کے سبب پیدا ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن ان میں کھردراپن اور ہموار پن دوسری علتوں سے زیادہ ہے۔ جب بھی کوئی زمینی چیز ان چھوٹی نالیوں میں داخل ہوتی ہے جو کہ زبان کے لیے ذائقہ محسوس کرنے والے آلے کی حیثیت سے کام کرتی ہیں تو یہ قلب تک جاتی ہے اور اس کا اثر گوشت کے نرم حصے پر ہوتا ہے۔ جب وہ توڑ پھوڑ کا شکار ہوتے ہیں تو سکڑ جاتے ہیں اور چھوٹی نالیوں کو خشک کر دیتے ہیں۔ اگر یہ ذرّات کھردرے ہوں تو یہ تیز خشک ہوں گے جو قبض پیدا کرنے والے ہوں گے اگر اتنے زیادہ کھردرے نہ ہوں تو صرف کڑوے ہوں گے۔ ان میں سے میل کاٹنے والے (صفائی کرنے والے) ساری زبان کی صفائی کرتے ہیں۔ اگر اس چیز کی زیادتی ہو تو یہ گوشت کو اس حصے کو جس تک یہ اثر کریں تو ان کا عمل پوٹاش اور سوڈے جیسا ہوگا۔ ان کو کڑوا یا ترش کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ ذرّات جن میں تیزابیت کم ہو ان کو نمکیات کا نام دیا گیا ہے۔ ان ذرّات کو معتدل کہا جاتا ہے۔ یہ ذرّات ترش یا کھردرا نہ ہونے کی وجہ سے اصلاح پسند کہلاتے ہیں۔ ایسے اجسام جو منہ کی حرارت میں اپنا حصہ لیں یا جنھیں جلایا جاتا ہے۔ وہ اجسام جو ان کو جلاتے ہیں، انھیں جلا دیتے ہیں اور وہ جو اس قدر ہلکے ہوتے ہیں کہ انھیں اوپر اُٹھا لے جایا جاتا ہے۔ وہ ہر اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جو ان کے راستے میں آتی ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر انھیں چبھنے والے ذرّات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ ذرّات بوسیدگی کے عمل سے صاف کیے جانے کے بعد تنگ نالیوں میں داخل ہوتے ہیں اور ان کا زمین (مٹی) اور ہوا کے ذرّات سے ایک موزوں تناسب ہوتا ہے تو یہ ایک دوسرے کے گرد لپٹ کر چکر کی صورت اختیار کر لیتے

ہیں۔ جب یہ چکر میں ہوتے ہیں تو اس میں داخل ہونے والے ذرّے کے گرد بھرا گھیرا بنا لیتے ہیں۔ (نمدار قلم کے لیے جو کبھی مٹی والی ہوتی ہے اور کبھی صاف اور ہوا کے گرد پھیل جاتی ہے) یہ پانی کے خالی دائرے (بلبلے) ہیں، ان میں جو صاف ہوں وہ شفاف ہوتے ہیں اور انھیں بلبلے کہا جاتا ہے جبکہ وہ جن میں مٹی ملی ہو جو کہ عام طور پر تحریک اور تبدیلی کا عمل ہے، اسے اُبلی یا تبخیر شدہ کہا جاتا ہے۔ ان تمام علتوں کے سبب کو تیزاب کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے متضاد سبب سے متضاد علت پیدا ہوگی۔ جب نالی میں داخل ہونے اور منہ کی نمی میں غوطہ زن ہونے والے ذرّات زبان دوست ہوں، کھردرے پن پر پھسلن پیدا کریں اور ان حصوں کو سکون فراہم کریں جو غیر فطری طور پر سکڑے ہوں، پھیلے ہوئے حصوں کو فطری انداز میں سکیڑیں اور پھر انھیں اسی طرح بکھیر دیں تو اس قسم کی خصوصیت آدمی کو سکون دیتی ہے اس کو مٹھاس کا نام دیا گیا۔ لیکن یہ اس کے بارے میں کافی ہوگا۔

بدبو کا شعبہ مختلف اقسام کی اجازت نہیں دیتا۔ سب کے لیے بدبو نیم شکلی فطرت ہے اور کوئی عنصر اس تناسب میں نہیں کہ اس سے بدبو پیدا ہو۔ ناک کی نالیاں اتنی چھوٹی ہیں کہ وہ مٹی اور پانی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتیں اور اتنی کھلی ہیں کہ وہ ہوا اور آگ کو روک نہیں پاتیں۔ اسی بنا پر کسی نے کبھی ان میں سے کسی کی بدبو کو محسوس نہیں کیا۔ لیکن بدبو ہمیشہ مائع بخارات، بوسیدگی یا مرطوب سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک خیال کے مطابق جب وسطی حالت میں ہو، جب پانی ہوا یا ہوا پانی میں تبدیل ہو رہا ہو۔ ان میں سب یا تو بخارات کی شکل میں ہوں یا نمدار حالت میں۔ وہ جو ہوا میں سے پانی میں تبدیل ہو رہی ہو وہ گی ہے اور جو پانی سے ہوا میں تبدیل ہو رہی ہو وہ بخارات ہیں۔ اس طرح تمام بدبوئیں ہوا سے گاڑھی اور پانی سے پتلی ہوتی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سانس کے عمل میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی تو آدمی ہوا کو اپنے سانس کے لیے قوت سے اندر کھینچتا ہے تو اس سے کوئی بدبو محسوس نہیں ہوتی اور سانس کے لیے ہوا اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اس لیے بدبو کی کئی قسمیں بے نام ہیں، نہ تو بدبو کی کئی اقسام ہیں نہ لامحدود یا سادہ اقسام۔ لیکن ان میں تکلیف دہ یا خوشگوار کی بنا پر تمیز کی گئی ہے۔ ایک وہ ہے جو ناخوشگوار اور مخل کرنے والی ہے، سارے خلا کو، جو سر اور ناف کے درمیان ہے جبکہ دوسری خوشگوار کن ہوتی ہے اور

جسم کے مذکورہ بالا حصے کو دوست پسند اور فطری حالت باہم مہیا کرتی ہے۔

تیسری حس "سننے" کے بارے میں غور کرتے ہوئے ، ہمیں ان اسباب کے بارے میں جاننا چاہیے جو یہ پیدا کرتے ہیں۔ ہم شاید عام طور پر یہ فرض کریں کہ آواز کو اس گلے کی آواز سے تعبیر کریں گے جو کان کے قریب سے گزرتی ہے اور ہوا کے واسطے کی بدولت یہ دماغ اور دماغ سے خون کے راستے روح تک پہنچ جاتی ہے۔ آواز اس گلے کی تھرتھراہٹ ہے جو سر سے شروع ہوتی ہے اور جگر کے علاقے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ آواز جو تیزی سے گزرتی ہے، وہ اچھی اور خوشگوار ہوگی اور وہ جو آہستہ ہوگی، وہ خوفناک ہوگی۔ تسلسل سے پیدا ہونے والی آواز برابر خوشگوار اور ہموار ہوگی، جبکہ اس کے متضاد ترش، ناخوشگوار، بھاری آواز اونچی اور اس کے برعکس اس سے متضاد۔ آواز کی ہم آہنگی کے حوالے سے میں اس کے بعد یوں کہوں گا۔ باشعور اشیا کی ایک چوتھی قسم ہے جس کی کئی پیچیدہ اقسام ہیں۔ جن میں ہمیں تمیز کرنی چاہیے۔ یہ عام رنگ کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے اور یہ جسم سے پیدا ہونے والا شعلہ ہیں۔ ان میں دیکھنے کی حس کے ذرّات شامل ہوتے ہیں۔ میں پہلے ہی نظر کے اسباب کے بارے میں بات کر چکا ہوں، اس لیے اس وقت رنگوں کے بارے نظریہ پیش کرنا مناسب اور فطری ہوگا۔

دوسرے اجسام سے خارج ہونے والے ذرّات جو ہماری نظر سے ٹکراتے ہیں ان میں کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ نظر کے ذرّات کے برابر ہوتے ہیں۔ وہ جو برابر ہوتے ہیں وہ ناقابل دید (نامعلوم) ہوتے ہیں، اس لیے ہم انھیں شفاف کا نام دیتے ہیں۔ بڑے بصارت میں سکڑاؤ (پیچ و تاب) اور چھوٹے پھیلاؤ پیدا کرتے ہیں۔ ہم گوشت پر گرم یا ٹھنڈے یا زبان پر خشک یا ان گرم اجسام کے بارے میں جنھیں ہم چبھنے والی کہتے ہیں، پُراثر پذیر ہونے والی قوت کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کالا اور سفید ایک دوسرے دائرے میں پھیلنے اور سکڑنے کے عمل کا اثر ہے۔ اسی بنا پر ان کا مظہر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں سفید کو اُس سے تعبیر کرنا چاہیے جو بصارت کی شعاع کو پھیلاتی ہے۔ آگ کی مختلف اقسام کی حرکت مختلف ہوتی ہے۔ یہ بصارت کی شعاع سے ٹکراتی ہے اور ان کو پھیلاتی ہیں حتیٰ کہ یہ شعاع آنکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ شعاع آنکھ میں سے گزرتی ہے اور اس گزرگاہ کو پگھلا دیتی ہے

اور ان سے آگ اور پانی کا ملاپ خارج کرتی ہے جسے آنسو کا نام دیا گیا ہے۔ آنکھ تک پہنچنے والی شعاع خود متضاد آگ ہوتے ہوئے، مخالف سمت سے آتی ہے۔ آنکھ کے اندر کی آگ روشنی کی مانند چمکتی ہے۔ باہر سے آنے والی شعاع آنکھ کے اندر داخل ہو کر نمی میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس آمیزش سے ہر قسم کے رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ اس علت کو چندھیا دینا کہا جاتا ہے اور اس سے جو چیز پیدا ہوتی ہے، اسے روشن اور چمک کہا جاتا ہے۔ آگ کی ایک اور قسم ہے جسے وسطی آگ کہا جاتا ہے۔ یہ بغیر چمک کے آنکھ میں داخل ہو کر اس کے نمدار حصے سے مل جاتی ہے۔ اس طرح رطوبت کی شعاع سے ملنے والی شعاع خون کا سا رنگ پیدا کرتی ہے، اس کو ہم سرخ رنگ کا نام دیتے ہیں۔ سفید اور سرخ رنگ سے ملنے والا تیز رنگ سرخی مائل بھورا رنگ پیدا کرتا ہے۔ تناسب کا قانون جس سے کئی رنگ بنتے ہیں، اس بارے میں اگر کوئی شخص یہ جاننا ہو کہ وہ یہ کہہ کر حماقت کرے گا تو وہ اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کر سکے گا اور نہ درحقیقت اس کی کوئی وضاحت دے پائے گا۔ مزید برآں جب سرخ رنگ کالے اور سفید رنگ سے ملتا ہے تو اس سے ارغوانی رنگ بنتا ہے۔ لیکن سفید، کالا اور سرخ جل کر آپس میں ملیں اور ان میں کالا رنگ زیادہ ہو تو اس سے ''امبر'' براؤن رنگ پیدا ہوگا۔ سرخی مائل تیز بھورا رنگ ہلکے بھورے رنگ سے مل کر شعلے کا سا تیز سرخی مائل رنگ بناتا ہے۔ ہلکا بھورا رنگ سفید اور کالے کی آمیزش سے بنتا ہے۔ تیز سرخی مائل اور بھورا رنگ اور سفید ہلکا زرد رنگ بناتے ہیں۔ سفید اور چمکدار کی آمیزش جب تیز گاڑھے کالے سے ملے تو اس سے گاڑھا نیلا رنگ بنتا ہے اور جب گاڑھا نیلا رنگ سفید سے ملاپ کرے تو ہلکا نیلا رنگ بنے گا۔ شعلہ مائل سرخ رنگ کالے رنگ سے مل کر پیازی سبز رنگ بنتا ہے۔ یہ دیکھنے میں کوئی دقت درپیش نہیں آئے گی کہ قیاس کے قانون کے تحت کس آمیزش سے کس طرح اور کون سا رنگ پیدا ہوگا۔ وہ جو ان کی تجربات کی روشنی میں تصدیق کرنا چاہے، وہ انسانی اور خدائی فطرت کا فرق بھول جائے گا۔ کیونکہ صرف خدا کو علم ہے اور اسی کے پاس، بہت ساری چیزوں کو ایک میں ملانے کا اختیار اور طاقت ہے، اور پھر وہی ایک کو کئی میں تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن ان میں کوئی بھی عمل سرانجام دینا انسان کے دائرہ کار اور بس کی بات نہیں۔

یہ وہ عناصر ہیں جن کو ضرورت کے تحت وجود میں لایا گیا۔ جنھیں بہترین اور اعلیٰ

کائنات کے خالق نے پیدا کیا اور انھیں اپنے آپ سے منسوب کیا۔ جب اس نے خود کفایت اور ہر لحاظ سے مکمل دیوتا بنایا تو اپنا کام مکمل کرنے کے لیے ضروری اسباب (وجوہات) کو معاون کی حیثیت سے استعمال کیا لیکن اپنے آپ کو اس تمام تخلیق میں اچھائی کے لیے، حکمت والے کا کردار پسند کیا۔ ہم اس لحاظ سے اسباب کی دو اقسام میں تمیز کریں گے۔ ایک خدائی اور دوسرا ضروری سبب۔ رحمت کی حامل زندگی کے نقطۂ نظر سے فطرت کے عین مطابق ہم تمام اشیا میں خدائی تلاش کریں گے، لیکن ضروری دوسری قسم، خدائی کی خاطر وجود آئی میں ہے۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ ان کے بغیر یا ان سے الگ تھلگ ہو کر اُن اعلیٰ چیزوں کے بارے میں جن کے ہم متلاشی ہیں، سمجھا نہیں جا سکتا نہ یہ حاصل کی جا سکتی ہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ ہم شریک ہو سکتے ہیں۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ ہم نے اسباب کی مختلف اقسام بیان کی ہیں، یہ ہماری باقی گفتگو کا مواد ہوگا۔ اس طرح جیسے کہ ایک بڑھئی کے لیے مواد لکڑی ہے، جس سے وہ کوئی چیز تیار کرتا ہے۔ آئیں چند الفاظ میں اس موضوع پر واپس جائیں جس پر ہم نے بات شروع کی اور پھر اپنی اس کہانی کو ختم کرنے کے لیے کوئی موزوں اختتامیہ تیار کرنے کی کوشش کریں۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ تمام اشیا ابتدا میں بے ترتیب تھیں، خدا نے ہر چیز میں اس کے اپنے تعلق کے لحاظ سے ایک ترتیب پیدا کی اور تمام چیزوں میں ایک دوسری کے لحاظ سے ایسا ہی کیا۔ ان میں وہ تمام ہم آہنگی وہ تمام اقدامات کیے جو وہ حاصل کر سکتی تھیں۔ ان دنوں کسی چیز میں کوئی تناسب نہیں تھا سوائے اتفاقیہ طور پر۔ نہ ہی کوئی چیز اس نام کی مستحق تھی جس نام سے اب اسے پکارا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آگ، پانی اور دوسرے عناصر۔ ان سب کو پہلے خالق نے ایک ترتیب دی اور پھر ان سے کائنات بنائی۔ یہ ایک واحد جانور تھا جو دائمی اور غیر دائمی تمام جانوروں کو سمجھتا تھا۔ اب خدائی سبب کے بارے میں۔ وہ خود خالق تھا لیکن غیر دائمی کی تخلیق کا کام اس نے اپنی تخلیق کو سونپ دیا۔ انھوں نے خالق کی تقلید میں روح کا دائمی اُصول اس سے حاصل کیا اور اس کے گرد انھوں نے ایک غیر دائمی (فنا ہونے) والا جسم بنایا۔ اس جسم کو روح کے لیے گاڑی کا کام سونپ دیا۔ جسم کے اندر ایک مختلف فطرت کی روح رکھی جو دائمی نہیں تھی، جس میں خوفناک اور غیر مزاحمت والی علتیں تھیں۔ سب سے پہلے سرور جو کہ برائی کے لیے بڑی خوشی کا باعث ہے پھر

تکلیف (درد) جو اچھائی سے روکتی ہے۔ خوف اور جذبات جو کہ دو احمق مشیر ہیں۔ غصہ جسے مشکل سے روکا جا سکتا ہے۔ اُمید جو آسانی گمراہ کرتی ہے۔ انھیں اس نے نامعقول عقل اور بلند حوصلہ محبت سے ضروری قوانین کے تحت ملا دیا۔ اس طرح آدمی بنایا۔ خدائی کو کسی بھی طریقے سے گندے کیے جانے کے خوف سے، اُس نے اس فنا ہونے والے جسم (آدمی) میں مختلف عادات پیدا کردیں۔ ان کے درمیان گردن کا وجود، ان کی سد اور دو حصوں کو ملانے والا جز و ہوگی۔ اسے اُس نے سر اور سینہ کے درمیان بنایا۔ پھر سینہ کے اندر غیر دائمی روح کو بند کیا اور جیسا کہ اس کا ایک حصہ اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ تھا تو سینے کی خالی جگہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اسی طرح جیسے مردوں اور عورتوں کے کمرے کسی گھر میں علیحدہ ہوتے ہیں اور دونوں کے درمیان نصف ہڈی کو تقسیم کنندہ کے طور پر رکھ دیا۔ کم تر روح کا وہ حصہ جو حوصلے اور جذبات کے لیے وقف اور جھگڑا پسند ہے دماغ کے نزدیک رہتے ہیں۔ گردن اور نصف ہڈی کے درمیان۔ یہ شاید سبب کی حکمرانی کے تابع ہو اور شاید خواہشات کو قابو میں لانے کے لیے اس کی مدد کرے، جب وہ اس معاہدے کو تسلیم نہ کرے، جس کے تحت وہ اپنے قلعہ سے جاری کیے جانے والے حکم کو ماننے کے پابند ہیں۔

دل جو کہ شریانوں کی گرہ اور خون کا فوارہ ہے۔ خون جو تمام اعضا میں سے گزرتا ہے، اسے محافظ کی جگہ دے دی گئی۔ جب جذبات کی قوت کسی سبب کی بنا پر غلط کام کا اعلان کرے، بغیر اندرونی خواہش کے، تو ایک دم تیزی سے جسم کے احساس کی ساری قوت حکم کی تعمیل کرے۔ اس طرح یہ بہتر کے اُصول کے تحت حکم کی تعمیل کی اجازت دیتا ہے۔ کسی خطرے کے پیش نظر دل کا دھڑکنا، پھیلنا اور جذبات کا بھڑکنا آگ کی وجہ سے ہے۔ پھیپھڑوں کو دل کا حامی بنایا گیا جو پہلے نرم اور خون کے بغیر تھے، ان میں فوم کی طرح سوراخ ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ جب سانس اور مشروب اس میں داخل ہوں تو یہ ٹھنڈک اور سانس لینے کی قوت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ گرمی کو کم کرتا ہے۔ یہ پھیپھڑوں کی طرف جانے والے ہوا کے خانوں کو کاٹ دیتے ہیں اور پھیپھڑوں کو دل کے ساتھ نرم سپرنگ کے طور پر لگا دیتے ہیں۔ جب جذبات خود غالب آجائیں تو دھڑکنے والا دل شاید ٹھنڈا ہو اور کم مشکل سے دوچار ہو اور اس طرح شاید جذبات کے ساتھ شریک ہونے کے لیے جلد تیار ہو جائے۔

روح کا وہ حصہ جو گوشت، مشروب اور دوسری ان اشیا کا، جو انسانی جسم کے لیے ناگزیر ہیں، خواہاں ہوتا ہے، ناف اور حجاب حاجز کے درمیان ہوتا ہے۔ اس حصے میں انسانی جسم کی خوراک کے لیے گماشتے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس جگہ وہ اس جنگلی جانور کی طرح بیٹھنے پر مجبور ہے جسے آدمی کے ساتھ قید کیا گیا ہو۔ اسے ضرور خوراک دی جا سکے اگر آدمی کو رہائی ملے۔ انھوں نے اس کم درجے کی تخلیق کے لیے یہاں جگہ مقرر کی تا کہ وہ ہمیشہ اس گماشتے کو خوراک فراہم کرے اور جماعت خانے سے جس حد تک ممکن ہو، دور اپنی سکونت اختیار کرے۔ کم سے کم شور اور تحمل پیدا کرے۔ اچھے حصے کو خاموشی کے ساتھ، سارے جسم کے لیے اچھائی کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ جانتے ہوئے کہ آدمی میں کم تر درجے کا اُصول کسی وجہ سے منسلک نہیں ہوگا اور تخیل کے کسی درجے کا حصول بھی قدرتی طور پر خیالات کی پروا نہیں کرے گا۔ اسے دن رات بصارت اور وہم دور لے جائیں گے۔ اس کے لیے ایک رعایت کے لیے جگر کو اس سے جوڑ دیا اور اسے کم تر فطرت کے گھر میں رکھ دیا۔ اس لحاظ سے یہ ٹھوس اور یکساں ہونا چاہیے، روشن اور میٹھا اور اس میں ترش خصوصیت بھی ہونی چاہیے، اس لیے کہ تخیل کی قوت جو ذہن سے پیدا ہو، یہ اس طرح نظر آنی چاہیے جیسا کہ شیشے میں صاف شکل۔ جس میں وہی چیز نظر آتی ہے جو اس میں دکھائی دے۔ اس طرح شاید خواہشات میں خوف جنم لے۔ جب جگر کا ترش حصہ استعمال میں آئے، یہ دھمکی آمیز اور جارحانہ بن جاتا ہے اور اس ترش عنصر کو تیزی سے جگر سے گزارتا ہے جو غصے کو جنم دیتا ہے۔ سکڑنے کے باعث ہر ایک حصہ اسے جھری دار اور کھردرا بناتا ہے۔ اس میں ہر صحیح جگہ کا انتخاب کر کے کان کو مروڑتے ہوئے یہ راستہ بند کر دیتا ہے جس سے درد اور نفرت پیدا ہوتی ہے، اس کے برعکس گفتگو کا سلسلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب اچھی حوصلہ افزائی والی شبیہ بنتی ہے۔ اس کے اُلٹ فطرت غصہ، تلخی اور زور کا باعث بنتی ہے، لیکن جگر کی مٹھاس سے یہ تمام چیزیں درست ہو جاتی ہیں اور روح کو خوش اور پُرمسرت بنا دیتی ہیں جس سے یہ رات امن سے گزارنے کے قابل ہو جاتا ہے اور سونے کے عمل کے دوران غیب گوئی کی مشق کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا ذہن اور سبب دونوں میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ہمیں پیدا کرنے والوں نے اپنے آبا و اجداد کا حکم مانتے ہوئے کہ وہ جس قدر ممکن ہو انسان کی اچھی نسل پیدا کریں جو شاید ہمارے کم درجے کے حصوں کو درست کر

دے اور انھیں سچ جانچنے کے قابل بنادے، جگر کو غیب گوئی کی طاقت بخش دی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا نے غیب گوئی کا فن انسان کی عقل کو نہیں بلکہ اس کے احمق پن کو دیا۔ کوئی اپنے مزاج کے باعث غیب گوئی کے دوران حوصلہ افزائی یا سچ حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ جس کی ذہانت نیند کی اسیر ہو یا اسے کسی چیز نے دیوانہ کر دیا ہو وہ غیب گوئی کر سکتا ہے۔ وہ جو یہ سمجھتا ہو کہ اس نے خواب کے دوران یا جاگتے ہوئے کیا کہا یا سبب کی بنا پر ان اوہام کے مطلب کو جان جائے جو اس نے دیکھے ہوں وہ شخص غیب گوئی کا فن جانتا ہوگا یا یہ کہ وہ اِس یا اُس شخص میں کیا اشارے برداشت کر سکتے ہیں ماضی، حال یا مستقبل کے اچھے یا بُرے۔ اسے سب سے پہلے اپنے اندر عقل پیدا کرنی چاہیے۔ لیکن جب تک وہ دیوانہ پن کا شکار رہتا ہے وہ اپنے الفاظ یا بصارت کو جان نہیں سکتا۔ پُرانی کہاوت بالکل درست ہے کہ صرف وہ شخص جس میں عقل ہے وہ اپنے بارے میں جان سکتا ہے یا اپنے عمل کا جائزہ لے سکتا ہے۔ اس بنا پر یہ ریت ہے کہ مترجم کو حقیقی حوصلہ افزائی کے منصف، مقرر کیے جائیں۔ کچھ لوگ ان خصوصیات کے حامل کو پیغمبر کہتے ہیں۔ ایسا سمجھنے والے یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ چھپی ہوئی کہاوتوں اور بصارتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ انھیں پیغمبر بالکل نہیں کہا جا سکتا، یہ صرف توضیح کرنے والے لوگ ہیں۔

جگر کی یہ فطرت ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اسے ایک خاص ترتیب میں رکھا گیا ہے جو اسے غیب گوئی کی نقالی کرنے کی قوت بخش سکتا ہے۔ انسان کی زندگی میں یہ غیب گوئیاں سادہ اور عام فہم ہوتی ہیں لیکن موت کے بعد یہ ایسی ہاتف گوئی میں تبدیل ہو جاتی ہیں جنھیں سمجھنا مشکل کام ہے۔ جگر کا قریبی عضو تلی اس کی بائیں سمت ہوتا ہے۔ اسے جگر کو صاف اور اصلی حالت میں رکھنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی مثال ایک ”رومال“ ایسے صاف کرنے والے کپڑے کی سی ہے جو ہر وقت شیشہ صاف کرنے کے لیے ہماری دسترس میں ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے جب بھی جسم کے کسی حصے میں بے ترتیبی آ جانے کے باعث کوئی پیچیدگی پیدا ہوتی ہے تو تلی کی نرم جسامت جو خون کے بغیر اور خالی ریشوں سے بنی ہوئی ہے، اس آلودگی کو حاصل کر کے ختم کر دیتی ہے۔ جب یہ تلی آلودگیوں سے بھر جاتی ہے تو یہ مزید پھول جاتی ہے لیکن جب جسم ان گندے ذرات سے پاک ہو جاتا ہے تو یہ تلی پھر اپنی پہلی والی حالت میں آ جاتی ہے۔

روح کے بارے میں کہ کون سا حصہ دائمی ہے اور کون سا خدائی اور وہ کیسے اور کیونکر علیحدہ کیے جاتے ہیں، اگر خدا اس کی تصدیق کرے کہ جو ہم نے کہا وہ درست اور سچ ہے تو اس سے ہمیں اعتماد نصیب ہوگا۔ ابھی تک ہم یہی کہیں گے کہ جو ہم نے اب تک کہا وہ قیاس ہے اور اس کی تحقیقات سے مزید قیاس پیدا ہوگا۔ آئیں اس کو جو کچھ اب تک بیان کیا گیا اسے یہ فرض کرلیں۔

جسم کے باقی حصوں کی تخلیق کا معاملہ اس کے بعد ایسی ترتیب میں بیان کیا جائے گا۔ اس بارے میں بھی اُسی پہلے اپنائے گئے طریقے میں تحقیقات کریں گے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جسم کو ان درج ذیل اُصولوں بنیاد پر تشکیل دیا گیا۔

ہمیں بنانے والے اس بات سے آگاہ تھے کہ کھانا پینا ہمارے لیے لازم ہے۔ انسان نے اس حوالے سے ضروری یا مناسب حد سے زیادہ حاصل کیا جس کی بنیاد (سبب) بسیار خوری ہے۔

اس بارے میں یہ کہ بیماری ہمیں تباہ نہ کردے اور یہ غیر دائمی نسل کہیں مقصد پورا کیے بغیر ہی ختم نہ ہوجائے، اس سے بچنے کے لیے خدا نے انسان کے لیے پیٹ پیدا کردیا جو خوراک کو وصول کرتا ہے۔ پیٹ کی بل دار پیالہ نما بناوٹ ہے تاکہ اس میں سے خوراک سیدھی نیچے راستے سے خارج نہ ہوجائے اور پھر اس جسم کو فوراً مزید خوراک کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ہڈیاں اور گوشت اور دوسرے ہمارے جسم کے حصے اس طریقے سے بنائے گئے، ان میں سے سب سے پہلا اُصول ہڈی کے گودے کے بننے کے بارے میں ہے۔ زندگی کے بندھن جو روح اور جسم کو ملاتے ہیں وہ اس سے مضبوط ہوتے ہیں، یہ بندھن انسانی نسل کی بنیاد اور جڑ ہیں۔ ہڈی کا گودا دوسری اشیا سے بنتا ہے۔ خدا نے اس طرح کی ابتدائی مثلثیں لیں جو سیدھی اور راقع تھیں ان مثلثوں کی تکمیل سے آگ، پانی، ہوا اور مٹی پیدا کی گئی۔ انھیں، میں کہتا ہوں اُس نے ان کی اقسام سے علیحدہ کیا اور انھیں ایک موزوں تناسب میں ملا دیا۔ ان میں سے ہڈی کے گودے کو انسان کی ساری نسل کے لیے عالمگیر بیج بنا دیا۔ اس بیج میں اُس نے روح کو رکھ دیا گیا اور ابتدائی اصلی تقسیم میں ہڈی کے گودے کی اتنی اقسام بنا دیں جتنی کہ روح کی اقسام انھیں حاصل کرنے کے لیے موجود تھیں۔ وہ جو ایک میدان کی مانند خدائی بیج کو وصول کرنے والا تھا، اُس نے اسے ہر لحاظ سے گول بنا دیا اور گودے کے اس حصے کو دماغ کا نام دیا گیا۔ اُس خیال کے تحت جب ایک جانور کو

مکمل کیا گیا۔ گودے کا یہ حصہ جس جگہ رکھا گیا، اس کا نام "سر" تھا۔ لیکن جس میں باقی فنا ہونے والا روح کا حصہ رکھنے کی خواہش تھی، انھیں اُس نے فوراً گول اور لمبے کی شکلوں میں تقسیم کر دیا۔ ان سب کو گودے کا نام دیا گیا اور ان سے جہاز کی طرح روح کے سارے بندھنوں کو باندھ دیا۔ ان کے گرد اُس سے ہمارے جسم کے سارے ڈھانچے کو بنایا۔ گودے کے لیے سب سے پہلے ہڈی کو مکمل ڈھانپا گیا۔

اُس (خالق) نے ہڈی کو ان اشیا پر مشتمل کیا۔ صاف اور ہموار مٹی لی اور اسے گوندھنے کے گودے کے ساتھ گوندھا۔ اس کے بعد اسے آگ میں ڈالا۔ آگ میں پکانے کے بعد اسے پانی میں اور پھر دوبارہ آگ میں رکھا اور پھر اسی طرح دوبارہ پانی میں۔ اس طرح ایک سے دوسری چیز میں کئی بار تبدیل کرنے کے بعد، اُس نے اسے ان دونوں سے کسی ایک میں بھی ناقابل تحلیل بنا دیا۔ اس میں سے اُس نے خراد مشین میں تیار کی جانے والی چیز کی مانند ہڈی کا گلوب بنایا، جسے اُس نے دماغ کے گرد رکھ دیا۔ اس میں اُس نے ایک تنگ سوراخ رکھا۔ اس کے بعد اُس نے گردن اور پیچھے کے گودے کے گرد ریڑھ کی ہڈی پیدا کی اور انھیں ایک دوسرے کے اوپر نیچے، ایک محور کی مانند رکھ دیا۔ اس کی ابتدا سر سے ہوئی اور جسم کے تنے کے خاتمے تک جا کر یہ ریڑھ کی ہڈی ختم ہوئی۔ اس طرح پورے بیج کو محفوظ رکھنے کی خواہش کے پیش نظر اُس نے اسے پتھر کی طرح کے خول میں بند کر دیا۔ اس میں جوڑ لگائے اور ان کی بناوٹ میں وسطی فطرت کی مانند دوسروں کی قوت کو استعمال کیا۔ اس طرح کہ ان میں حرکت اور لچک پیدا کی گئی۔ دوبارہ اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ ہڈی غیر لچکدار اور نازک ہے، اسے جب گرم کیا جائے اور دوبارہ ٹھنڈا کیا جائے تو جلدی سے فنا ہو جائے گی اور اس میں موجود بیج ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اُس نے گوشت اور پٹھوں کی تدبیر کی۔ اس طرح کہ تمام ارکان کو پٹھوں کے ساتھ بند کر دیا۔ اسے ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ سکڑنے اور پھیلنے کے قابل بنایا اُس نے اس طرح جسم کو سکڑنے اور پھیلنے کے قابل بنا دیا جبکہ گوشت جسم کو گرمیوں میں گرم اور سردی میں ٹھنڈک سے بچانے کا ذریعہ ہے اور بیرونی اثرات جیسا کہ نمدے کے بنے ہوئے اجسام پر ہوتے ہیں، اس میں خود گرم نمی موجود ہوتی ہے جو کہ گرمیوں میں پسینہ کی صورت میں خارج ہوتی ہے اور جسم کی سطح کو گیلی کرتی ہے۔ اس سے

سارے جسم کو ایک قدرتی ٹھنڈک مہیا ہوتی ہے اور سردیوں میں یہ گرم مواد جسم کو ٹھنڈک سے بچاتا ہے جو کہ اس کے بغیر جسم پر اردگرد ہونے کے باعث حملہ آور ہو سکتی ہے۔ وہ جس نے ہمیں بنایا، اس نے ان چیزوں پر غور کیا۔ مٹی، پانی اور آگ سے ملایا اور تیزاب اور نمکیات کا خمیر بنایا اور اسے دوسرے عناصر سے ملا کر نرم اور رسیلا اور تر و تازہ گوشت بنایا۔ جہاں تک نسوں (پٹھوں) کا تعلق ہے، اُس نے اسے ہڈیوں اور تبخیر سے پاک گوشت بنایا۔ ایک خاص تناسب میں ملانے کے بعد جیسا کہ کسی واسطہ کے لیے کہا جاتا ہے اس کو زرد رنگ دے دیا۔ اس لیے پٹھے (نسیں) گوشت سے زیادہ مضبوط اور سخت فطرت کے حامل ہیں۔ لیکن یہ ہڈی سے نرم اور نمدار خاصیت رکھتے ہیں۔ اِن کے ساتھ خدا نے ہڈیوں اور نمدے کو ڈھانپ دیا انھیں پٹھوں کے ساتھ منسلک کرنے کے بعد اسے گوشت کی اوپر والی تہ میں چھپا دیا۔ ہڈیوں کے حساس اور نرم حصوں کو گوشت کی پتلی تہ میں چھپا دیا اور انھیں جن میں کم جان اور زیادہ ٹھوس تھیں، انھیں گوشت کی زیادہ موٹی اور بھاری تہ میں جگہ دی گئی۔ دوبارہ ہڈیوں کے جوڑوں کی جگہ جہاں سبب واضح کرتا ہے کہ زیادہ گوشت کی ضرورت نہیں تھی ان جگہوں پر گوشت کی پتلی تہ رکھی گئی۔ اس لحاظ سے کہ یہ جسم کی لچک میں مخل نہ ہو اور نہ ہی اس کی حرکت میں رکاوٹ بنے اور نہ ہی یہ زیادہ گنجان اور دبی ہوئی اور سخت ہونے کے باعث جسم کے ہیجان کو تباہ کر دے، ذہانت اور یادداشت کو بے سود نہ بنا دے۔ اس لحاظ سے رانوں، پنڈلی کی ہڈیوں اور کولہے، بازوؤں کی ہڈی اور جسم کے دوسروں حصوں کی ہڈیاں جن کے جوڑ نہیں ہوتے اور اندر کی ہڈیاں جو کہ روح کی نایابی کے باعث، سبب سے مبرا ہیں، ان سب کو کافی گوشت مہیا کیا گیا ہے۔ لیکن وہ جن میں دماغ ہے ان پر کم گوشت دیا گیا ہے۔ سوائے ان جگہوں کے جن کو خالق نے ہیجان فراہم کرنے کے لیے بنایا انھیں مکمل طور پر گوشت سے بنایا گیا۔ مثال کے طور پر —— زبان۔ لیکن عام طور پر معاملہ ایسے نہیں ہے۔ فطرت جو ہم میں ایک نظریۂ ضرورت کے تحت پیدا ہوتی ہے اور بڑھتی ہے وہ ٹھوس سخت ہڈیوں اور زیادہ گوشت کے ملاپ کی اجازت نہیں دیتی۔ اس بارے میں اس کے شدید ادراک ہیں، انسانی جسم کے ڈھانچے میں سر کو کسی دوسرے حصے کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہیں۔ اگر وہ ایک ساتھ وجود میں آ سکتے ہوتے اور انسانی سخت گوشت اور گودے والا سر رکھنے کے باعث دوبارہ زندگی پا سکتا یا اس سے زیادہ بار تو

یہ زیادہ صحت منداور درد سے پاک ہوتا۔

لیکن ہمارے خالق نے اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ کیا وہ زیادہ لمبا عرصہ تک رہنے والی بُری نسل پیدا کرے یا کم عرصہ تک رہنے والی اچھی نسل پیدا کرے۔ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہر کسی کو کم عرصہ تک زندہ رہنے والی اچھی نسل کو ترجیح دینی چاہیے، اس لمبی زندگی کے مقابلے میں جو اچھی نہ ہو، اس لیے اُس نے سر کو پتلی ہڈی میں ڈھانپ دیا، لیکن گودے اور گوشت کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی جوڑ نہیں اس لیے سر میں جسم کے دوسرے حصوں کی بجائے عقل، شعور اور حساسیت کا اضافہ کر دیا۔ لیکن ہر آدمی میں اس بنا پر کہ وہ زیادہ کمزور ہے، اُس نے سر کے گردن کے ساتھ لگے حصے میں گودا رکھ دیا۔ گردن کے گرد ایک دائرے کی شکل میں اور انھیں پسند کے قانون کے تحت جوڑ دیا اور جبڑے کو چہرے کے نیچے جوڑ دیا۔ دوسرے گودے کو اُس نے پورے جسم میں پھیلا دیا۔ ایک عضو کو دوسرے عضو سے جوڑ کر ہمارا ڈھانچا بنانے والے نے منھ بنایا جیسا کہ اب اس کی ترتیب ہے جس میں دانت، زبان، ہونٹ ضروری اور اچھے نظریے کے تحت۔ ضروری مقاصد کے لیے حکمت عملی کے تحت اچھے مقاصد کے لیے طریقہ کار اپنایا گیا۔ اس لیے وہ چیز ضروری تھی جو ہمارے جسم میں داخل ہو اور اسے خوراک دے۔ لیکن گفتار کا بہاؤ جو انسان پیدا کرتا ہے، اور ذہانت کا معاون ہے، تمام بہاؤ سے زیادہ بہتر اور عمدہ ہے۔ اس مرحلے پر ابھی بھی چونکہ سر کو خالی ہڈی کی صورت میں نہیں چھوڑا جا سکتا، موسموں کے تغیر و تبدل سے بچاؤ کے لیے اور نہ ہی اسے مکمل طور پر ڈھانپنے کی اجازت دی جا سکتی تھی کیونکہ ایسا کرنے سے اس پر گوشت کی زیادہ مقدار کے باعث یہ ناکارہ اور بے شعور ہو جاتا۔ گوشت کی شکل اس لحاظ سے مکمل طور پر خشک نہیں تھی۔ لیکن اس پر سے گوشت کو چھیل کر علیحدہ کر دیا گیا اور کچھ باقی رہنے دیا گیا۔ اس باقی رہ جانے والے حصے کو چمڑی کہا جاتا ہے۔ یہ دماغ کی نمی کی مدد سے شامل ہوئی اور نشو و نما پائی اور پھر سر کا دائرہ نما لفافہ بن گیا۔ سلائی کے نیچے سے اوپر آنے والی نمی پانی بن گئی اور سر کے خول کے نیچے چمڑی کے نیچے بند ہو گئی۔ اس سلائی کی بُری حالت کا سبب روح اور خوراک کی حماقت تھی۔ انھوں نے جتنی ایک دوسری کے خلاف زیادہ کوشش کی یہ اتنی ہی زیادہ اور اگر جدوجہد کم پُر تشدد تھی تو یہ کم تعداد میں بنیں۔ کھال آفاقی قوت ہونے کے ناطے آگ کے ساتھ ہر جگہ بن گئی۔ انسانی کھال پر

موجود سوراخ جن کے ذریعے نمی کو آگے آنا تھا۔ مائع اور آگ جو کہ اصل تھی، دور ہٹ گئی، تاہم آمیزش والا حصہ جو کہ کھال والے مواد پر ہی مشتمل اور سوراخوں جیسا عمدہ تھا، اپنی نبض سے ہی پیدا ہوا۔ یہ سر سے باہر دور تک پھیل گیا۔ لیکن اس قدر ست ہونے کے باعث کہ اس کا بچنا محال ہو۔ اسے باہر کی ہوا نے اندر دھکیل دیا۔ یہ کھال کے نیچے جمع ہو گیا، جہاں اس نے جڑیں بنالیں۔ اس طرح کھال میں سے بال پیدا ہوئے یہ کھال کے چمڑے جیسے ہیں۔ یہ بال ٹھنڈک کے دباؤ کے باعث سخت اور قریب تھے جبکہ کھال سے علیحدگی کے عمل میں اسے دبایا اور ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس لیے خالق نے سر کو بالوں والا بنایا۔ ان وجوہات کے تحت جن کا میں نے ذکر کیا ہے، یہ اس بات کا مظہر بھی ہے کہ دماغ کو گوشت کی بجائے بالوں جیسے ہلکے ڈھانپنے والی چیز کی ضرورت تھی جو کہ اس کے محافظ بھی ہوں جو گرمیوں میں انھیں سایہ اور سردیوں میں پناہ گاہ دیتے ہوں اور اسی دوران ہمارے تخیل اور سوچ بچار کو نہ متاثر کریں۔ گودے، ہڈی اور کھال کے ملاپ سے انگلیوں کی بناوٹ کے لیے تین عناصر پر مشتمل مرکب بنتا ہے جو کہ خشک ہو جائے تو ایک سخت کھال کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں تینوں عناصر کی فطرت شامل ہے۔ یہ دوسرے اسباب کی روشنی میں بنا لیکن اس کو دماغ نے تیار کیا جو کہ بڑا سبب اور مستقبل کو سمجھنے کا حامل ہے۔ ہمارا خالق اس بات سے بخوبی آگاہ تھا کہ عورت اور دوسری مخلوقات کسی دن آدمی سے بنیں گی۔ اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ بہت سے جانوروں کو کئی مقاصد کے لیے ناخنوں کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے خالق نے مردوں میں ابتدائی سطح پر ہی ناخن پیدا کر دیے۔ اس مقصد کے لیے اُس نے انگلیوں کی آخری حد کے ساتھ ناخن پیدا کر دیے۔ اب جبکہ تمام دائمی جانوروں کے ارکان اور حصے اکٹھے ہو گئے تھے، چونکہ نظریہ ضرورت کے تحت زندگی آگ اور ہوا پر مشتمل تھی، اس لیے یہ تحلیل ہو گئی۔ خدا نے اس کے لیے درج ذیل ادراک کیا۔ مرد جیسی فطرت کی خصوصیات دوسروں کے ساتھ ملا دی گئیں۔ جس سے ایک اور قسم کا جانور پیدا ہوا۔ یہ درخت، پودے اور بیج ہیں جنھیں بو کر بہتر بنایا گیا ہے۔ اب یہ ہم میں موجود ہیں۔ پُرانے وقتوں میں اس کی صرف جنگلی قسم تھی جو کہ بوائی سے قبل کی ہے۔ ہر وہ چیز جو زندگی میں اپنا کردار ادا کرتی ہے وہ زندگی جانور کہلائے گی۔ جانور جس کے بارے میں ہم اب بات کر رہے ہیں وہ سوچ (روح) کی تیسری قسم سے منسوب ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے

کہ وہ ناف اور سینے کی ہڈی کے درمیان ہے۔ اس کا دلیل یا ذہن یا رائے میں کوئی کردار نہیں لیکن اس کا درد، خوشی اور خواہشات میں حصہ ہے جو ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ فطرت ہمیشہ سے مشغول حالت میں ہے جو کہ اندر اور اپنے گرد گھومتی رہتی ہے۔ بیرونی حرکت کو دھکیل کر اپنی حرکت کو استعمال کرتی ہے، نتیجتاً فطرت نے اسے یہ طاقت نہیں بخشی کہ یہ اپنے اعتراضات کا مشاہدہ کرے یا اس کی عکاسی کرے۔ اس لیے یہ موجود ہوتی ہے لیکن زندہ چیز سے تضاد نہیں کرتی بلکہ یہ اسی جگہ قائم رہتی لیکن اس میں خود سے حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔

اب جب اعلیٰ طاقت نے تمام فطرتیں جو ہماری خوراک کے لیے پیدا کی ہیں، یہ کمتر درجے کی ہوتی ہیں۔ یہ جسم میں کئی راستے تبدیل کرتی ہیں۔ اسی طرح جیسے باغ میں دیا جانے والا ندی کا پانی جگہ جگہ اپنا راستہ تبدیل کرتا ہے۔ یہ پہلے مرحلے میں دو پوشیدہ راستے اختیار کرتی ہیں یا شریانوں کے ذریعے نیچے والے حصے میں چلی جاتی ہیں جہاں گوشت اور کھال ملتے ہیں۔ یہاں سے یہ جسم کے دائیں اور بائیں حصے کے لیے جوابدہ ہیں۔ یہ دایاں اور بایاں حصہ اسے ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ نیچے لے جاتا ہے۔ یہاں ان میں نسل کے لیے گودا ہوتا ہے جو یہاں نشوونما پا سکتا ہے۔ اس ترتیب کے ساتھ کہ نیچے آنے والا بہاؤ جسم کے دوسرے حصوں تک بآسانی پہنچے اور انھیں برابر سیراب کرے۔ اگلے مرحلے میں یہ شریانیں سر میں منقسم ہوتی ہیں اور انھیں آپس میں ملنے کے بعد، مخالف سمت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ دائیں طرف سے آنے والی شریانوں کو بائیں طرف بھیج دیا جاتا ہے اور بائیں طرف سے آنے والی شریانوں کو دائیں طرف موڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کہ شریانوں اور کھال میں ایک بندھن بن جائے جو سر کو جسم سے مضبوطی سے جوڑ دے۔ سر کے اوپر والے حصے میں چونکہ گودا نہیں رکھا گیا اس کی ترتیب اسی طرح ہے کہ دونوں اطراف سے آنے والے پیغامات حساسیت جسم کے تمام حصوں تک پہنچ جائیں۔ اگلے مرحلے میں انھوں نے جسم میں پانی کے راستوں کو ایسے حرکت کرنے کا حکم دیا ہے جیسے میں بیان کروں گا۔ یہ زیادہ آسانی سے سمجھا جا سکے گا اگر ہم اس کی ابتدا اس بات کو تسلیم کرنے سے کریں کہ تمام اشیا جن کے حصے چھوٹے ہوتے ہیں وہ زیادہ حاصل کرتے ہیں لیکن بڑے حصوں والی کم حاصل نہیں کر سکتیں۔ اب تمام طرح کی آگ کے حصے چھوٹے ہوتے ہیں اس لیے ہوا، مٹی، پانی اور ان کے اجزا میں

داخل ہو جاتی ہے۔ اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی اور یہی اصول انسانی پیٹ کے لیے بھی کارفرما ہے۔ جب گوشت اور مشروب اس میں داخل ہوتے ہیں یہ انھیں قابو کر لیتا ہے لیکن ہوا اور آگ کو قابو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ پیٹ کی اپنی جسامت سے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہے۔

اس لیے ان عناصر کو خدا نے پیٹ سے شریانوں تک نمی لے جانے کے لیے تفویض کیا۔ ایک گرداب کی طرح کا آگ اور ہوا کا ایک اکٹھا جال بنا کر اس کے اندر داخل ہونے کی جگہ پر دو اور چھوٹے گرداب بنا دیے۔ مزید ان دو میں سے ایک میں دو راستے بنا دیے۔ چھوٹے گرداب میں اس نے جال کی آخری حدود تک ریشے پھیلا دیے۔ اس گرداب کا اندر کا سارا حصہ آگ سے بنایا گیا لیکن چھوٹے گرداب اور خالی جگہ کو ہوا سے بھر دیا۔ اُس (خالق) نے اس جال کو نئے بننے والے جانور میں اس طرح پھیلا دیا۔ اس نے چھوٹے گرداب کو منہ میں جانے دیا۔ یہ دو تھے ان میں سے ایک کو اس نے ہوا کی نالیوں کے ذریعے پھیپھڑوں تک جانے دیا اور دوسرے کو ہوا کی نالیوں کے ساتھ پیٹ میں پہنچا دیا۔ پھیپھڑوں میں جانے والے گرداب کو اس نے دو شاخوں میں تقسیم کر دیا۔ ان دونوں کو ناک کے راستے میں ملا دیا گیا۔ اس طرح کہ اگر منہ کا راستہ کام نہ کرے تو منہ کی نالیاں ناک کے ذریعے بھر جائیں۔ دوسری خالی جگہ (جو کہ بڑے گرداب کی ہے) سے جسم کے خالی حصوں کو بھر دیا گیا۔ ایک موقع پر اس نے ان سب کو چھوٹے گرداب میں جانے دیا بڑے شریفانہ انداز میں کیونکہ یہ ہوا کے بنے ہوتے ہیں۔ دوسرے موقع پر چھوٹے گرداب کو اُس نے واپس بہنے دیا۔ اُس نے جال کو جسم کے سوراخوں کے ذریعے اندر اور باہر جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ تاہم آگ کی شعاعیں جو کہ تیز تر ہیں انھوں نے کسی بھی طریقے سے ہوا کا ذریعہ اختیار کیا۔ غیر دائمی جسم کسی بھی وقت ایک دوسرے کو اتنے لمبے وقت کے لیے گرفت میں نہیں رکھتے، جتنے عرصہ کے لیے یہ ایک دوسرے کو قابو میں رکھتے ہیں۔ اس عمل کو جس کی ہم تصدیق کر سکتے ہیں، نام دینے والے نے زندگی اور موت کا نام دیا۔

یہ تمام تر فاعل (active) اور مفعول (passive) حرکت پانی اور ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے جسم کے لیے زندگی اور نشو ونما کا موجب ہے۔ جب سانس آ رہا ہوتا ہے اور آگ جو اپنے آپ میں تیز تر ہوتی ہے اس کی تقلید کرے اور ادھر اُدھر کی حرکت سے پیٹ میں سے داخل ہوتی

ہے اور بالآخر گوشت اور مشروب میں پہنچ جاتی ہے۔ یہ ان کو توڑ پھوڑ کا شکار کرتی ہے اور چھوٹے چھوٹے ذرّوں میں تقسیم کر کے انھیں گزر گاہوں میں سے گزار کر جسم کے اُس حصے تک پہنچا دیتے ہیں جہاں انھوں نے جانا ہوتا ہے۔ پھر اسے ایک فوارے کی مانند پمپ کر کے شریانوں میں پہنچا دیتا ہے اور شریانوں سے خون کو پورے جسم میں پہنچا دیتا ہے۔ آئیں ایک بار سانس لینے کے عمل پر غور کریں اور ان اسباب کے بارے میں دریافت کریں جنھوں نے انھیں ایسا بنایا ہے۔ یہ اس طرح سے ہے، یہ دیکھتے ہوئے کہ جسم میں کوئی خلا (خالی جگہ) نہیں جس میں کوئی بھی چیز جو حرکت میں ہے داخل ہو سکتی ہے اور سانس کو ہم ہوا میں خارج کرتے ہیں۔ اگلا نکتہ جیسا کہ ہر کسی پر واضح ہوگا کہ یہ سانس خالی جگہ میں نہیں جاتا بلکہ جو اس کے قریب تر ہوتا ہے، اسے دور دھکیل کر اپنے لیے جگہ بناتا ہے، جس کو اس طرح پرے دھکیل جاتا ہے، وہ اپنے قریب والے کو مزید آگے دھکیل دیتا ہے۔ اسی طرح ہر لازم چیز اُس جگہ پہنچ جاتی ہے جہاں سے سانس باہر نکلتا ہے اور پھر یہ خالی جگہ میں اندر داخل ہو جاتی ہے اور اسے پُر کر دیتی ہے۔ یہ عمل پہیہ کی گردش کی طرز پر جاری رہتا ہے کیونکہ خالی جگہ جیسی کوئی جگہ موجود نہیں ہے، اس لیے سینہ اور پھیپھڑے جب سانس خارج کرتے ہیں تو دوبارہ ہوا سے بھر جاتے ہیں جو کہ ہمارے جسم کے اردگرد موجود ہوتی ہے اور سوراخوں کے ذریعے اندر پہنچ کر جسم کے ہر حصے تک پہنچ جاتی ہے۔ دوبارہ وہ ہوا جسے باہر خارج کیا جاتا ہے، ناک اور منہ کے راستے انسانی جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس حرکت کی بنیاد اس طرح فرض کی جا سکتی ہے۔ ہر جانور کے اندر گرم ترین وہ حصہ ہوتا ہے جو خون اور شریانوں کے گرد ہے۔ یہ ایک طریقے سے آگ کا عالمی فوارہ ہے، جس کا ہم ''کریل'' (Creel) سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ یہ آگ کا چولہا ہونے اور مرکز تک پھیلا ہوا ہونے کے باعث عالمی فوارے کی مانند ہے۔ اب ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ آگ قدرتی طور پر باہر کی جانب خارج ہوتی ہے اور اپنے ہم جنس عناصر تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ آگ کے خروج کے لیے دو راستے ہیں، ایک جسم کے ذریعے اور دوسرا منہ اور ناک کا راستہ ہے۔ جب آگ ان میں سے ایک طرف جاتی ہے تو ہوا دوسرے راستے کی طرف جمع ہو جاتی ہے۔ اس طرح جو ہوا اندر داخل ہوتی ہے وہ آگ سے ملتی ہے اور گرم ہو جاتی ہے اور جو باہر نکلتی ہے وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ جب حرارت اپنی جگہ تبدیل کرتی ہے اور دوسری

جگہ کے ذرات گرم ہو جاتے ہیں تو گرم ہوا اپنے بنیادی عنصر آگ کی طرف کھنچی جاتی ہے اور
اردگرد کی ہوا کو دوسرے کی جانب دھکیل دیتے۔ یہ گردشی حرکت دوہرے عمل کے باعث ختم ہوتی
ہے جسے زندگی اور موت کا نام دیا گیا ہے۔

طبی سینگیوں، مشروبات کے اندر جانے اور جسم کے بڑھنے کا مظہر خواہ یہ ہوا میں رونما ہو
یا زمین پر، ان کی اسی اُصول کے تحت تحقیقات کی جائے گی۔ تیز اور ہلکی آوازیں جو اونچی اور کم دکھائی
دیں اور بعض اوقات غیر برابری کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں یا وہ آوازیں جو حرکت کی بنا پر ہم آہنگ
ہوتی ہیں ہم میں مسرت پیدا کرتی ہیں۔ جب پہلے رونما ہونے والے واقعہ کی حرکتیں تیزی سے
رکنا شروع ہوتی ہیں اور دونوں برابر ہوتی ہوں تو ہلکی آواز تیز پر غالب آجاتی ہے اور انھیں آگے
دھکیلتی ہے۔ جب یہ ان پر غالب آجاتی ہے تو وہ نئی مختلف حرکت نہیں کرتیں بلکہ آہستہ والی آواز کی
ابتدا کو متعارف کراتی ہیں۔ جو تیز آواز کو جواب دیتی ہے۔ اس طرح تیز اور آہستہ آوازوں کے
ملاپ سے ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ یہ بے شعور احساس کے لیے خوشگوار ہے اور مناسب اور باشعور
کے لیے بڑی خوشی کا موجب ہے۔ کیونکہ یہ آفاقی ہم آہنگی میں دائمی حرکت کی نقل ہے۔
مزید برآں پانی کا بہاؤ، آسمانی بجلی کا گرنا اور وہ حیران کن معجزے جو کہربا اور ہراکلی کے
(Heraclean) پتھروں کی کشش سے رونما ہوتے ہیں، ان میں کسی ایک چیز میں بھی بظاہر کوئی
کشش نہیں لیکن اگر کوئی ان کی درست طور پر تحقیقات کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ بعض معاملات
میں حیران کن اشتراک کا عمل موجود ہے یعنی خلا کی عدم موجودگی۔ یہ حقیقت کہ چیزیں ایک
دوسرے کو دھکیلتی ہیں اور یہ کہ وہ اپنی جگہ تبدیل کرتی ہیں اور اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ جاتی ہیں، اس
ترتیب سے، جس سے ان کا ملاپ یا تقسیم ہوتی ہے۔

اس طرح جیسا کہ ہم نے دیکھا فطرت اس طرح کی ہے اور سانس (زندگی) کے یہی
اسباب ہیں جو اسی گفتگو میں سامنے آئے ہیں۔ آگ خوراک کو کاٹتی ہے اور سانس کے عمل کے
دوران اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ سانس اور آگ دونوں اکٹھے بڑھتے ہیں اور پیٹ سے نالیوں
میں لا کر اس میں خوراک کے ٹکڑے ڈال دیے جاتے ہیں، اس طرح خوراک کا جسم کے تمام
حصوں تک پہنچنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ اصل عناصر سے نئے ٹکڑے، وہ پھل کے ہوں یا زمین پر

پیدا ہونے والی دوسری جڑی بوٹیوں کے، جنھیں خدا نے ہماری خوراک کے لیے پیدا کیا، باہمی ملاپ سے ہر قسم کا رنگ پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ان رنگوں میں سرخ رنگ دوسرے تمام پر غالب ہے کیونکہ یہ آگ کے کاٹنے کے عمل اور اس تاثیر سے بنتا ہے جو یہ نمدار مواد پر چھوڑتا ہے۔ اس طرح ہمارے جسم میں دوڑنے والا مائع بھی اسی (سرخ) رنگ کا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اس مائع کو ہم خون کہتے ہیں۔ یہ خون گوشت سمیت تمام جسم کی نشوونما کرتا ہے جبکہ جسم کے تمام حصوں کو پانی دستیاب ہوتا ہے اور خالی جگہیں پُر کی جاتی ہیں۔

اب شکم خوری اور پیٹ کے خالی ہونے کا عمل عالمگیر حرکت کے باعث متاثر ہوتا ہے جس میں ابتدائی عناصر ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ بیرونی عناصر یا عوامل ہمیشہ ہمیں مٹا دینے، منقسم کرنے اور ایک جیسے عناصر کو ختم کرنے پر عمل پیرا ہیں۔ خون جو جانور کے جسم کے اندر ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کوئی اعلیٰ و ارفع چیز اور یہ جسم میں تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ اسے بھی کائنات کی حرکت میں شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ انسان کے اندر ہر منقسم حصہ اپنے آبائی ہم جنس عنصر کی طرف جاتا ہے۔ اس میں خالی جگہ پُر ہوتی ہیں۔ جب ہماری خوراک سے زیادہ خارج ہو تو ہم خاتمے کی طرف بڑھتے ہیں اور جب کھانے سے کم خارج ہو تو ہم بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔

ہر چیز جو خالق نے بنائی جب وہ نوجوان ہو، اس وقت اس کی مثلثیں نئی ہوتی ہیں۔ یہ جہاز کے نئے پیندے کی مانند ہے۔ یہ آپس میں مضبوطی سے جڑے ہوتے ہیں، یہ نئے اور تازہ ہونے کے باعث نئے تازہ گودے اور دودھ میں نشوونما پانے کی بنا پر نرم گداز لیکن باہمی طور پر مضبوطی سے جڑے ہوتے ہیں۔ اب جب وہ مثلثیں جو گوشت اور مشروبات سے بنی ہوتی ہیں، اپنا عمل شروع کرتی ہیں تو یہ پہلے سے موجود مثلثوں سے کمزور ہوتی ہیں۔ جسم کا ڈھانچا ان مثلثوں سے بہتر ہوتا ہے اور نئی مثلثیں انھیں بڑا کرتی ہیں، اس طرح جانور بڑھتا ہے۔ اس میں جسم ایک جیسے ذرات کے ملاپ سے نشوونما پاتا ہے۔ لیکن جب وقت گزرنے کے ساتھ اندر کی باہمی کشمکش کے باعث جسم خوراک کو، جو اسے ملتی ہے، پوری طرح ہضم کرنے کے قابل نہیں ہوتا بلکہ خود تقسیم ہونا شروع ہو جاتا ہے تو اس سے انسان خاتمے کی طرف بڑھتا ہے۔ اس حالت کو بڑھاپا کہا جاتا ہے اور بالآخر وہ بندھن جس میں گودے کی مثلثیں بندھی ہوتی ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں تو اس کے

جواب میں روح کے بندھن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بالآخر قدرتی رہائی پانے کے بعد خوشی سے اُڑ جاتا ہے۔ جو کچھ فطرت کے مطابق ہوتا ہے وہ خوشگوار اور جو اس سے متضاد ہو وہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس طرح موت جو زخم یا بیماری کے باعث واقع ہو وہ تکلیف دہ اور جو بڑھاپے کے باعث آئے وہ آسان ہے۔ ایسی موت تکلیف کی بجائے خوشگوار ہوتی ہے۔

اب ہر کوئی جان سکتا ہے کہ بیماریاں کیسے پیدا ہوتی ہیں۔ چار فطرتی عناصر مٹی، آگ، پانی اور ہوا سے مل کر جسم بنتا ہے۔ ان عناصر میں کسی میں غیر فطرتی خرابی یا زیادتی یا ایک کے دوسرے میں تبدیل ہونے کے باعث بیماری پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ آگ اور دوسرے عناصر کی ایک سے زیادہ اقسام ہیں۔ ان میں کسی ایک میں بھی بے ترتیبی یا خرابی کے باعث بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ جب کوئی عمل فطرت کے خلاف ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں ٹھنڈی چیز گرم ہو جاتی ہے۔ جو پہلے خشک ہوتے ہیں وہ نمی حاصل کر جاتے ہیں۔ ہلکا بھاری اور بھاری ہلکا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ کوئی چیز اس وقت تک اصل حالت میں اور مضبوط رہے گی، جب تک وہ اپنے آپ تک محدود رہے گی۔ جب اس میں کوئی منہا ہو یا اضافہ کرے یا جو کچھ بھی قانون کے برعکس ہو، وہ لامحدود بیماریوں کا موجب بنے گا۔ اب انسانی جسم کی بناوٹ کی دوسری قسم بھی ہے۔ یہ بیماری کا مشاہدہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس کے لیے جو اسے سمجھے۔ جب گودا، ہڈیاں، گوشت اور پٹھے چار عناصر اور خون پر مشتمل ہوتے ہیں۔ زیادہ تر بیماریاں اس طرح جنم لیتی ہیں جس طرح میں نے بیان کیا، لیکن ان بیماریوں میں بدترین بیماری ان عناصر کے غلط عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح یہ عناصر تباہ ہو جاتے ہیں۔ فطرت کے لحاظ سے ترتیب یہ ہے کہ گوشت اور پٹھے خون کے ہونے چاہئیں۔ پٹھے ان ریشوں سے جن سے وہ مطابقت رکھتے ہوں اور گوشت ان لوتھڑوں سے جو اُس وقت بنتے ہیں جب یہ ریشے علیحدہ ہوتے ہیں، مضبوط اور لطیف مواد جو پٹھوں اور گوشت سے بنتا ہے یہ نہ صرف گوشت کو ہڈیوں سے چپکاتا ہے بلکہ ہڈیوں کی نشوونما اور انھیں بڑا کرتا ہے۔ ان ہڈیوں کے گرد گودا ہوتا ہے۔ ہڈیوں کے ٹھوس پن کی وجہ سے گودا صاف شدہ ہوتا ہے اور شفاف ترین اور ملاوٹ سے مکمل پاک سب سے زیادہ چکنائی والی مثلثوں کی قسم کا ہوتا ہے۔ ہڈیوں سے قطروں کی مانند گرنے والا مائع گودے کو پانی فراہم کرتا ہے۔ اب

جب ہر عمل اس ترتیب سے مکمل ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ صحت مند ہوتا ہے لیکن جب اس کی ترتیب متضاد ہو تو اس سے بیماری جنم لیتی ہے۔ جب گوشت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے اور شریانوں میں ضائع شدہ مواد بھیجتا ہے۔ پھر غیر صاف خون کی ضرورت سے زیادہ فراہمی شریانوں میں ہوا سے مل کر جو مختلف رنگ اور ترش تیزابیت اور نمکیات والی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے، ہر قسم کا چڑچڑا پن، غصہ، ماء الجبن اور بلغم پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس طرح ہر چیز غلط راستے پر چل نکلتی ہے اور پراگندہ ہونے کے باعث سب سے پہلے خون پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا رنگ بدلتی ہے۔ اس کے بعد یہ جسم کے لیے نشو ونما روک دیتی ہے اور اس طرح جسم کا فطری عمل محفوظ نہیں رہتا بلکہ اس کے نتیجے میں جسم کے مختلف عوامل باہم کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک دوسرے سے اچھا نتیجہ حاصل کرنے میں ناکامی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ جسم کے قدرتی عمل کے بارے میں غلط رویہ اپناتے ہیں جو اس سارے نظام کو خراب کر کے اسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دیتا ہے۔ گوشت کا پُرانا حصہ جو اس دوران گل سڑ چکا ہوتا ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کے خلاف مزاحمت کے باعث اس کا رنگ کالا ہو جاتا ہے اور ہر طرف سے گھلنے کے باعث ترش ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ جسم کے ہر اس حصے کے لیے خطرناک ہو جاتا ہے جو اب تک پراگندہ ہونے سے بچے ہوتے ہیں۔ جب ترش عنصر صاف ہو جاتا ہے اور اس کا کالا حصہ تیزابیت حاصل کر لیتا ہے، جو ترش پن کی جگہ لے لیتا ہے۔ دوسری چیز جب ترش پن خون سے چاشنی حاصل کرتا ہے تو اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور یہ جب کالے رنگ سے آمیزش کرے تو اس کا رنگ گھاس مائل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب جسم کی اندرونی حرارت کے باعث ترش مواد دوبارہ اس سے ملتا ہے تو سنہرا بھورا رنگ بنتا ہے۔ ان علامتوں کے بارے میں کوئی ڈاکٹر یا بلکہ فلسفی جو مختلف چیزوں کو جانچنے کی اہلیت رکھتا ہو، اسے چڑچڑے پن یا غصے کا نام دے گا۔ لیکن دوسری قسم کے جگر کے گاڑھے مائع رنگوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ ماء الجبن (خون میں موجود پانی) کی قسم جو بے ضرر ہوتی ہے لیکن جو کالے اور جگر کے گاڑھے مائع دار مادے کا اخراج ہے، وہ زہر آلود ہوتی ہے۔ جب یہ حرارت اسے کسی نمکیات سے ملاتی ہے تو اس کو تیزابی بلغم کا نام دیا جاتا ہے۔

مزید برآں وہ چیز جو تازہ اور نرم گوشت کے آبی عمل سے بنتی ہے اگر اس میں ہوا داخل

ہوتو یہ بلبلے بناتی ہے۔ اگر یہ علیحدہ ہوں تو نظر نہیں آتے ہیں لیکن اگر اکٹھے ہو جائیں تو اس سے یہ بڑی جسامت والا بن جاتا ہے جو آسانی نظر آتا ہے۔ گوشت کے اس ٹوٹ پھوٹ کے عمل میں جب ہوا داخل ہوتی ہے تو اس سے سفید بلغم بنتا ہے، جب تک یہ سفید رنگ کا بلغم صاف رہتا ہے تو یہ جسم کو ملاوٹوں سے پاک کرنے کا موجب ہے۔ اب جب خون قدرتی طریقے سے خوراک اور مشروب سے لبریز نہ ہو تو بیماری کا موجب بنتا ہے۔ فطرت کے عمل کے برعکس کسی چیز کا بننا، جسم کے لیے فطرت کے قانون کی خلاف ورزی ہے۔ جب بیماری کے باعث گوشت کے مختلف حصے علیحدہ ہوتے ہیں لیکن اگر اس کی بنیاد باقی بچی رہے تو بیماری کا اثر نصف ہوگا اور اس صورت میں بیماری سے دوبارہ صحت یاب ہونے میں آسانی ہوگی۔ لیکن اگر وہ چیز جو گوشت کو ہڈیوں سے جکڑتی ہے، وہ بیماری کا شکار ہو جائے تو اس سے ہڈیوں کے نشوونما پانے کا عمل رک جاتا ہے، جس کے نتیجے میں گوشت ہڈیوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور ہڈیاں جو چکنائی والی، ہموار اور لبریز ہوتی ہیں، بیماری کی وجہ سے خشک اور کھردری ہو جاتی ہیں۔ اس طرح جسم کا سارا کا سارا نظام خراب ہو جانے کے باعث ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہڈیاں، گوشت سے علیحدہ ہو جاتی ہیں اور بالآخر سارا ڈھانچا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اس سے جہاں گوشت ہڈیوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے، وہاں گوشت خون کی گردش میں شامل ہو کر بیماری کو مزید گھمبیر بنا دیتا ہے۔ اس سے بھی خطرناک امر یہ ہوگا کہ اگر ہڈیاں گوشت کی کثافت کے باعث مطلوبہ ہوا حاصل نہ کر پائیں اور پھر گرم اور بیماری سے بُری طرح متاثر ہونے کے باعث نشوونما نہ پا سکیں اور اس کا فطری عمل رک جائے اور ہڈی خوراک سے مل کر گوشت پر اثر انداز ہوتی ہے جو بالآخر خون میں مل جاتا ہے اور وہ تمام بیماریاں جن کا پہلے بتایا گیا ہے زیادہ شدت سے جنم لیتی ہیں۔ لیکن سب سے بدترین بیماری وہ ہے جب گودا بیمار پڑ جائے، کسی زیادتی کی وجہ سے یا نقص کی بنا پر۔ یہ انتہائی خطرناک چیز ہوتی ہے۔ جس سے جسم کا سارا نظام ہی اُلٹ جاتا ہے۔

بیماری کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کے سبب کو تین طریقوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ کبھی ہوا، کبھی بلغم اور کبھی پتّے کے نقص سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب پھیپھڑے جو جسم کو ہوا فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں، کسی رطوبت کے باعث متاثر ہوں اور ان کے اخراج کے راستے

آزادانہ کام نہ کرسکیں تو جسم کے وہ حصے گلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جبکہ وہ حصے جنھیں زیادہ ہوا ملتی ہے، وہ ہوا کے زیادہ دباؤ کی وجہ سے کام کرنے سے بُری طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔ جسم کی ملاوٹ شریانوں میں رک جاتی ہے۔ اس طرح بے شمار تکلیف دہ بیماریاں جنم لیتی ہیں جن کے ساتھ جسم میں شوگر کی بیماری بھی شامل ہوتی ہے۔ اکثر اوقات جب گوشت جسم میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے، ہوا جو جسم میں پیدا ہوتی ہے، اسے اخراج کا راستہ نہ ملنے کے باعث اتنی ہی تکلیف کا ذریعہ ہے، جتنی باہر سے جسم میں بغیر عمل کے ہوا کا داخل ہونا۔ لیکن سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب یہ غیر ضروری ہوا پٹھوں یا کندھے میں شامل ہو کر اس کے نظام کو درہم برہم کر کے اسے سوزش کا شکار بنا دیتی ہے۔ یہ بالآخر پٹھوں اور اس سے منسلک دوسرے حصوں کو بُری طرح متاثر کرتی ہے۔ اس سے تشنج اور آشوب (opisthotomas) کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس کی وجہ تناؤ ہے۔ ان بیماریوں کا علاج مشکل ہے۔ اس صورت میں بخار کے علاج سے آرام دیا جاتا ہے۔

سفید بلغم> اگر ہوا کے بلبلوں کے باعث جسم کے اندر رک جائے تو یہ خطرناک ہوتا ہے، جبکہ اگر یہ باہر کی ہوا کے ساتھ مل سکتا ہو تو یہ کم شدت کا حامل ہوتا ہے۔ اس سے جسم کا رنگ تبدیل ہوتا ہے اور جذام، پت اور اس جیسی دوسری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ جب یہ جگر سے خارج ہونے والے گاڑھے مادے میں مل جائے اور سر کی نالیوں میں بکھر جائے جو کہ ہمارے جسم کا سب سے آفاقی حصہ ہے، اگر اس کا حملہ نیند کے دوران ہو تو کم خطرناک اور اگر جاگنے کے دوران ہو تو اس سے نجات پانا مشکل ہے۔ پاک حصے سے منسلک ہونے کے باعث اسے متبرک کا نام دیا گیا ہے۔ تیزاب اور نمکیات والا بلغم اُن تمام بیماری کی وجہ ہے جو نزلہ زکام کی شکل اختیار کرتی ہیں ان کے کئی نام ہیں کیونکہ یہ جسم کے کئی حصوں میں جنم لیتی ہیں۔

جسم کی حرارت جلنے اور حرارت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہ جگر سے خارج ہونے والے گاڑھے سیال مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ مائع خارج ہونے کے لیے کوئی واسطہ حاصل کرتا ہے تو یہ اُبلنا شروع کر دیتا ہے اور اس سے آگے ورم اور رسولی بنتی ہے اور اگر یہ جسم کے اندر رک جائے تو اس سے حرارت کی کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ سب سے پہلے جب یہ خالص خون سے ملتی ہے تو یہ خون میں موجود ان ریشوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتی ہے جو نایاب اور کثیف خون کے

درمیان میں توازن رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ خون حرارت کے باعث اتنا پتلا نہیں ہوتا کہ وہ جسم کے سوراخوں میں سے باہر خارج ہو سکے اور نہ ہی دوبارہ کثیف ہوتا ہے، جس کے باعث اسے شریانوں میں دوبارہ گردش کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ خون میں ریشے توازن برقرار رکھنے کے لیے اس ترتیب سے موجود ہیں کہ اگر کوئی انھیں اکٹھا کر دے تو جب خون ٹھنڈا ہونے کے عمل سے گزر رہا ہو تو وہ خون جو باقی رہ جاتا ہے تو مائع حالت میں رہتا ہے۔ لیکن اگر انھیں تنہا رہنے دیا جائے تو یہ اردگرد میں ٹھنڈک کے باعث جلد جم جاتا ہے۔ غیر صحت مند خون اور جگر پر قوت کے حامل ریشے دوبارہ خون میں بدل جاتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں یہ چھوٹے سے چھوٹے گرم اور ٹھنڈی حالت میں تبدیل ہوتے ہیں پھر ریشوں کی قوت کے باعث منجمد ہو جاتے ہیں۔ خون کا اس طرح منجمد ہونا اندرونی کپکپاہٹ پیدا کرتا ہے۔ جب یہ زیادہ تیز بہاؤ سے اندر داخل ہوتا ہے اور ریشوں پر حرارت کے باعث غلبہ حاصل کر لیتا ہے تو اُبال کی بنا پر یہ بے ترتیبی کا شکار ہو جاتے ہیں اگر ان میں اپنی بالادستی قائم رکھنے کی طاقت ہو تو یہ گودے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ اپنی تاروں کو جلا دیتے ہیں جنھیں روح کی تاریں کہا جاتا ہے اور اسے آزاد کر دیتے ہیں لیکن جب اس کی طاقت اس قدر نہ ہو تو جسم تباہ ہونے کے باوجود بھی اس سے منسوب رہتا ہے تو جگر خود غالب ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ یا تو مکمل طور پر ممنوع ہو کر رہ جاتا ہے یا شریانوں کے راستے اوپر یا نیچے پیٹ کے حصے میں دھکیل دیا جاتا ہے اور پھر جسم سے اس طرح باہر خارج کر دیا جاتا ہے جیسے کسی کو ایسے ملک سے بدر کر دیا جائے جہاں خانہ جنگی ہو رہی ہو۔ اس سے بدہضمی، ہیضہ، پیچش اور ایسی کئی دوسری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ جب جسم کا ڈھانچا آگ کی زیادتی کا شکار ہوتا ہے تو اس سے حرارت کا تسلسل اور بخار ہو جاتا ہے۔ جب ہوا کی زیادتی بیماری کا سبب ہو تو بخار پھیلتا ہے جب پانی کی زیادتی ہو جو آگ اور ہوا سے زیادہ گہرا عنصر ہے تو اس سے تیسرے دن کا بخار پیدا ہوگا۔ جب مٹی کی زیادتی ہو جو کہ سب عناصر سے زیادہ گہری ہے، اس سے بخار کا سبب بنے تو چار روز کے وقفے سے ہونے والا بخار جنم لے گا۔ اس بخار سے نجات حاصل کرنا مشکل ہے۔

اس طرح انسانی جسم میں بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ روح میں خرابی اس درج ذیل طریقے سے جنم لیتی ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ذہن کی بیماری ذہانت کی طلب ہوگی، جس کی دو اقسام

ہیں؛ عقل، پاگل پن یا جہالت۔ کسی بھی حالت میں کوئی ان میں سے کسی ایک سے بھی دوچار ہو جائے، اس حالت کو بیماری کہا جائے گا۔ درد یا خوشی میں زیادتی بڑی بیماریوں میں شامل ہوگی جس کی ذمہ دار روح ہوگی۔ ایک شخص جو بہت زیادہ تکلیف یا خوشی میں ہو وہ اپنی غیر مناسب خواہش کے پیشِ نظر ایک چیز حاصل کرنے کی جستجو اور دوسری سے نجات پانے کی خواہش کرے تو وہ درست طور پر دیکھنے یا سننے کے قابل نہیں ہوتا۔ وہ پاگل پن کا شکار ہے اور اس حالت میں وہ کوئی با مقصد وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوگا۔ وہ شخص جس کی ریڑھ کی ہڈی میں بیج مقدار سے زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کی کئی وجوہات ہوں گی۔ اس کی حیثیت اُس درخت کی طرح ہے جس پر ضرورت سے زیادہ پھل لگا ہو۔ ایسا شخص کئی طرح کے درد میں مبتلا ہوگا تاہم اُس کی خواہشات خوشی کا باعث ہوں گی۔ ایسے شخص کی زندگی کا زیادہ حصہ مصائب کا شکار ہوگا۔ کیونکہ ایسے شخص کی تکالیف اور خوشیاں اس قدر زیادہ ہوتی ہیں کہ اُس کی روح جسم سے بے ترتیبی کا شکار ہو جاتی ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی اسے بیمار نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ایسا شخص ہوگا جو رضا کارانہ طور پر بُرا ہوگا جو کہ ایک غلطی ہے۔ سچ یہ ہے کہ محبت میں بے اعتدالی جنون روح کی بیماری ہے جو ہڈیوں کے ایک اہم عنصر میں نمی اور مائع کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ عام طور پر وہ جسے شہوت پرستی کی مسرت کہا جاتا ہے۔ اس خیال کے تحت کہ بُرا شخص رضا کارانہ طور پر بُرائی کرتا ہے اور اسے ایک الزام تصور کیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی شخص رضا کارانہ طور پر بُرا نہیں ہے۔ لیکن بُرا بُری تعلیم اور غلط ماحول کی وجہ سے زیادہ بُرا ہو جاتا ہے۔ اس میں بُری چیزوں کا بھی ہاتھ ہوتا ہے جن سے ہر کوئی نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس کی مرضی کے برعکس ہوتا ہے۔ تکلیف کی صورت میں بھی روح جسم کی بنا پر مشکلات سے دوچار ہوتی ہے۔ تیزاب اور نمکین بلغم اور دوسرے ترش اور چڑچڑا پن کے عناصر جو جسم میں موجود ہوتے ہیں اور ان سے بچنے کے لیے یا جسم سے خارج ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تو یہ پھر جسم کے اندر ہی بڑھ کر خوفناک صورت حال اختیار کر لیتے ہیں اور روح کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اس سے ہر قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، زیادہ یا کم اور ہر درجے کی شدت کی۔ یہ بیماریاں روح کے تین زیادہ آسانی سے قابو میں آنے والے حصوں پر پہنچ کر بُرے رویہ، افسردگی، غصہ اور بزدلی، فراموش کاری اور احمق پن جیسی کئی نئی بیماریوں کو جنم دیتی

ہیں۔مزید جب بُرے لوگوں کے ساتھ بُری حکومت کا اضافہ ہو جاتا ہے اور عام زندگی اور نجی زندگی میں بدکلامی کی جاتی ہے اور نئی نسل کو ان برائیوں سے بچنے کے لیے ہدایات نہیں دی جاتیں تو ہم میں بُرے دو وجوہات کی بنا پر مزید بُرے ہو جاتے ہیں، جن پر ہمارا کوئی تسلط نہیں ہوتا۔اس صورت میں برائی کے حامل افراد کی بجائے بُرائی کو جنم دینے والوں کو قصوروار ٹھہرایا جائے گا۔تعلیم حاصل کرنے والوں سے زیادہ تعلیم دینے والوں کو موردالزام ٹھہرایا جائے گا۔یہ صورت حال جس قدر بھی ہو ہمیں تعلیم اور مطالعہ کے ذریعے برائی سے بچنے اور نیکی کی ہدایات دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہ تاہم ایک مختلف عنوان کا حصہ ہے۔

جسم اور دماغ کو بچانے کے طریقہ کار کے بارے میں ایک سوال موجود ہے کہ یہ کس طرح درست انداز میں اختیار کیا جاتا ہے۔اس بارے میں مجھے کچھ کہنا چاہیے۔یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم بُرائی کی بجائے نیکی کا پرچار کریں۔ہر وہ چیز جو اچھی ہے وہ بہتر ہے اور بہتر چیز تناسب کے بغیر نہیں ہے۔جانور جو بہتر اور عمدہ ہوگا اس میں ایک خاص تناسب موجود ہوتا ہے۔ہم ان کے سلسلے میں سبب یا تناسب اور مماثلت کے بارے میں کم سمجھتے ہیں لیکن اعلیٰ اور زیادہ نمایاں کے سلسلے میں ہم خیال نہیں کرتے۔صحت اور بیماری سے زیادہ کسی معاملے میں تناسب اور عدم تناسب موجود نہیں ہے۔اسی طرح بُرائی اور نیکی میں اور روح اور جسم میں تناسب اور عدم تناسب نمایاں اور اہم ہے۔مگر ہم اسے نہ تو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس چیز کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر ایک چھوٹے ڈھانچے کو، بڑی روح میں یا بڑی گاڑی (یا جسم) میں چھوٹی روح کو رکھ دیا جائے تو کیا ہوگا۔ایسی صورت میں جانور ہر قسم کے موزوں تناسب کی کمی کے باعث بہتر نہیں ہے۔دماغ اور جسم کا مناسب اور موزوں تناسب سب سے زیادہ بہتر اور پیارا ہے، اس کے لیے جو دیکھنے والی آنکھوں کا حامل ہو۔اس طرح کہ ایک جسم کی ٹانگیں بہت لمبی ہوں یا وہ کسی دوسری وجہ سے موزوں تناسب میں نہ ہو تو وہ دیکھنے میں ہی بُرا لگتا ہے اور جسم کے حصوں کے کام کرنے کے عمل کے دوران مایوس اور بے نتیجہ کوشش کرے گا اور اکثر فضولیات کا موجب ہونے کے باعث کئی بیماریوں کو خود جنم دینے کا موجب بنے گا۔اس طرح ہمیں زندہ چیز کی دوہری فطرت کے بارے میں جاننا چاہیے۔جب انسانی جسم میں جسم کی نسبت زیادہ طاقتور روح موجود ہو ایسی روح جو بے نتیجہ اور خرابی پیدا

کرنے والی ہو تو یہ سارے جسم کی اندرونی فطرت کو خراب کر دیتا ہے۔ جب یہ علم یا مطالعہ کی کوشش کرتا ہے تو ضیاع کرتا ہے۔ اور پھر جب عام زندگی میں تعلیم دینا یا متنازعہ معاملہ اُٹھاتا ہے تو اس سے کئی تنازع اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ عمل انسانی جسم کے ڈھانچے کو توڑ پھوڑ کا شکار کر کے رطوبت پیدا کرتا ہے۔ یہ بیماریاں کسی اُستاد کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ وہ اس کی اصل وجہ کو بیان کرنے کی بجائے اس کے متضاد بیان کر دیتے ہیں۔ ایک بار پھر جب ایک مضبوط روح کے حامل جسم کو کمزور ذہانت سے منسوب کیا جاتا ہے تو قدرتی طور پر انسان میں دو خواہشات جنم لیتی ہیں ایک جسم کے لیے خوراک اور ایک جسم کے آفاقی حصے کے بچاؤ کے لیے عقل۔ میں کہوں گا کہ طاقتور کی حرکت اس کی قوت میں اضافے کا باعث ہو گی لیکن اس سے روح کمزور، احمق اور خوفناک حد تک جہالت کا شکار ہو جائے گی۔ یہ بیماری سب بیماریوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ ان دونوں قسم کے عدم تناسب سے بچنے کی ایک صورت ہے کہ ہم جسم اور روح کو ایک ساتھ حرکت دیں۔ اس طرح یہ دونوں جسم اور روح ایک دوسرے کے محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ صحت مند اور متوازن ہوں گے۔ کوئی حسابدان یا دوسرا دانشور اپنے جسم کو مناسب مشق کی اجازت دے گا۔ وہ جو جسم کی حرکات کے بارے میں محتاط ہو گا اس کی روح موزوں حرکت کرے گی۔ اُسے موسیقی اور فلسفہ پیدا کرنا چاہیے۔ ایسا شخص حقیقی معنوں میں اچھا اور عمدہ ہو گا۔ کائنات کے عمل میں مختلف حصوں سے بھی ایسے ہی سلوک کرنا چاہیے۔ جسم کو حرارت دی جاتی ہے، یہ اندر جانے والے بعض عناصر کی وجہ سے ٹھنڈا بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے دونوں قسم کی حرکات کا تجربہ ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر جسم حرکت چھوڑ دے اور خاموشی کی حالت میں آ جائے تو یہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی کائنات کے صحت مند اور قدرتی دیکھ بھال کے عمل کے ساتھ جسم کو غیر متحرک نہیں ہونے دے گا بلکہ اپنے وجود کے باعث حرکت پیدا کرے گا جو بیرونی اور اندرونی حرکات کے خلاف جسم کا دفاع کرے اور جسم میں ہر وقت حرکت میں رہنے والے ذرّات میں ایک اعتدال پیدا ہو۔ جس کا ہم نے کائنات کے حوالے سے پہلے بھی ذکر کیا تو اس سے ایسے جسم کے گرد مخالف قوتوں کی بجائے دوستی پسند قوتیں جمع ہوں گی جو اسے صحت مند رکھیں گی۔

اب سب حرکتوں سے بہتر وہ حرکت ہے جو کسی چیز میں خود پیدا ہو۔ یہ کائنات اور

خیالات کی حرکت کی مانند ہوگی جبکہ وہ حرکت جو دوسرے جسم پیدا کرتے ہیں وہ اچھی نہیں ہوتی۔ سب سے بری حرکت وہ ہے جو جسم کو حرکت دے، جب وہ سکون کی حالت میں ہو۔ جسم کے دوبارہ ملاپ اور صاف رکھنے کے لیے سب سے بہتر عمل جمناسٹک کا ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز تلاطم کی حرکت ہے۔ پانی میں تیرنے کے دوران یا کسی دوسرے طریقے سے جو جسم کو تھکا نہ دے۔ تیسری قسم کی حرکت بحالت مجبوری ہوگی۔ اس کے علاوہ کوئی باشعور آدمی کوئی اور راستہ اختیار نہیں کرے گا۔ میری اس سے مراد طبیب کا طریقہء علاج ہے جو بیماری کی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے۔ بیماریوں کے لیے ادویات کا کوئی ردعمل نہیں ہونا چاہیے جب تک یہ بیماری بہت زیادہ سنجیدہ نہ ہو۔ ہر قسم کی بیماری ایک لحاظ سے زندہ چیز سے مسابقت رکھتی ہے۔ جس زندہ چیز کا پیچیدہ ڈھانچا زندگی کی مقررہ شرائط کا حامل ہے۔

ساری نسل ہی نہیں بلکہ ہر فرد یہاں ایک خاص عرصہ کے لیے دنیا میں آتا ہے اور یہاں ناگزیز واقعات اس کی زندگی کا حصہ ہیں۔ انسانی مثلثوں کا ڈھانچا ایک مقررہ وقت کے لیے بنایا گیا ہے، اس سے زیادہ کسی انسان کی زندگی طول نہیں حاصل کر سکتی۔ بیماریوں کا بھی یہ اُصول ہے۔ اگر کوئی ادویات کے ذریعے بیماریوں کو ختم کر کے اپنے مطلوبہ عرصہ کو طول دینا چاہے تو وہ ان بیماریوں کو بڑھاتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ اسی گرامر کے تحت اپنے آپ کو منظم کرنا چاہیے، جب تک انسان کا مقررہ وقت اس کی اجازت دے، نہ کہ ادویات کے ذریعے، نہ راضی ہونے والے دشمن کو اپنے خلاف کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

یہ لازمہ جانور اور جسم جو اس کا حصہ ہے اور وہ طریقہء کار جس کے تحت وہ تربیت حاصل کرے گا اور اپنے آپ کو سبب کی بنا پر زندگی بسر کرنے کی تربیت دے گا، اس حوالے سے کافی بحث ہو چکی۔ ہم ہر بات سے پہلے اور بالاتر یہ کہیں گے کہ وہ عنصر جس نے انسان کی تربیت کرنی ہے، وہ اس مقصد کے لیے بہتر اور عمدہ ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے ایک منٹ کی بحث ایک سنجیدہ کام ہوگا لیکن اگر مجھے اس کا خاکہ پیش کرنا ہے تو یہ اس درج ذیل بحث سے سیٹنا غلط نہ ہوگا۔

میں نے اکثر یہ رائے دی ہے کہ ہمارے اندر تین قسم کی ارواح ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی حرکت میں ہے۔ اب مجھے ممکن چند الفاظ میں اپنی بات کو دہرانا چاہیے۔ کوئی ایک حصہ جو

حرکت میں نہ رہے، وہ غیر متحرک ہو جائے تو اس سے اسے یقیناً کمزور ہو جانا چاہیے۔ لیکن وہ جو تربیت یافتہ اور مشق زدہ ہو، وہ بہت طاقتور اور مضبوط ہوگا۔

ہمیں اس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ روح کے مختلف حصوں کی حرکت ایک خاص تناسب میں رہنی چاہیے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ خدا نے روح کے مسلمہ حصے کو جسم کے ہر حصے پر قدرت دے دی۔ یہ حصہ ہونے کے ناطے، جیسا کہ ہم کہتے ہیں، وہ جسم کے اوپر والے حصہ میں رہتا ہے اور جب ہم زمین کی بجائے آفاقی مخلوق کا حصہ ہیں، ہمیں زمین سے اس عنصر کی طرف لے جاتا ہے جو آسمان میں ہے۔ اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ آفاقی قوت ہمارے سر اور پاؤں کو اس جگہ سے معطل کرتی ہے جہاں سے پہلے روح کی ابتدا ہوئی۔ اس طرح سارے جسم کو آفاقی بنا دیا۔ جب آدمی ہمیشہ سے تخلیل اور خواہشات کا غلام ہے اور انھیں پورا کرنے کے لیے پورے تن من دھن سے کوشاں ہے۔ اس کے سارے خیالات غیر دائمی ہونے چاہئیں۔ جہاں تک ممکن ہو وہاں تک وہ ہر لحاظ سے دائمی ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس نے اپنے دائمی حصے کو عزیز رکھا ہے۔ لیکن وہ جو علم سے سچی محبت رکھتا ہو اور عقل کا سچا شیدائی ہو اور اس نے اپنی عقل کا استعمال جسم کے دوسرے حصوں سے زیادہ کیا ہو تو اس کے خیالات یقیناً دائمی اور آفاقی ہونے چاہئیں، چونکہ اُسے ہمیشہ سے آفاقی قوت عزیز ہے اور اُس میں آفاقیت اتم درجہ موجود ہے، اس لیے وہ مکمل خوش ہوگا۔ اب چیزوں کی احتیاط کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہر ایک کو ایسی خوراک اور حرکت دینا ہے جو اس کے لیے قدرتی ہو۔

حرکات جو ہمارے اندر آفاقی اصول کے لیے فطری ہیں وہ کائنات کے انقلاب اور خیالات ہیں۔ ان کی ہر شخص کو تقلید کرنی چاہیے اور ہمارے جنم کے وقت خراب ہو جانے والے راستوں کو درست کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ کائنات میں ہم آہنگی، ایک جیسے خیالات پیدا کرنے چاہئیں جس سے ان کی اصلیت کی تجدید ہو سکے۔ ان خیالات میں مماثلت ہونے کے باعث وہ مکمل زندگی حاصل کرنی چاہیے جو خدا نے انسان کے لیے پیدا کی، دونوں حال اور مستقبل کے لیے بھی۔

اس ہماری کائنات اور انسان کی تخلیق کے بارے میں بحث کا اصل مقصد پورا ہو گیا

ہے۔دوسری مخلوقات کے بارے میں اختصار سے بیان کیا جائے گا، جس حد تک کہ موضوع اختصار کی اجازت دیتا ہے۔اس طرح ہماری بحث بہترین تناسب کی حامل ہوگی۔جانوروں کے موضوع کے حوالے سے یہ رائے دی جائے گی۔آدمی جو دنیا میں آئے ان میں سے جو بزدل اور غلط زندگی بسر کرتے تھے انھیں شاید کسی وجہ سے دوسرے جنم میں عورت کے روپ میں پیدا کیا گیا اور یہی وجہ تھی کہ ہم میں مباشرت کی خواہش کو جنم دیا گیا۔مرد کے ایک اور عورت کے ساتھ دوسری چیز پیدا کر دی گئی جو انھوں نے درج ذیل طریقے سے بنائی۔مشروب کا وہ راستہ جس کے ذریعے مائعات پھیپھڑوں سے گردوں اور پھر مثانے میں جاتے ہیں، یہ غبارہ نما مثانہ مائعات کو حاصل کرتا ہے اور پھر یہ مائعات ہوا کے دباؤ سے انسانی جسم سے باہر خارج ہوتے ہیں۔ان میں ایک مائع کو اس طرح بنایا کہ وہ جسم کے گودے میں داخل ہو جائے جو کہ گردن اور ریڑھ کی ہڈی سے گزرتا ہے، اس کا نام بیج رکھا گیا۔یہ بیج زندگی کی علامت ہے۔یہ سانس لینے کی خاصیت کے باعث اس حصے میں جس میں یہ سانس لیتا ہے خارج ہونے کی خواہش پیدا کر دیتا ہے۔اس طرح یہ ہم میں پیدائش کے بعد محبت پیدا کرتا ہے۔مردوں میں پیدائش کا عضو ایک نافرمانبردار جانور کی طرح بغاوت کرتا ہے اور شہوت کی خواہش سے پاگل ہو چکا ہوتا ہے اور مکمل جھول چاہتا ہے۔ایسا ہی معاملہ عورت کی عضو پیدائش کے ساتھ ہے۔اس میں موجود جانور کی بچے پیدا کرنے کی شدید خواہش ہوتی ہے لیکن جب یہ بچے پیدا کرنے کے عمل سے محروم رہتی ہے تو یہ ناراض اور غیر تشفی کا شکار ہو جاتی ہے اور جسم کے دوسرے حصوں کی طرف حرکت کرتی ہے اور سانس گزرنے کا راستہ بند کر دیتی ہے اس سے ہر قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔جب تک مرد اور عورت میں محبت جنم نہ لے اور وہ دونوں مل کر اس کا ثمر سمیٹیں، اس طرح کہ مرد عورت میں بیج بوتا ہے، ایسے ہی جیسے کوئی جانور زمین میں بیج بودے۔یہ پھر دوبارہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اپنے اندر پختہ صورت اختیار کر لیتے ہیں۔انھیں بالآخر روشنی میں لایا جاتا ہے اور اس طرح جانور کی پیدائش مکمل ہوتی ہے۔

اس طرح عام خیال یہ ہے کہ عورت نے جنم لیا۔لیکن پرندے کی نسل معصوم ہلکے آدمیوں سے پیدا ہوئی۔ان کے دماغ کو آفاقی ہونے کا حکم دیا گیا۔تصور کریں کہ سادگی میں چیزوں کی نمائش روشنی میں ہوگی، انھیں پرندوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ان کے جسم پر بالوں کی

بجائے پر بن گئے۔ زمین پر چلنے والے جنگلی جانوروں کی نسل نے اُن سے جنم لیا، جن کے خیالات میں فلسفہ نامی کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی انھوں نے آفاقی فطرت کے بارے میں کبھی غور کیا۔ کیونکہ انھوں نے سر کا استعمال بند کر دیا اور روح کے ان حصوں کی تولید کی جو جانوروں میں ہیں، اس لیے ان کی اگلی ٹانگیں اور سر زمین پر لگنے کی شکل میں ہیں۔ یہ ان کے لیے موزوں شکل ہے۔ ان کے سر کے تاج لمبے چوڑے اور ہر شکل میں بنائے گئے۔ ان میں روح کے راستوں کو مقید کیا گیا۔ اس وجہ سے انھیں چوپائے کی شکل میں پیدا کیا گیا۔ خدا نے انھیں بے شعور ہونے کے ناطے زیادہ قوت دی اور وہ شاید زمین کے لیے زیادہ کشش کا باعث ہوں۔ ان جانوروں میں سب سے زیادہ وہ ہیں جو زمین پر رینگتے ہیں۔ چوتھی قسم پانی میں پائے جانے والے جانور ہیں۔ یہ سب سے زیادہ بے شعور اور جہالت کی پیداوار ہیں۔ جنھیں ٹرانسفارمر سانس کے لیے قابل قدر قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ ان میں ایسی روح پائی جاتی ہے جو ہر طرح کے ملاوٹ شدہ اجزا سے بنتی ہے۔ ہوا کے شفاف اور پوشیدہ واسطے کی بجائے ان جانوروں کو مٹی والا گہرا واسطہ انھیں سانس لینے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس طرح مچھلیوں اور کستورا مچھلیوں اور دوسرے آبی جانوروں کی نسل نے جنم لیا، جنھوں نے اپنی مضحکہ خیز لاعلمی کی سزا کے باعث بہت ہی دور افتادہ جائے رہائش حاصل کی۔ یہ ہی وہ قوانین ہیں جن میں جانور ایک قسم سے دوسری قسم میں تبدیل ہوتے ہیں اور یہ عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے اور یوں وہ عقلمندی اور بیوقوفی حاصل کرتے ہیں یا کھو دیتے ہیں۔

اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کی فطرت کے بارے میں ہماری گفتگو اختتام پذیر ہو گئی ہے۔ دنیا فانی اور غیر فانی جانور حاصل کر چکی ہے اور وہ ان سے بھر گئی ہے اور ایک دکھائی دینے کے قابل جانور بن چکی ہے جس میں قابلِ مشاہدہ، صاحبِ بصیرت خدا شامل ہے جو کہ دانائی کا پیکر ہے، وہ عظیم ترین، بہترین، پاک وصاف ترین اور بہت ہی زیادہ مکمل ہے، وہی ایک صرف عالم بالا کا مالک ہے۔

☆☆☆☆

کرائیٹیاس

(Critias)

شرکائے گفتگو:

ٹیمیئس (Timacus)، **کرائیٹیاس** (Critias)،

ہرموکریٹس (Hermocrates)، **سقراط** (Socrates)

ٹیمیئس: سقراط میں کس قدر مشکور ہوں کہ بالآخر ایک طویل سفر سے تھکے ہارے مسافر کی طرح میں اپنی منزل پر پہنچ گیا ہوں اور اب آرام کر سکوں گا۔ میں دعا گو ہوں ہمیشہ بزرگوں کی طرح اور اب یہ کہوں گا کہ میں نے جو کچھ کہا وہ قابل قبول سچ اور حقیقت پر مبنی ہے لیکن اگر کہیں غیر ارادی طور پر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو تو میں دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کا مجھ پر معاوضہ لاگو کیا جائے، ایسا معاوضہ جو کسی کی تصحیح کے لیے لاگو کیا جائے۔ آئندہ بھی خدا کی مخلوق کے بارے میں ہمیشہ سچ کہنے کی خواہش لیے، میں اُس خالق سے دعا گو ہوں کہ وہ ادویات کا ایسا علم دے جو سب سے مکمل اور اچھا ہو۔ اس دعا کے بعد اب میں گفتگو جاری رکھنے کا کام کرائیٹیاس کے حوالے کرتا ہوں جس نے کہ سمجھوتے کے تحت، میرے بعد گفتگو کو آگے بڑھانا ہے۔

کرائیٹیاس: ٹیمیئس۔ میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں اور جیسا کہ آپ نے اپنی گفتگو کے آغاز میں کہا کہ آپ کسی بڑے اہم معاملے کے بارے میں گفتگو کرنے جا رہے ہیں اور استدعا کی تھی کہ آپ کو درگزر کیا جائے، میں بھی جو کہنے جا رہا ہوں اس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ مجھے درگزر کیا جائے۔ کیونکہ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ جو کچھ میں کہنے جا رہا ہوں وہ کسی حد تک نمود پسند اور غیر مہذب ہوگا۔ تاہم مجھے اس بارے میں ضرور بات کرنی چاہیے۔

کیا کوئی باشعور شخص اس سے انکار کرنے گا کہ آپ نے بہت اچھے طریقے سے بات

کی۔ میں صرف یہ کہنے کی کوشش کرسکتا ہوں کہ مجھے آپ سے زیادہ محنت کرنی پڑے گی کیونکہ جس چیز کے بارے میں، میں گفتگو کروں گا، وہ زیادہ مشکل کام ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ خدا سے آدمیوں کے بارے میں اچھی گفتگو کرنا، مرزوں سے مردوں کے بارے میں اچھی گفتگو کرنا آسان کام ہے۔ غیر تجربہ کار اور لاعلم جس نے اس بارے میں نہ سنا ہو، اس کے علم کے لیے بات کرنا ایک بڑی خدمت ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم دیوتاؤں کے بارے میں کس قدر جہالت کا شکار ہیں۔ لیکن اپنا مقصد واضح کرنا چاہوں گا۔ اگر آپ میری بات سمجھیں۔ ہم میں سے جو کوئی بھی کچھ کہے گا وہ صرف نقل اور کسی کی نمائندگی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم آفاقی اجسام کی تصویریں بنانے والے مصور کے کام اور ان تصاویر کو دیکھنے والوں کی تسکین کے مختلف درجوں پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اُس مصور کے کام سے مطمئن ہیں جو کسی درجے تک زمین پہاڑ، دریاؤں، جنگلوں، ساری کائنات اور اُن چیزوں کی تصاویر بناتا ہے جو کائنات میں حرکت میں ہیں۔ مزید برآں ان چیزوں کے بارے میں لاعلم ہونا معاملے کو مختصر بنا دیتا ہے۔ ہم مصوری کا نہ تو امتحان لیتے ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ جو اس سے درکار ہے وہ آگے انھیں غیر نمایاں اور غیر واضح بنانے کا طریقہ ہے لیکن جب کوئی انسان کی تصویر کشی کرے تو ہم اس میں نقائص ڈھونڈنے میں بہت بڑے طاق ہوتے ہیں اور ہمارا علم ہمیں اُس چیز کا سخت منصف بنا دیتا ہے جو ہر لحاظ سے اصل چیز جیسی نہیں بنائی گئی ہوتی۔ ہم ایسی چیز کا اپنی اس گفتگو میں تجربہ کریں گے۔ ہم آفاقی اور فطری چیزوں کی تصاویر سے مطمئن ہیں جن میں بہت کم مماثلت ہوتی ہے۔ لیکن ہم غیر دائمی اور فنا ہونے والی چیزوں کے بارے میں زیادہ سخت نقاد ہیں۔ اگر میں بات کے دوران آپ کو اپنا مقصد پوری طرح واضح نہ کر پاؤں تو میں معذرت چاہوں گا۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ انسانی چیزوں کی مصدقہ مماثلت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ میں یہی بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور سقراط میں آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ میں نے شاید زیادہ بات اپنے ذہن میں رکھی ہے جس کے بارے میں ابھی بیان کرنے جا رہا ہوں۔ اگر میں یہ مدد حاصل کرنے میں سچا ہوں تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے یہ مدد دینے کے لیے تیار ہوں گے۔

سقراط: یقیناً کرایٹیاس ہم آپ کی درخواست قبول کریں گے۔ بلکہ ہم یہ درخواست ہرموکریٹس آپ کے

لیے اور ہیمیئس کے لیے بھی منظور کرتے ہیں۔ کیونکہ مجھے کوئی شک نہیں کہ جب گفتگو آگے بڑھانے کے لیے ان کی باری آئے گی تھوڑی دیر کے بعد تو وہ بھی یہی درخواست کریں گے جو ابھی آپ نے کی ہے، اس لیے کہ وہ دوبارہ وہی چیز دہرائے بغیر اپنی گفتگو کا آغاز کر سکیں۔ اسے یہ سمجھنے دیں کہ اُس کو گفتگو کے آغاز کے لیے پہلے ہی اجازت مل چکی ہے۔ اب میرے دوست کریٹیاس! میں آپ کے لیے تھیٹر کا فیصلہ سناؤں گا۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس سے قبل گفتگو کرنے والا شخص انتہائی کامیاب رہا ہے اور اس کا مقام حاصل کرنے کے لیے آپ کو خاصی ناز برداری اُٹھانی پڑے گی۔

ہرموکریٹس: سقراط آپ نے جو تنبیہ اسے کی ہے، میں بھی اسے اپنے لیے تنبیہ سمجھوں گا۔ لیکن کریٹیاس کمزور دل کبھی فتح یاب نہیں ہوا۔ اس لیے آپ آگے بڑھیں اور ایک مرد کی طرح اپنی گفتگو کا آغاز کریں۔ سب سے پہلے بات کا آغاز اپالو اور میوسس (Muses) سے کریں۔ پھر آپ تعریف سُنیں اور اس کے بعد اپنے قدیم شہریوں کی خوبیاں بیان کریں۔

کریٹیاس: میرے دوست ہرموکریٹس۔ آپ کی بات سب سے آخر میں ہے اور ابھی آپ سے قبل ایک اور ساتھی نے گفتگو کرنی ہے۔ اس لیے ابھی آپ نے ہمت نہیں ہارنی۔ حالات کی سنگینی جلد آپ پر عیاں ہو جائے گی۔ دریں اثنا میں آپ کی حوصلہ افزائی اور ہمت بندھانے کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن دیوتاؤں اور دیوی کے علاوہ جن کا آپ نے ذکر کیا۔ میں خاص طور پر نیموسائن (Mnemosyne) (حافظے کی دیوی) کے بارے میں بات کروں گا۔ کیونکہ میری گفتگو کا اہم حصہ اس کی نوازش پر منحصر ہے۔ اگر میں اس بارے میں وہ کچھ بیان کر سکا جو اس کے بارے میں مبلغوں نے کہا ہے اور سولون یہاں لائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تھیٹر کی ضرورت پر پورا اُتر سکوں گا۔ اب مزید معذرت نہ کرتے ہوئے میں بات کو آگے بڑھاؤں گا۔ آئیں سب سے پہلے اس سے شروع کرتے ہیں کہ یہ نو ہزار سال قبل کی بات ہے جب ہراکلس (Heracles) کی سلطنت کے باسیوں اور بیرونی حملہ آوروں کے مابین جنگ ہوئی، میں اس جنگ کو بیان کروں گا۔ جنگ میں حصہ لینے والے، ایک طرف بتایا جاتا ہے کہ ایتھنز کے باسیوں کا ایک بادشاہ تھا اور اس نے جنگ لڑی۔ جبکہ دوسری طرف جنگ میں حصہ لینے والوں کی کمان اٹلانٹس (Atlantis) کے بادشاہ نے کی۔ یہ جزیرہ جیسا کہ میں کہہ رہا تھا، لیبیا اور ایشیا سے بھی بڑا تھا۔ جب یہ بعد میں

زلزلے کے باعث غرق ہوا تو بحراوقیانوس سے دنیا کے دوسرے حصوں کی طرف جانے والے بحری جہازوں کے لیے مٹی کا پہاڑ بن گیا۔ تاریخ بہت سی بربریت کرنے والی قوموں اور قدیم یونانی خاندانوں کے بارے میں انکشاف کرے گی جو اس وقت وجود میں تھے۔ وہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوئیں۔ لیکن میں سب سے پہلے اس وقت کے ایتھنز کے باشندوں اور ان کے دشمنوں کے بارے میں، جنھوں نے اُن سے جنگ کی، گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد دونوں حکومت اور طاقتوں کے بارے میں بات ہوگی۔ آئیں پہلے ایتھنز کے بارے میں بات کی جائے۔

پُرانے وقتوں میں دیوتاؤں نے ان بادشاہتوں کے درمیان زمین کو تخصیص کے ذریعے تقسیم کر رکھا تھا اس لیے اُن کے مابین اس معاملے پر کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ آپ اس بارے میں صحیح طور پر یہ فرض نہیں کر سکتے کہ ان کے لیے کیا چیز زیادہ مناسب تھی یا وہ ایسی چیز خریدیں جو دوسری کی ملکیت تھی۔ ان سب نے وہ سب کچھ اس نسبت سے حاصل کیا جو وہ چاہتے تھے اور لوگوں نے اپنے علاقے بنائے۔ جب انھوں نے لوگوں کو بسا دیا تو انھوں نے ہماری خدمت کی، ان کی ملکیت جیسا کہ گڈریوں نے گروہ بنا لیے، اُن کو اس سے باہر رکھ کر جو جسمانی طاقت کا استعمال نہیں کرتے تھے، جیسا کہ گڈریے کرتے تھے، لیکن انھوں نے ہم پر حکمرانی کی۔ یہ جانوروں کو سدھانے کا آسان طریقہ تھا۔ ہماری روح کو اپنے سکون کے مطابق رضامندی کے تہوار میں جکڑ لینے کے بعد۔ اس طرح انھوں نے ساری مخلوق کی رہنمائی کی۔ اب مختلف دیوتاؤں کی مختلف علاقوں میں تخصیص تھی۔ جسے انھوں نے ترتیب میں رکھا ہوا تھا۔ ہیفا ئیسٹس (Hephaestus) اور ایتھین (Athene) جو کہ بھائی بہن تھے اور ایک ہی باپ کی اولاد تھے، ایک فطرت کے مالک ہونے کے ناطے اور فلسفہ اور فن کے بارے میں بھی ایک جیسی محبت رکھنے والوں میں سے تھے۔ ان دونوں نے زمین کا حصہ مشترک لے لیا۔ جو قدرتی طور پر شعور اور نیکی کے حوالے سے قابلِ قبول تھا۔ اس میں انھوں نے دلیر بچے پیدا کیے اور ان کے ذہن میں حکمرانی کا بیج بو دیا۔ ان کے نام محفوظ ہیں لیکن اُن کے کام روایات کے پاسداروں کے ختم ہو جانے اور وقت گزرنے کے باعث ختم ہو گئے۔ ان لوگوں میں سے جب بھی کوئی زندہ بچے جیسا کہ میں نے کہا ہے، یہ وہ لوگ تھے جو پہاڑوں پر رہتے تھے اور وہ لکھنے کے فن سے بے بہرہ تھے، انھوں نے

زمین کے مالکوں کے ناموں کے بارے میں سُن رکھا تھا لیکن وہ ان کے کاموں کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ یہ نام اپنے بچوں کے لیے رکھنے کی ان کی بڑی خواہش تھی لیکن آباؤاجداد کے قوانین اور اچھائیوں کے بارے میں انھیں بہت کم پتا تھا۔ وہ صرف روایات کے حوالے سے جانتے تھے۔ جیسا کہ وہ خود اور ان کی نئی نسلیں ضروریات زندگی کی بنیادی سہولتوں کے بارے میں لاعلم تھیں۔ انھوں نے اپنی توجہ ضروریات کی فراہمی پر مرکوز کر رکھی تھی۔ انھوں نے ماضی میں عرصہ دراز قبل رونما ہونے والے واقعات کو نظر انداز کر دیا۔ اس دور میں سب سے پہلے ارسطوریات اور عہد عتیق کے بارے میں تحقیقات کو شہروں میں متعارف کرایا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ضروریات زندگی کی سہولیات پہلے ہی فراہم کر دی گئی ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ قدیم دور کے لوگوں کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں، لیکن ان کے کام نہیں۔ اسے میں کم تر سمجھتا ہوں کیونکہ سولون نے کہا کہ مبلغوں نے جنگ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے جو نام بیان کیے وہ تھیسی اس (Theseus) کے وقت سے پہلے کے تھے۔

جیسا کہ سکروپس (Cecrops)، ایرکتھیس (Erechtheus)، اور ایرکتھونیس (Erichthonius) اور ایرائیسکتھون (Erysichthon) اور خواتین کے نام بھی اسی طرح تھے۔ مزید برآں جب خواتین اور مردوں میں جنگی خیالات عام تھے تو اس وقت کے آدمیوں نے دیوتاؤں کی مورتیاں مکمل اسلحہ بردار بنائیں۔ یہ اس بات کی تصدیق تھی کہ تمام جانور جو ایک ساتھ رہتے ہیں، مرد و خواتین اگر انھیں پسند آئے تو وہ مرد یا عورت کی تفریق کیے بغیر مشترکہ نیکی کے لیے اپنا کردار ادا کرتے۔

اب اس وقت ملک میں کئی قسم کے لوگ آباد تھے۔ ان میں دست کار تھے، کسان تھے اور جنگجو قوم تھی جسے آفاقی آدمیوں نے علیحدہ رکھا تھا۔ یہ جنگجو قوم کے لوگ صرف آپس میں ملتے جلتے تھے۔ اس قوم کو خوراک اور تعلیم کے لحاظ سے ہر طرح کی سہولیات دستیاب تھیں۔ ان میں سے کسی کے پاس اپنی کوئی چیز نہ تھی بلکہ وہ تمام جائیداد کو مشترکہ خیال کرتے تھے نہ ہی وہ کسی دوسرے شہری کی کوئی چیز اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کر سکتے تھے۔ یہ جنگجو طبقہ تمام ان خیالات کی مشق کرتا جن کا کل ہم نے اپنے فرضی محافظوں کے حوالے سے ذکر کیا تھا۔ اپنے ملک کے حوالے سے

مصری مبلغوں نے وہ کچھ کہا جو ہمارا قیاس نہیں بلکہ درحقیقت سچ ہے۔ اس دور میں حدود کا تعین استھمس (Isthmus) نے کیا تھا اور براعظم کی سمت میں اس کی حدود کیتھیرون (Cithaeron) اور پارنس (Parnes) کی بلندیوں تک تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کی حدود سمندر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے دائیں طرف اروپس (Oropus) کا ضلع اور بائیں طرف اسوپس (Asopus) دریا کی حد تھی۔ یہ دنیا کی بہترین زمین تھی۔ اس لیے یہ ان دنوں میں ایک بڑی فوج کو سنبھالا دینے کا ذریعہ تھی۔ یہ فوج اردگرد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ حتیٰ کہ ایٹکا (Attica) کے آثار جواب بھی موجود ہیں، اس کے پھلوں کی برتری اور تنوع اور ہر قسم کے جانور کے لیے، اس کی بہترین چراگاہوں کے باعث، اس کا دنیا کے کسی بھی خطے سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ جو اس بات کی تصدیق کرے گی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ ان دنوں ملک اب کی طرح خوشحال تھا اور کہیں زیادہ پیداوار دیتا تھا۔ میں اپنی گفتگو کی کیسے تصدیق کروں گا؟ ملک کا کون سا حصہ اُس وقت کا حقیقی نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ سارا ملک سمندر سے دور، براعظم سے دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس سمندر کا طاس ساحل کے قریب سے ہی گہرا تھا۔ ان نو ہزار سال کے دوران کئی بڑے طوفان اور سیلاب آئے۔ میں جس کے بارے میں بات کر رہا ہوں اس کو واقع ہوئے نو ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس عرصے کے دوران اور کئی تبدیلیوں کے باوجود پہاڑوں سے نیچے سمندر میں کوئی قابل ذکر زمین اکٹھی نہیں ہوئی جیسا کہ دوسری جگہوں پر ہوتا ہے۔ لیکن زمین کئی جگہوں سے ڈوب کر نظروں سے غائب ہو گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر موازنہ کیا جائے کہ اس وقت کیا تھا تو اب صرف اُس وقت کے انسانوں کے ڈھانچوں کی ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔ جیسا کہ چھوٹے جزیروں میں ہوتا ہے۔ تمام زرخیز زمین سمندر میں ڈوب گئی تھی اور اس کا صرف ڈھانچا باقی رہ گیا تھا لیکن ملک کے ابتدائی حصے میں پہاڑ اونچے تھے اور ان پر مٹی موجود تھی۔ اس حصے کے میدان زرخیز ترین تھے۔ جیسا کہ ہم نے انھیں فیلیئس (Phelleus) سے نامزد کیا تھا۔ پہاڑوں پر جنگل کی کثرت تھی۔ جنگل کے نشان اب بھی باقی ہیں جیسا کہ پہاڑوں پر کٹے ہوئے درختوں کے دوبارہ اُگنے والے حصے موجود تھے۔ ان درختوں کی لکڑی بڑے گھروں کو ڈھانپنے کے لیے کافی تھی۔ کئی اور درخت بھی موجود تھے جو جانوروں کے چارے کے لیے لگائے گئے تھے۔ مزید برآں یہ زمین سالانہ بارشوں سے

استفادہ کرتی تھی۔ اب کی طرح نہیں کہ بارش کا سارا پانی بلا رکاوٹ زمین سے سمندر میں چلا جائے۔ بلکہ یہ پانی سارے علاقوں کو بھرپور مہیا کیا جاتا تھا۔ یہ زمین ان بارشوں کے پانی کو جذب کر کے زرخیزی میں اضافہ کرتی۔ پھر پہاڑوں سے نیچے گرنے والا پانی ندیوں میں چلا جاتا تھا۔ اس سے ہر جگہ کافی دریا اور چشمے بن جاتے۔ ان میں بہت سارے نشان آج بھی متبرک یادگاروں کی صورت میں موجود ہیں جو میری اس بات کی گواہی دیتے ہیں جو میں بتا رہا ہوں۔

ملک کی کاشت کی جانے والی زمین کی یہ حالت تھی۔ ہم اس بات پر پورا یقین کریں کہ کسان باعزت مقام کے حامل اور اعلیٰ فطرت کے مالک ہوتے تھے۔ ان کو خدا نے دنیا کی بہترین زمین سے نوازا تھا۔ ضرورت سے زیادہ پانی اور بہترین قدرتی موسم اور آب و ہوا ان کے حصے میں آئی تھی۔ اب ان دنوں شہر کو اس طرح کی ترتیب دی گئی تھی۔ سب سے پہلے یونان کا پہاڑی علاقہ ایسے نہ تھا جیسا کہ آج ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک رات کی بارش اس علاقے کی ساری زرخیز مٹی کو بہا لے گئی اور یہ زمین چٹانوں کی مانند ننگی پتھریلی بن گئی۔ اسی دوران شدید زلزلے آئے۔ پھر غیر معمولی سیلاب آیا جو کہ شیطان کی خوفناک تباہی سے قبل تیسرا بڑا تباہ کن سیلاب تھا۔ ابتدائی عرصے میں ایکروپولس (Acropolis) کی پہاڑی اریڈینس (Eridanus) اور الیسس (Ilissus) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں ایک طرف "نیکس" (Pnyx) شامل تھا اور نیکس کی مخالف جانب لائیکابیٹس (Lycabetus) کا علاقہ اس پہاڑی سلسلہ میں بطور سرحد شامل تھا۔ یہ سارا علاقہ زرخیز مٹی کا حامل اور اس کی اوپر کی سطح ہموار تھی، سوائے ایک یا دو جگہوں کے۔ ایکروپولس کے باہر اور پہاڑی علاقے کے اندر فنون لطیفہ کے لوگ آباد تھے۔ اسی طرح وہاں زمین کو کاشت کرنے والے کسان بھی آباد تھے۔

جنگجو طبقہ "ایتھین" اور "ہیفاسٹیکس" کے مندروں کے گرد اونچی جگہوں پر آباد تھے۔ ان مندروں کو انھوں نے باڑوں سے ایک گھر کے باغ کی طرح گھیر رکھا تھا۔ شمال میں عام لوگ آباد تھے اور ان کے کھانے کے لیے بڑے ہال اور ان کی ضرورت کے مطابق مندروں کے ساتھ بڑی عمارتیں بنا رکھی تھیں۔ لیکن یہ عمارتیں سونے اور چاندی سے سجائی نہیں گئی تھیں۔ انھوں نے سونے اور چاندی کا کوئی استعمال نہیں کیا۔ انھوں نے تصنع اور ظاہری شان بان کے لحاظ سے

درمیانی راستہ اختیار کیا۔ تاہم انھوں نے اپنے ادارے بچائے رکھے۔ انھوں نے اپنے لیے بہت خوب صورت آراستہ گھر بنائے، یہ گھر وہ اپنی آنے والی نسلوں کے حوالے کر دیتے۔ گرمیوں کے دنوں میں وہ علاقوں کے پاس اپنے باغات، اکھاڑے اور کھانے کے کمرے چھوڑ کر جنوب کی طرف ہجرت کرتے اور وہاں پر وقت گزارتے۔ اب جہاں ایکروپولس (یونان) کا پہاڑی سلسلہ ہے وہاں ایک چشمہ تھا جسے زلزلے نے تباہ کر دیا۔ اس میں سے چھوٹی ندیاں باقی رہ گئی تھیں جو اب بھی قرب وجوار میں موجود ہیں۔ اُن دنوں یہ چشمہ سب کو پانی کی کافی مقدار فراہم کرتا، گرمیوں اور سردیوں میں اس کا مناسب درجۂ حرارت ہوتا تھا۔ یہ اُسی وقت کے لوگوں کا رہن سہن تھا جو کہ اپنے شہریوں کے محافظ اور اہلِ ہیلینا کے رہنما تھے جو کہ جوان کے مستعد پیروکار تھے۔ وہ مردوں اور خواتین کی تعداد کو بچانے کے لیے احتیاط کرتے جو انھیں جنگ کے لیے مطلوب ہوتی۔ جیسا کہ یہ تعداد بیس ہزار ہوگی۔ قدیم ایتھنز کے باشندے اس طرح کے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے ملک اور باقی ہیلاز (Hellas) کا درست طریقے سے انتظام کر رکھا تھا۔ وہ پورے یورپ اور ایشیا میں اپنی خوبصورتی اور اچھائیوں کے باعث مشہور تھے۔ اس وقت کے لوگوں میں سے یہ سب سے زیادہ قابلِ ذکر تھے۔ اس کے بعد اگر میں وہ بھول نہیں گیا جو میں نے اپنے بچپن میں سُنا تو میں آپ کو ان لوگوں کی مہم جوئیوں اور خوبیوں کے بارے میں بیان کروں گا۔ دوستوں کو کہانیاں اپنے تک ہی محدود نہیں رکھنی چاہئیں بلکہ دوسروں کو بتانی چاہئیں۔

تاہم بات کو مزید آگے بڑھانے سے قبل میں آپ کو متنبہ کرنا چاہوں گا کہ آپ اس بات پر حیران نہ ہوں اگر ہیلینائی نام، غیر ملکی باشندوں نے اپنا لیے ہوں۔ میں آپ کو اس کی وجہ بیان کروں گا۔ سولون جو اس کہانی کو اپنی نظم کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا، اس نے ان ناموں کے استعمال کی وجہ دریافت کی تو اُسے معلوم ہوا پہلے مصریوں نے لکھتے وقت ان ناموں کا اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا تھا۔ اس نے کئی ناموں کے معنی دریافت کیے اور دوبارہ اس کی نقل کرتے ہوئے پھر ہماری زبان میں ترجمہ کیا۔ میرے عظیم دادا ڈروپیڈس (Dropides) کے پاس اصل تحریر موجود تھی، جو اب میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کا میں نے اپنے بچپن میں بڑی احتیاط سے مطالعہ کیا۔ اس لیے اگر آپ ایسے ناموں کا ذکر سُنیں جو ہمارے ملک میں مستعمل ہیں تو حیران نہ ہوں،

میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ وہ کیسے متعارف ہوئے۔ کہانی جو بڑی طویل ہے اس طرح شروع ہوتی ہے:

میں نے دیوتاؤں کی تخصیص کی بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ انھوں نے ساری زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے لیے مندر تعمیر کیے اور قربانیوں کا آغاز کیا۔ پوسیڈان (Poseidon) نے اٹلانٹس (Atlantis) کے جزیرے کو اپنے حصے کے طور پر حاصل کیا اور ایک عورت سے بچے پیدا کیے اور انھیں ایک جزیرے میں آباد کر دیا، میں جس کے بارے میں بیان کروں گا۔ سمندر کو دیکھتے ہوئے لیکن اس جزیرے کے وسط میں ایک ہموار قطعہ تھا جس کا شمار دنیا کے زرخیز ترین اور بہترین خطوں میں ہوتا تھا۔ اس میدانی خطے کے درمیان میں پچاس سٹیڈیا کے فاصلے پر ایک پہاڑ تھا جو کہ کسی بھی طرف سے بہت بڑا نہیں تھا۔ اس پہاڑ پر اس ملک کا قدیم شخص آباد تھا۔ جس کا نام ایونر (Evenor) تھا۔ اس کی ایک بیوی تھی جس کا نام لیوسپ (Leucippe) تھا۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام کلیٹو تھا۔ وہ دوشیزہ اس وقت تک عورت کی عمر کو پہنچ چکی تھی جب اس کے والدین انتقال کر گئے۔ پوسیڈان کو اس دوشیزہ سے محبت ہو گئی۔ پوسیڈان نے اُس دوشیزہ کلیٹو (Cleito) سے مباشرت کی اور اسے ایک پہاڑی میں قید کر دیا۔ سمندر اور زمین کے چھوٹے اور بڑے حلقے بنا کر اُس نے ایک دوسرے کے گرد دائرے بنا دیے۔ ان میں دو دائرے زمین کے اور تین پانی کے تھے، جنھیں اُس نے ایسے بنایا جیسے خراد مشین سے بنائے گئے ہوں۔ ان میں ہر ایک کا مرکز سے برابر فاصلہ تھا۔ اُس نے یہ اس لیے بنائے تاکہ کوئی آدمی جزیرے پر نہ آ سکے اس وقت جہاز اور بحری سفر کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اسے خود دیوتا ہونے کے ناطے درمیان والے خطے کے لیے انتظامات کرنے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔ اسی طرح زمین کی تہہ سے گرم اور ٹھنڈے پانی کو باہر لانے اور ہر قسم کی خوراک ضرورت سے زیادہ مقدار میں حاصل کرنے کے لیے انتظامات کیے گئے۔ اس نے مرد بچوں کے پانچ جوڑے پیدا کیے اور ان کی پرورش کی اور اٹلانٹس کے جزیرے کو دس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد بڑے جوڑے کو اُس کی ماں کا رہائشی حصہ دیا جو کہ سب سے بڑا اور بہتر تھا اور اسے دوسروں کا بادشاہ بنا دیا اور دوسروں کو شہزادے بنا دیا اور کئی لوگوں پر حکمران بنا دیا اور انھیں ایک بڑی سلطنت دے دی اور ان سب کو نام دے

دیے۔ سب سے پہلے بادشاہ کو اٹلس (Atlas) کا نام دیا گیا۔ اس کے بعد سارے جزیرے اور سمندر کا نام اٹلانٹک (بحراوقیانوس) رکھا گیا۔

اُس کے جڑواں بھائی کو جو اس کے بعد پیدا ہوا تھا اسے ہراکلس کی سلطنت کی آخری حدود کو اُس کے حصے کے طور پر مختص کیا۔ ملک کے اُس حصے کو جسے اب گیڈس (Gades) کا علاقہ کہا جاتا ہے، اسے اس نے جو نام دیا، اُسے ہیلینائی (یونانی) زبان میں ایومیلس (Eumelus) قرار دیا گیا۔ ملک کی زبان میں جس کا نام اُس کے نام ''گیڈرس'' (Gadeirus) سے منسوب کیا گیا تھا۔ جڑواں پیدا ہونے والے دوسرے جوڑے میں سے ایک کا نام، اُس نے ایمفیرس (Ampheres) اور دوسرے کا نام ایوامن (Evaemon) رکھا۔ تیسرے جڑواں جوڑے میں سے بڑے کا نام منیسی اس (Mneseus) اور اس کے بعد آنے والے کا آٹوکتھن (Autochthon) رکھا گیا۔ چوتھے جوڑے کے بڑے کو الاسپس (Elasippus) اور چھوٹے کا نام میسٹر (Mestor) رکھا گیا۔ پانچویں جڑواں جوڑے کے بڑے کو ازائیس (Azaes) اور چھوٹے کو ڈائیپرپس (Diaprepes) کا نام دیا گیا۔ یہ سب اور ان کے جانشین بہت پشتوں تک کھلے سمندر میں متعدد جزیروں کے باشندے اور حکمران رہے تھے۔ اور نیز جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا، وہ ہمارے ممالک میں بھی آتے جاتے رہتے، وہ مصر اور ٹائرہنیا (Tyrrhenia) تک بھی جاتے تھے۔

اب اٹلس کے بے شمار معزز خاندان تھے اور ان کے پاس سلطنت تھی اور یہ سلسلہ اس طرح آگے بڑھا کہ نسل در نسل بڑا بیٹا اپنے بیٹے کو بادشاہت سپرد کرتا۔ ان کے پاس اس قدر دولت تھی کہ ان سے پہلے بادشاہوں کے پاس نہیں تھی اور نہ ہی آئندہ ہوگی۔ ان کے پاس ہر وہ چیز موجود تھی جس کی انھیں ضرورت تھی، دونوں شہروں میں اور قصبوں میں۔ ان کی سلطنت کے وسیع ہونے کی وجہ سے کئی چیزیں، ان کے ہاں باہر سے لائی جاتی تھیں۔ تاہم جزیرہ بھی ان کے لیے ضروریات زندگی کی ہر چیز پیدا کرتا۔ سب سے پہلے وہ زمین سے کھدائی کر کے ہر وہ چیز دریافت کرتے جو وہاں سے دریافت کرنی ہوتی تھی ٹھوس اور اسی طرح پگھلی ہوئی بھی، وہ بھی جواب صرف ایک نام ہے اور اس وقت ایک نام سے کہیں زیادہ تھی۔ اریچلکم (Orichalaum) جزیرے کے مختلف حصوں سے کھدائی کر کے حاصل کیا جاتا تھا۔ اُن دنوں یہ سونے کے علاوہ

دوسری معدنیات سے زیادہ قیمتی تھا۔ بڑھئی کے کام کے لیے کافی لکڑی تھی۔ سدھائے ہوئے اور جنگلی جانوروں کے لیے کافی مواد موجود تھا۔ مزید برآں ان کے جزیرے میں بہت زیادہ ہاتھی تھے۔ کیونکہ وہاں ہر قسم کے جانوروں کے لیے قانون موجود تھا۔ ان کے لیے جو جھیلوں اور دریاؤں میں رہتے اور ان کے لیے بھی جو پہاڑوں اور میدانوں میں پائے جاتے تھے۔ ان جانوروں کے لیے جو سب جانوروں سے زیادہ بسیار خور تھے۔ وہ تمام چیزیں وہاں موجود تھیں جو زمین پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ وہ چاہے جڑیں ہوں، جنگل یا جڑی بوٹیاں یا خوشبو ہو جو پھولوں اور پھلوں سے نچوڑی جاتی ہے۔ یہ سب اس زمین میں پائے جاتے تھے۔ ان کے لیے پھل اُسی زمین میں پیدا ہوتے تھے۔ خشک میوہ جات جو ہماری نشو ونما کرتے ہیں اور دوسرے وہ پھل بھی جنھیں ہم خوراک کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہم انھیں دال کے عام نام سے پکارتے ہیں اور وہ پھل جن کا چھلکا مضبوط ہوتا ہے مشروبات، گوشت اور کریم یا شاہ بلوط کا پھل اور دوسرے اس قسم کے پھل بھی میسر تھے جو خوشی، مزہ اور تفریح کا ذریعہ تھے۔ وہ پھل بھی جو رکھنے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ خوشگوار صحرا، جہاں کھانے کے بعد ہم اپنے آپ کو سکون فراہم کرتے ہیں، جب ہم کھانے سے تھک جائیں۔ وہ تمام جزیرے کے علاقے جہاں دن کی روشنی ہوتی تھی وہ یہ چیزیں بہت زیادہ مقدار میں پیدا کرتے۔ ان نعمتوں کے ساتھ زمین انھیں آزادانہ طور پر پورا کرتی۔ اسی دوران انھوں نے اپنے مندر، محل، بندرگاہوں اور گودیوں کی تعمیر جاری رکھی۔ انھوں نے اپنا سارا ملک درج ذیل طریقے سے منظم کیا:

سب سے پہلے انھوں نے سمندر کے مختلف حصوں کو ملایا جو قدیم دارالحکومت کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے اور ان تک شاہی محل سے سڑک تعمیر کی۔ ابتدا میں انھوں نے اپنے دیوتا اور اس کے آباواجداد کی عادات کے مطابق محل تعمیر کیے جنھیں انھوں نے بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے سجانا اور سنوارنا جاری رکھا۔ ہر بادشاہ اپنے سے پہلے بادشاہ کو اس حوالے سے مات دیتا تھا حتیٰ کہ انھوں نے عمارات کو فنونِ لطیفہ کی خوبصورتی اور وسعت کے حوالے سے بے مثال بنا دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے سمندر سے ایک نہر نکالی جس کی چوڑائی تین سو فٹ رکھی گئی اور اس کی گہرائی سو فٹ تھی اور نہر لمبائی میں پچاس ہزار میل (پچاس سٹیڈیا) تھی۔ اس نہر کو انھوں نے دور ترین خطے

تک پہنچادیا۔ اس کے لیے سمندر سے راستہ بنایا جو کہ بندرگاہ بن گئی۔ اس میں سے جہاز گزرنے کے لیے مناسب راستہ رکھا گیا۔ مزید برآں انھوں نے سمندر کے علاقوں سے علیحدہ ہونے والے سمندروں کے حصوں کو پل پر سے تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک چھوٹی کشتی کا ایک حصے سے دوسرے حصے میں جانے کے لیے راستہ بنایا۔ ان راستوں کو اس طرح ڈھانپا گیا کہ ان کے نیچے سے بحری جہاز گزر سکے۔ سمندر کے کناروں کو قابلِ قدر حد تک پانی کی سطح سے اوپر تک لے جایا گیا تھا۔ اب سب سے بڑا حصہ جس میں سے راستہ بنایا گیا تھا، اسے سمندر سے کاٹا گیا تھا۔ اس کی چوڑائی تین سٹیڈیا تھی۔ اس کے بعد کے زمین کے حصوں کو برابر چوڑائی میں کاٹا گیا۔ اس کے بعد کے دو حصے ایک پانی اور دوسرے زمین کی چوڑائی دو سٹیڈیا تھی اور ایک حصہ جو وسطی جزیرے کے اردگرد موجود ہے، وہ چوڑائی میں سٹیڈیم کے برابر تھا۔ جزیرہ جس میں شاہی محل تھا اس کا قطر پانچ سٹیڈیا تھا۔ یہ سب کچھ بشمول حصے اور پل چوڑائی کے لحاظ سے سٹیڈیم کا چھٹا حصہ تھا۔ وہ ہر طرف پتھر کی دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ اس میں پلوں پر مینار اور دروازے بنائے گئے جہاں سے سمندر گزرتا تھا۔ وہ پتھر جو اس کام میں استعمال کیا گیا وہ انھوں نے مرکزی جزیرے سے حاصل کیا اور وہاں سے ان علاقوں کے مختلف حصوں میں پہنچایا۔ اس پتھر کی ایک قسم سفید تھی، دوسری کالی اور تیسری سرخ تھی۔ ان پتھروں کے حصول کے دوران انھوں نے دوہری گودی تیار کی، جس کی چھت مقامی چٹانوں سے بنائی گئی تھی۔ ان کی کچھ عمارتیں سادہ لیکن دوسری عمارتوں میں انھوں نے مختلف قسم کے پتھر استعمال کر کے انھیں دیدہ زیب بنادیا جو کہ آنکھوں کو بھلا لگتا ہے، ذہنی تسکین کا قدرتی منبع ہوتا ہے۔ علاقے کے گرد بنائی گئی پتھر کی دیوار پر پیتل کی تہ چڑھائی گئی تھی۔ اس کے بعد آنے والی دیوار پر سلور اور تیسری دیوار جو قلعہ کے گرد بنائی گئی تھی اس کو سرخ روشنی سے روشن کیا گیا تھا۔

قلعہ کے اندر محل اس ترتیب و ترکیب کے ساتھ بنائے گئے تھے: اس کے مرکز میں ایک متبرک قلعہ بنایا گیا تھا جو کلیٹو اور پوسیڈان کے لیے وقف تھا۔ یہاں کسی دوسرے کی پہنچ نہیں تھی۔ اس کے گرد سونے کا احاطہ تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں پہلی بار دس شہزادوں کے خاندان نے روشنی دیکھی۔ یہاں کے لیے ملک کے دس حصوں کے لوگ سالانہ اپنے اپنے علاقے سے پھل لاتے تھے۔ جو دس شہزادوں میں ہر کسی کو پیش کیے جاتے تھے۔ اس جگہ پر پوسیڈان کا اپنا مندر تھا جو

سٹیڈیم جتنا لمبا، اس سے نصف چوڑا اور مناسب حد تک اونچائی میں تھا۔ اس مندر کی عجیب بربری وضع تھی۔ مندر کا باہر کا سارا حصہ سوائے چند ایک اونچی چوٹی والی جگہوں کے چاندی (سلور) سے ڈھانپا گیا تھا اور اس مندر کی چوٹیوں کو سونے سے سجایا گیا تھا۔ مندر کی چھت کو ہاتھی کے دانتوں سے دیدہ زیب بنایا گیا، باقی اندر کی دیواریں اور دوسرے حصوں کو سونے چاندی اور دوسری قیمتی دھاتوں سے سجایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مندر کے اندر سونے کی مورتیاں رکھی گئی تھی۔ اس میں ایک بگھی میں دیوتا بنایا گیا تھا۔ اس بگھی کو چھ تیز ترین گھوڑے کھینچتے تھے۔ دیوتا کا قد اتنا تھا کہ اس کا سر اس کی عمارت کو چھوتا تھا۔ اس کے اردگرد ڈولفن کی مورتیوں پر سو (100) خوبصورت لڑکیاں (Nereids) بنی ہوئی تھیں۔ اس وقت کے مردوں کا یہ خیال تھا کہ ان کی تعداد یہی ہوگی۔ مندر کے اندر کئی اور مورتیاں بھی تھیں جو عام لوگوں نے اس مندر کے لیے وقف کی تھیں۔ مندر کے باہر تمام دس شہزادوں اور ان کی بیویوں کی سونے کی بنی ہوئی مورتیاں رکھی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بادشاہوں اور عام لوگوں کی پیش کی گئی کئی مورتیاں تھیں جن میں ملکی اور غیر ملکی مورتیاں شامل تھیں۔ اس مندر میں ایک مذبح خانہ بھی تھا جو اس عمارت کے شایانِ شان تھا۔ اس طرح دوسرے محل اس سلطنت کی عظمت اور جلال کی عکاسی کرتے تھے۔ اس کے بعد گرم اور ٹھنڈے پانی کے چشمے تھے جو کثرت سے بہتے تھے۔ یہ چشمے پانی کے خوبصورت نظاروں کے باعث دیدہ زیب اور پرکشش تھے۔ ان کے گرد عمارتیں بنائی گئیں تھیں اور موزوں درخت لگائے گئے۔ انھوں نے ان عمارتوں میں حوض بھی بنائے، ان میں سے کچھ حوض کھلے اور کچھ پر چھتیں بنائی گئی تھیں۔ ان حوضوں میں سردیوں میں گرم پانی سے اور گرمیوں میں ٹھنڈے پانی سے نہایا جاتا۔ بادشاہوں اور عام آدمیوں کے غسل خانے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے علیحدہ باتھ بنائے گئے تھے۔ جانوروں کے لیے بھی مناسب غسل خانے بنائے گئے تھے۔ چشموں سے نکلنے والے پانی کو پوسیڈان کے مندر کے درختوں کے جھنڈ تک لے جایا گیا تھا۔ اس میں ہر قسم کے خوبصورت اور کشش میں اپنی مثال آپ درخت موجود تھے۔ باقی کو مندر کی دیوار پر ساتھ سجایا گیا تھا۔ یہاں اور کئی مندر تھے جو دوسرے دیوتاؤں کے لیے وقف کیے گئے تھے۔ باغ اور مشق کی جگہیں تھیں۔ کچھ آدمیوں اور کچھ جانوروں کے لیے۔ گھوڑوں کی دوڑ کے لیے گھڑ دوڑ سٹیڈیم بنائے گئے جو اس

کام کے پیش نظر پورے جزیرے پر پھیلے ہوئے تھے۔ محافظوں کے لیے گھر بنائے گئے تھے۔ ان محافظوں میں سے زیادہ بااعتماد کو نگرانی کے چھوٹے علاقوں میں تعینات کیا جاتا۔ تاہم سب میں زیادہ بااعتماد اور وفادار محافظوں کے لیے مندر کے اندر بادشاہ کے خاص آدمیوں کے گھروں کے ساتھ گھر بنا کر دیے جاتے۔ سمندری گودیاں بحریہ (نیوی) کے سامان اور جہازوں سے بھری ہوتی تھیں۔ یہ شاہی محلوں کے بارے میں کافی ہے۔ محلوں اور تین بندرگاہوں سے گزر کر آپ ایک دیوار کے پاس پہنچ جاتے جو سمندر سے شروع ہوتی اور ہر طرف جاتی ہے یہ بڑے زون یا بندرگاہ سے ہر طرف پچاس سٹیڈیا کے فاصلے پر تھی۔ اس کا خاتمہ سمندر میں جانے والے چینل پر جا کر ہوتا تھا۔ یہ سارا علاقہ گنجان آباد تھا اور بندرگاہیں جہازوں سے بھری ہوتیں لوگ دنیا بھر سے یہاں کاروبار کے لیے آتے جاتے تھے۔ یہ لوگ زبان، رنگ اور رہائش کے لحاظ سے مختلف ہوتے۔ میں نے قدیم دور کے محل اور اس کے ماحول کے بارے میں سولون کے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

اب مجھے آپ کو اس ملک کی فطرت اور دوسرے انتظامات کے بارے میں بیان کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سارا ملک بہت عظیم اور بالا اور سمندر کی طرف تکشیف شدہ ڈھلوان والا بتایا جاتا ہے لیکن دیوار کے ساتھ ہموار میدانی تھا۔ جس کے گرد پہاڑ تھے جو سمندر کی طرف کم ہوتے جاتے تھے۔ یہ ہموار، برابر اور اس کی شکل مستطیل نما تھی۔ یہ ایک سمت میں تین ہزار سٹیڈیا تک وسیع تھی اور مرکز سے دوسری طرف دو ہزار سٹیڈیا تھی۔ زمین کا یہ خطہ جنوب کی سمت میں تھا اور شمال سے ڈھانپا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد میں موجود پہاڑوں کا، ان کی تعداد، حجم اور خوبصورتی کی بنا پر تہوار منایا جاتا تھا۔ ان سے کہیں زیادہ جو آج منائے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان کئی گاؤں تھے۔ پہاڑ، دریا، جھیلیں، گھاس پھوس جو کہ ہر جانور کی خوراک کے لیے کافی موجود تھے۔ دونوں اقسام کے جانوروں، سدھائے ہوئے اور جنگلی جانوروں کے لیے، اس کے علاوہ مختلف قسم کی لکڑی بھی موجود تھی جو کہ ہر کام کے لیے بہت زیادہ تھی۔ اب میں میدان کے بارے میں بیان کروں گا جیسا کہ یہ بادشاہوں اور کئی نسلوں کی محنت سے ایک رسم بن چکی تھی۔ یہ زیادہ تر خطوں میں مستطیل کی قسم کے تھے۔ اس میں سیدھی لائن سے باہر نکلنے سے ایک گول کھائی بن جاتی تھی۔ یہ کھائی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کے لحاظ سے ناقابل بیان تھی۔ اس سے ایک یہ تاثر اُبھرتا تھا کہ اس معیار کا کام

دوسرے کئی کاموں کے علاوہ مصنوعی نہیں ہو سکتا۔ تاہم مجھے ضرور وہی کہنا چاہیے جو مجھے بتایا گیا۔ اس کھائی کی گہرائی ایک سو فٹ تھی اور چوڑائی ہر جگہ سے چھ سو فٹ تھی۔ یہ کھائی سارے میدان کے گرد بنائی گئی تھی اور لمبائی میں دس ہزار سٹیڈیا تھی اس میں وہ ندیاں ملتی تھیں جو پہاڑوں سے نیچے بہتی تھیں اور میدانی علاقے کے گرد گھوم کر شہر میں ملتی تھیں جو کہ بعد میں سمندر میں جا گرتیں۔ مزید اسی طرح اس کھائی میں سے میدانی علاقے کے لیے سو فٹ چوڑی سیدھی نہریں بنائی گئیں تھیں، یہ نہریں دوبارہ کھائی سے ملتیں اور بالآخر یہ سمندر میں جا گرتی تھیں۔ یہ نہریں ایک دوسری سے ایک سٹیڈیا کے فاصلہ پر تھیں۔ ان کے ذریعے پہاڑوں سے لکڑی نیچے لائی جاتی تھی اور پھلوں کو بحری جہازوں پر لادتے تھے۔ اس بردباری کے کام کے لیے انھوں نے نہروں کو آپس میں ملایا ہوا تھا۔ وہ سال میں دو بار پھلوں کو اکٹھا کرتے۔ موسم سرما میں آسمان سے ہونے والی بارش کا فائدہ اُٹھاتے اور گرمیوں میں اس مقصد کے لیے نہروں سے ندیوں کی صورت میں مہیا کیا جانے والا پانی، مہیا کیا جاتا تھا۔

آبادی کے لحاظ سے میدانی علاقے کے ہر ایک گروہ کو آدمی جو فوجی خدمات کے لیے مناسب ہوتے ہیں، انھیں اپنا رہنما منتخب کرنا پڑتا تھا۔ لاٹ کا سائز ہر طرف دس سٹیڈیا مربع تھا اور ساری لاٹوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ پہاڑی اور دوسرے علاقوں میں بسنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ ان کے اپنے اپنے ضلع اور گاؤں کے لاٹ کی نسبت کے لحاظ سے اپنے اپنے رہنما تھے۔ ان رہنماؤں میں سے ہر ایک کو جنگ کی صورت میں جنگی گاڑیوں کا چھٹا حصہ تیار کرنا پڑتا تھا تاکہ مکمل تعداد ساٹھ ہزار تیار کی جا سکے۔ دو دو گھوڑے اور ان کے سوار اور بغیر نشست کے گھوڑے والی دو دو گاڑیاں اور ایسے گھوڑسوار بھی فراہم کرنے کی ان رہنماؤں کی ذمہ داری تھی جو ڈھال کے ساتھ میدان میں جنگ کر سکیں۔ ایک گاڑی سوار جو جنگ میں گھوڑوں کی رہنمائی کر سکے۔ اس کے علاوہ یہ رہنما دو بھاری مسلح سپاہی، دو نیزہ باز، دو پتھر چلانے والے تین برچھی چلانے کے ماہر، دو کمان چلانے اور ماہر بحریہ کے نوجوان فراہم کرنے کے پابند تھے تاکہ بارہ ہزار جنگی بحری جہازوں کے لیے عملہ پورا کیا جا سکے۔ شاہی شہر کی فوجی طاقت کا یہ سلسلہ اور انداز تھا۔ دوسری نو حکومتوں کی جنگی ترتیب اس سے مختلف تھی۔ ان سب کے فرق کو بیان کرنا تھکا دینے والا سلسلہ ہوگا۔ دفتروں

اور عہدوں کے لحاظ سے ابتدا سے درج ذیل طریقہ تھا۔ دس میں سے ہر بادشاہ کا اپنے ڈویژن اور شہر کے لیے مکمل کنٹرول تھا۔ قانون کے زیادہ تر مقدمات میں سزا اور خون بہا ہوتا خواہ ان مقدمات میں کوئی بھی ملوث پایا جائے۔ اُن میں مثال اور باہمی تعلقات پوسیڈان کی حکمرانی کے تحت تھے۔ ان کا اسے قانون میں اختیار دیا گیا تھا۔ یہ قوانین پہلے بادشاہ نے محل کے ایک ستون پر درج کر رکھے تھے۔ جو کہ اس جزیرے کے مرکز میں تھا۔ پوسیڈان کے مندر میں بادشاہ پانچویں اور چھٹے سال میں ایک کے بعد دوسرا حاضری دیتا۔ اس طرح ان بادشاہوں کو یکساں اور برابر عزت سے نوازا جاتا۔ جب وہ اکٹھے ہوتے تو وہ باہمی مفادات کے حوالے سے آپس میں صلاح مشورہ کرتے اور ایک دوسرے سے پوچھتے کہ کیا ان میں کسی نے کسی چیز میں عدم توازن کا ارتکاب کیا ہے اور کیا اس پر کوئی فیصلہ دیا گیا۔ فیصلہ دینے سے قبل وہ ایک دوسرے کو اس بارے میں مشورہ دیتے۔ پوسیڈان کے مندر میں تین بیلوں کی پہنچ تھی۔ دس کے دس بادشاہ مندر میں خدا کے حضور دعا مانگنے کے بعد کہ جس نے جرم کا ارتکاب کیا، اسے سزا ملے وہ مجرم کی تلاش کرتے۔ اس ضمن میں وہ کسی ہتھیار کے بغیر ان بیلوں کا شکار کرتے جس بیل کو وہ پکڑتے اسے وہ ستون پر لے جاتے اور وہاں اس کا گلا کاٹ دیتے۔ اس طرح کہ اُس کا خون تحریر کے اوپر گرے۔ اس ستون پر قوانین کے علاوہ وفاداری نہ کرنے والے کے لیے بددعائیں لکھی گئی تھیں۔ بیل کو اس طرح ذبح کرنے کے بعد، وہ اُس کی ہڈیاں جلا دیتے اور مشروب سے ایک پیالہ بھرتے اور اس میں خون ملا دیتے۔ باقی ملزموں کو وہ آگ میں جھونک دیتے۔ اس کو ہر طریقے سے صاف کرنے کے بعد، وہ پیالے میں سے شراب کو سنہرے پیالے میں انڈیلتے اور آگ پر ڈالتے ہوئے یہ دعا کرتے کہ وہ گناہگار کو قانون کے مطابق سزا دیں گے اور آئندہ مستقبل میں اگر وہ گناہگار کی مدد کر سکے تو وہ دوبارہ ستون پر لکھی تحریر قانون کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ نہ دوسری کی حکمرانی کریں گے اور نہ ہی اُس حکمران کے تابع ہوں گے جس نے ان کے والد پوسیڈان کے قانون، حکم کی تعمیل نہ کی۔ ان دس بادشاہوں میں سے ہر کوئی یہ دعا کرتا۔ اپنے لیے اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے بھی۔ اسی وقت شراب نوشی اور اسی پیالے جس میں سے مندر میں شراب پی گئی ہوتی۔ شراب پی کر مطمئن ہو جانے کے بعد، جب اندھیرا ہو جاتا اور قربانیوں کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی وہ سب خوبصورت لباس

زیب تن کرتے اور رات کو زمین پر بیٹھ کر، قربانیوں کی سلگتی چنگاریوں پر، جن پر انھوں نے حلف اُٹھایا ہوتا جب تمام آگ بجھ جاتی تو وہ فیصلہ دیتے اگر کسی کو دوسرے کے خلاف الزام ہوتا تو فیصلہ دینے کے بعد صبح کی روشنی میں وہ ایک سنہری گولی پر سزا تحریر کرتے اور اسے اپنے لباس سے وقف کرتے اسے یادگار بنا دیتے۔

اگر چہ بہت سے مختلف خاص قانون تھے جو بہت سارے بادشاہوں کی مندر میں تحریروں کو متاثر کرتے لیکن ان میں سے سب سے اہم تحریر یہ تھی کہ: ''وہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے۔ وہ تمام ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اگر کسی نے ان کے شاہی خاندان کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی اپنے آباؤ اجداد کی طرح وہ جنگ اور دوسرے مسائل میں متفقہ اور مشترکہ اتفاق و اتحاد سے مقابلہ کریں گے۔ بالادستی اٹلس کے باسیوں کو حاصل تھی۔ بادشاہ کو ان میں سے کسی ایک کو سزا موت دینے کا اختیار نہیں تھا۔ جب تک کہ اس معاملے پر بادشاہ کو دس کی اکثریت کی حمایت حاصل نہ ہو۔

اس قدر کی وہ بڑی طاقت تھی جو خدا نے اس اب گمشدہ جزیرے کو عطا کر رکھی تھی۔ اس قوت کو بعد میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہمارے ملک کے خلاف ہدایت دے دی گئی۔ جیسا کہ رسم ظاہر کرتی ہے۔ کئی نسلوں تک یہ لوگ جب تک ان میں فطرت موجود رہی، وہ قانون کی پاسداری کرتے تھے اور خدا کے حکم کی تعمیل کرتے، جس کا وہ بیج تھے۔ وہ ہر لحاظ سے عظیم اور سچی خصوصیات کے مالک تھے۔ شرافت اور عقل کے اشتراک کی خصوصیت کے حامل اُن لوگوں کی خاصیت تھی اور وہ آپس میں رابطے میں رہتے۔ وہ سچائی اور نیکی کو ہر چیز پر مقدم رکھتے۔ موجودہ حالت کے بارے میں وہ بہت کم خاطر میں لاتے۔ سونا چاندی اور دوسری جائیداد اُن کے لیے بوجھ تھا۔ نہ تو وہ آسائشوں کے نشے میں مدہوش ہوتے اور نہ ہی دولت انھیں اپنے آپ سے بے قابو کرتی۔ وہ باوقار لوگ تھے اور جانتے تھے کہ نیکی، وقار اور ایک دوسرے سے دوستی دولت اور عزت میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ باہمی عزت اور وقار انھیں ہر چیز سے زیادہ دوستی کا موجب تھا۔ اس عمل کے تسلسل نے اُن میں ان خوبیوں کا اضافہ ہوتا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ لیکن جب یہ خوبیاں کم ہونا شروع ہوئیں اور فانی چیزوں نے ان کی جگہ لینی شروع کر دی اور آفاقی فطرت پر

انسانی فطرت نے بالادستی حاصل کر لی تو ان میں یہ قیمتی صفات اور خوبیاں ختم ہونا شروع ہو گئیں لیکن وہ جو اصل سچی خوشی کو جانچنے کی خصوصیت کے مالک نہیں تھے تو وہ اس وقت بھی اپنے آپ کو عظیم سمجھتے جب وہ غلط طاقت کے گرویدہ ہوتے۔

زیوس جو دیوتاؤں کا دیوتا تھا اور قانون کی حکمرانی کا علمبردار تھا اور ایسی چیزوں کو جانچنے کی قوت مالک تھا اُس نے یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ عظیم قوم انحطاط کی طرف بڑھ رہی ہے اور اُس قوم کے لیے اس خیال سے کہ وہ شاید سزا ملنے سے سدھر جائے۔ تمام دیوتاؤں کو متبرک ترین جگہ پر اکٹھا کیا تا کہ انحطاط کے شکار افراد کو اس کی سزا دی جاسکے۔

☆☆☆☆

پارمینیڈس

(Parmenides)

شرکائے گفتگو:

کفیلس (Cephalus)، گلوکون (Glaucon)،

انٹی فون (Antiphon)، پائتھوڈورس (Pythodorus)،

سقراط (Socrates)، زینو (Zeno)،

پارمینیڈس (Parmenides)، ارسطو (Aristoteles)

کفیلس ایک مکالمے کو دہرانے کی مشق کر رہا ہے جو کہ اس نے ایڈیمنٹس اور گلوکون کے سوتیلے بھائی انٹی فون کے ساتھ کیا تھا، اور اس نے بعض کلازومینیا کے لوگوں کے سامنے بیان کرنا تھا۔

ہم اپنے وطن کلازومینیا (Clazomenae) سے ایتھنز آئے تھے اور ایڈیمنٹس (Adeimantus) اور گلوکون کو اگورا (Agora) میں ملے تھے۔ خوش آمدید۔ کفیلس، ایڈیمنٹس نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ کیا میں آپ کی ایتھنز میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟

اس نے پوچھا۔ جی ہاں۔ اسی لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ سے ایک معاملے میں مدد کا طلب گار ہوں۔

وہ کیا ہے؟ اس نے پوچھا۔

میں آپ سے آپ کے سوتیلے بھائی کا نام جاننا چاہتا ہوں جو کہ میں بھول گیا ہوں۔ وہ بالکل چھوٹا بچہ تھا جب میں اسے یہاں کلازومینیا سے آ کر آخری بار ملا تھا۔ اس کے باپ کا نام اگر میں درست کہہ رہا ہوں تو پائری لیمپس (Pyrilampes) تھا۔

جی ہاں۔ اس نے کہا اور میرے بھائی کا نام انٹی فون تھا۔ لیکن آپ یہ کیوں پوچھنا چاہتے تھے؟

میں آپ سے اپنے ملک کے کچھ لوگوں کا تعارف کراؤں گا۔ میں نے کہا۔ وہ فلسفے سے محبت کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ انٹی فون کسی پائتھو ڈورس کا ساتھی تھا جو کہ زینو کا دوست تھا۔ اسے سقراط، زینو اور پارمینڈس کے درمیان کئی سال قبل ہونے والی گفتگو یاد ہے۔ پائتھو ڈورس نے کئی بار یہ اس کے لیے دہرائی ہے۔

بالکل ٹھیک!

تو کیا ہم یہ سُن سکتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔

یہ آسان نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ جب وہ نوجوان تھا اُس وقت اُس نے اس کا گہرا مطالعہ کیا لیکن اب ان دنوں اُس کا ذہن دوسری سمت میں ہے۔ اب اس کے خیالات بدل گئے ہیں۔ اپنے دادا کی طرح انٹی فون گھوڑوں سے وقف ہو کر رہ گیا ہے۔ لیکن اگر آپ یہی جاننا چاہتے ہیں جس کا آپ نے ابھی ذکر کیا ہے تو آئیں چلیں اس کو تلاش کرتے ہیں۔ وہ ملیٹا (Melita) میں رہتا ہے جو کہ کافی نزدیک ہے، وہ ابھی یہاں سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہوا ہے۔

اس طرح ہم اُس کے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ گھر پر ہی موجود تھا۔ لوہار کو روکنے کے بعد اُس نے انٹی فون کو اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ انٹی فون نے مجھے پُرانا جاننے والا معلوم کر کے سلام کیا۔ کیونکہ اسے میری پہلے ہونے والی وہ ملاقات یاد آ گئی تھی۔ ہم نے اسے گفتگو کو دہرانے کے لیے کہا۔ پہلے تو وہ اس کے لیے تیار نہ تھا اور اس نے حوالے دے کر مشکلات کا اظہار کیا لیکن بالآخر وہ اس پر تیار ہو گیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ پائتھو ڈورس نے اسے زینو اور پارمینڈس کی وضع قطع کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ ایتھنز آئے تھے اس ملک کے بڑے تہوار پیناتھینیا (Panathenaea) کے موقع پر اس نے بتایا کہ اُس وقت پارمینڈس کی عمر 65 سال تھی۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگرچہ وہ سفید ہو گیا تھا لیکن اس کی وضع قطع کافی بارعب تھی۔ جبکہ زینو کی عمر 40 سال ہو گی۔ وہ لمبا مضبوط خوبصورت شکل کا مالک دیکھنے میں نظر آتا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ جوانی میں پارمینڈس کو اس سے پیار تھا۔ اس نے کہا کہ وہ پائتھو ڈورس کے ہمراہ دیوار کے باہر سرامیکس (Ceramicus) میں ٹھہرے، جہاں سقراط جو کہ اُس وقت بہت جوان آدمی تھا، انھیں ملنے آیا۔ اس وقت کئی دوسرے لوگ بھی اُس کے ساتھ تھے۔ وہ زینو کی تحریروں کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ جو وہ ایتھنز کے دورے کے دوران پہلی بار اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ یہ تحریریں زینو نے از خود اس وقت پڑھ کر سنائیں، جب

پارمینڈس موجود نہ تھا۔ جب پارمینڈس ارسطو اور پائتھوڈورس کے ہمراہ اندر داخل ہوا اُس وقت زینو نے اپنی تحریریں پڑھنے کا سلسلہ تقریباً مکمل کر لیا تھا۔ اس لیے انھوں نے گفتگو کا تھوڑا بعد میں سنایا جانے والا بقیہ حصہ سنا جو پائتھوڈورس نے زینو سے یہ پہلے ہی سن رکھا تھا۔

جب تحریریں پڑھنے کا سلسلہ مکمل ہو گیا تو سقراط نے درخواست کی کہ پہلی گفتگو کا پہلا حصہ دوبارہ پڑھا جائے۔ اس نے کہا کہ یہ دہرایا گیا تو سقراط نے پوچھا کہ زینو اس گفتگو سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ کیا آپ کا اس سے یہ مطلب ہے کہ اگر بہت زندہ چیزیں کافی ہیں تو اس میں مماثلت اور غیر یکساں دونوں ہونا ناگزیر ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا یکساں غیر یکساں نہیں اور غیر یکساں یکساں نہیں ہے۔

کیا آپ کا یہ مؤقف ہے۔ سقراط نے پوچھا۔

بالکل یہی مراد ہے۔ زینو نے جواب دیا۔

اگر غیر یکساں، یکساں نہیں ہو سکتا اور یکساں، غیر یکساں نہیں تب آپ کے مطابق کسی چیز کے بہت سارے وجود نہیں ہو سکتے۔ اس میں غیر ممکنات شامل ہوں گی۔ یہ جو کچھ آپ نے کہا، کیا اس کا اس کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہے، سوائے اس کے کہ آپ اس کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی چیز کے بہت سارے وجود ہوتے ہیں اور یہ جو آپ نے گفتگو میں تقسیم پیش کی اس میں ہر چیز کے بارے میں اس حوالے سے علیحدہ ثبوت فراہم کرنا ہے۔ کیا آپ نے کسی چیز کے بہت سارے وجود ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں جو بحث کی ہے اس سے آپ کی کیا یہ مراد ہے۔ کیا میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

نہیں۔ زینو نے کہا۔ آپ نے میرا مقصد صحیح سمجھا ہے۔ میں جان گیا۔

پارمینڈس، سقراط نے کہا۔ زینو آپ سے نہ صرف اس جنم میں دوستی کرنا پسند کریں گے بلکہ اپنے دوسرے جنم میں بھی ان اپنی تحریروں میں اس کو ترجیح دیں گے۔ وہ وہی بات کرتا ہے جو آپ دوسرے طریقے سے کرتے ہیں اور اس بات کا یقین کرے گا کہ وہ جو ہمیں بتا رہا ہے وہ کوئی نئی چیز ہے۔ آپ کے لیے نظموں میں وہ کہتا ہے کہ سب کچھ ایک ہے اور اس کے ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں اور وہ دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ بہت زیادہ موجود نہیں ہیں۔ اس کے حوالے سے وہ ٹھوس اور مدلل ثبوت مہیا کرتا ہے۔ آپ وحدت کی تصدیق کرتے ہیں وہ ایک سے زیادہ جمع کی نفی کرتا ہے۔ اس طرح آپ دونوں دنیا کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ آپ کوئی مختلف بات کر رہے ہیں حالانکہ آپ ایک ہی بات کر رہے ہیں۔ یہ فن کی بلندی ہے جو ہم میں سے اکثر کے

حصے میں نہیں آئی۔

جی ہاں سقراط۔ زینو نے کہا۔ لیکن اگرچہ آپ اس طرح اس بات میں سنجیدہ ہیں جیسے کوئی سپارٹا کے باشندوں جیسا جفاکش نشان پانے کے لیے کسی کے قدموں کا پیچھا کرتا ہے۔ آپ بات کے پیچھے مقصد کو نہیں سمجھتے جو کہ درحقیقت مصنوعی نہیں ہے جیسا کہ آپ تصور کر سکتے ہیں۔ جس بارے میں آپ نے بات کی، وہ ایک اتفاق تھا۔ اس میں کسی بڑے مقصد کا اظہار نہیں تھا اور نہ ہی دنیا کو دھوکا دینے کا کوئی سنجیدہ ارادہ۔ سچ تو یہ ہے کہ میری ان تحریروں کا مقصد پارمینیڈس کے دلائل کو ان سے بچانا تھا جو اُس کا مذاق اُڑاتے تھے اور اس کے دلائل سے مختلف اور متضاد نتائج اخذ کرنا چاہتے تھے۔ میرا جواب کئی خیالات کا حل تھا۔ جن کے حملوں کو میں نے مؤثر انداز میں ان پر ہی رد کر دیا کہ ان کا کئی وجود کا مفروضہ زیادہ احمقانہ بات لگتی تھی۔ میرے اُستاد کا جذبہ جوانی کے دنوں میں میرے لیے کتاب لکھنے کا باعث بنا۔ لیکن کسی نے یہ کتاب چرالی۔ اس لیے میرے پاس کوئی رستہ باقی نہیں رہا کہ اسے شائع کیا جائے کہ نہیں۔ تاہم یہ تحریریں لکھنے کا اصل مقصد ایک بوڑھے آدمی کی شدید خواہشات کو آگاہ کرنا اور نوجوان کی ناپسندی تھا۔ اس بات پر آپ غور کرتے دکھائی نہیں دیتے سقراط۔ دوسرے الفاظ میں جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ آپ کا خیال ہر لحاظ سے ایک ہے۔

میں سمجھتا ہوں سقراط نے کہا۔ آپ کی بات بڑی حد تک قابلِ قبول ہے۔ لیکن مجھے بتائیں زینو۔ کیا آپ مزید یہ نہیں سوچتے کہ اس میں ازخود یکساں کا تخیل موجود ہے اور ایک اور تخیل غیر یکساں کا ہے جو یکساں کا تضاد ہے اور ان دونوں میں۔ آپ میں اور دوسری تمام چیزوں میں جس میں ہم کئی وجود کا نظریہ بروئے کار لاتے ہیں۔ اس میں وہی چیزیں حصہ لیتی ہیں جو یکساں میں کارفرما ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان دونوں میں ایک درجہ اور طریقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں تک وہ غیر یکساں میں حصہ لیتے ہیں تو اس سے غیر یکساں کا درجہ سامنے آتا ہے اور ساری چیزیں یکساں اور غیر یکساں میں شامل نہیں ہوتی ہوتیں۔ اس لحاظ سے وہ یکساں اور غیر یکساں دونوں درجوں میں موجود ہوں گی۔ کیسی حیران کن بات ہے؟

اب اگر کوئی شخص یکساں کو غیر یکساں ثابت کر سکے یا یہ کہ غیر یکساں یکساں بن سکتے ہیں تو میری یہ رائے ہے کہ یہ حیران کن بات ہوگی۔ لیکن یہ بات کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوگی زینو، کہ جو چیزیں یکساں اور غیر یکساں میں حصہ لیتی ہیں وہ ان دونوں کا تجربہ کرتی ہیں۔

نہ ہی یہ کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کرے کہ سب کچھ ایک پر منحصر ہونے کے باعث ایک ہے اور اسی

دوران کئی والے ایک سے زیادہ۔ کیا یہ حیران کن ہوگا؟ لیکن اگر وہ مجھ پر یہ ثابت کرے کہ ایک کئی یعنی ایک سے زیادہ ہیں یا کئی ایک، تو یہ میرے لیے حیرانگی کی بات ہوگی اور ایسا ہی دوسرے باقی بھی ہوں گے۔ میں یہ سُن کر حیران ہوں گا کہ فطرت یا تخیلات میں از خود متضاد خصوصیات پائی جاتی ہیں لیکن مجھے کوئی حیرانگی نہیں ہوگی اگر کوئی آدمی یہ ثابت کرنا چاہے کہ میں ایک ہوں اور زیادہ بھی۔ جب وہ یہ کہے گا کہ میں کئی یعنی ایک سے زیادہ ہوں تو اس سے اُس کی مراد یہ ہوگی کہ میری دائیں اور بائیں اطراف ہیں، سامنے اور پیچھے، اوپر اور نیچے، میں اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ اس میں، میں ہر لحاظ سے شریک ہوں۔ جب وہ دوسری طرف یہ ثابت کرنا چاہے کہ میں ایک ہوں تو وہ کہے گا کہ میرے سات حصوں کو یکجا کر کے مجھے ایک بنا دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے میں ایک ہوں۔ دونوں صورتوں میں وہ اپنا معاملہ ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے یہ لکڑی، پتھر اور دوسری چیزیں ایک ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ کئی کے ایک ساتھ موجود ہونے کی بنا پر اسے ایک کہہ رہا ہے۔ لیکن وہ یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کئی ایک ہیں اور ایک کئی۔ وہ بعید از قیاس نہیں بلکہ سچ کہہ رہا ہوگا۔

تاہم اگر جیسا کہ میں نے ابھی تجویز کیا، کسی نے اخذ کرنا ہے کہ ایک، کئی، یکساں، غیر یکساں، ساکن، حرکت، ایک جیسے تخیلات نہیں اور ان میں انفرادیت اور ملاپ موجود ہے تو مجھے حیرانگی ہوگی۔ آپ کی گفتگو اس حصے کی عکاسی کرتی ہے۔ زینو، اصل روح میں لیکن جیسے میں کہہ رہا تھا کہ میں بہت حیران ہوں گا کہ اگر کوئی اپنی رائے میں وہی پیچیدگی اور مشکلات محسوس کرے جو آپ نے ظاہری چیزوں میں دکھائی ہے۔ جب سقراط بول رہا تھا پائتھوڈورس نے سوچا کہ پارمینیڈس اور زینو گفتگو کے مختلف مرحلوں سے خوش نہیں تھے لیکن پھر بھی وہ مکمل توجہ سے بات سُن رہے تھے اور اکثر ایک دوسرے کو دیکھتے اور مسکراتے جیسا کہ وہ اس گفتگو کی تعریف کر رہے ہوں جب اس نے دلائل مکمل کرلیے۔ پارمینیڈس نے اپنے تاثرات کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

سقراط میں تعریف کرتا ہوں کہ آپ کا ذہن فلسفہ کی طرف مائل ہے۔ مجھے یہ بتائیں کہ کیا یہ خیالات میں امتیاز اور ان چیزوں میں جو اس کی شریک ہیں، کے بارے میں خیالات میں فرق آپ کا اپنا ہے اور کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ یکسانیت کا ایک اور تخیل موجود ہے جو اس تخیل سے مختلف ہے: جو ہماری قدرت میں ہے۔ ایک اور کئی اور دوسری چیزوں کے حوالے سے جن کا ذکر زینو نے اپنی گفتگو میں کیا ہے؟

میرا خیال ہے۔ ایسے خیالات موجود ہیں۔ سقراط نے کہا۔

پارمینیڈس نے بات کو آگے بڑھایا۔ تو کیا آپ خوبصورتی، اچھائی، نیکی اور دوسری اس طرح کی

چیزوں کے بارے میں مکمل خیالات کی وضاحت کریں گے۔

جی ہاں۔اس نے کہا۔مجھے کرنی چاہیے۔

کیا آپ آدمی کا ہم سے اور دوسری انسانی مخلوقات کا آگ اور پانی کے بغیر، خیال پیش کریں گے۔

میں اکثر بے نتیجہ رہتا ہوں۔پارمینڈس کہ اسے مجھے شامل کرنا چاہیے یا کہ نہیں۔آپ ان چیزوں کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ نہیں کر پائیں گے جن کے ذکر پر ہنسی آتی ہو۔میرا مقصد ان چیزوں سے ہے جن میں بال، مٹی، گرد جو کہ معمولی اور عارضی ہیں۔

کیا آپ فرض کریں گے کہ ان میں ہر ایک کا اصل چیز سے مختلف تخیل ہے۔جس کسی سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

یقیناً نہیں۔سقراط نے کہا۔ظاہری چیزیں ایسی ہی ہیں جیسی وہ ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔مجھے ڈر لگتا ہے کہ ان کے بارے میں کوئی مفروضہ قائم کرنا بے ہودگی کے مترادف ہوگا۔اگرچہ بعض اوقات میں مخل ہوتا ہوں اور سوچنا شروع کر دیتا ہوں کہ تخیل کے بغیر کوئی چیز موجود نہیں۔لیکن پھر جب میں نے یہ مؤقف لے رکھا ہے تو اس خیال سے فرار حاصل کرتا ہوں۔کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس سے میں احمق پن کی اتھاہ گہرائیوں میں گر سکتا ہوں اور اس سے میرا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔اس سے میں اپنے اس خیال کی طرف لوٹ جاتا ہوں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اور میں ان خیالات ہی میں مقید رہتا ہوں۔

ہاں، سقراط، پارمینڈس نے کہا۔یہی وجہ ہے آپ ابھی تک جوان ہیں۔اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو ایک وقت آئے گا کہ آپ کا فلسفہ پر عبور ہوگا اور پھر حقیر ترین چیز کو بھی کمتر نہیں سمجھیں گے۔اس عمر میں آپ آدمیوں کی رائے کو وزن دینے پر مائل نہیں۔لیکن میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا کچھ ادراک ہیں جس کی تمام چیزیں ان میں شامل ہوتی ہیں اور وہ اپنے نام اخذ کرتی ہیں۔مثال کے طور پر وہ اس لیے ایک جیسی ہوتی ہیں کہ وہ ایک یکسانیت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔اسی طرح بڑی چیزیں بڑی بن جاتی ہیں اور پُرکشش و خوبصورت اور انصاف پر مبنی اپنی ان صفات کی بنا پر ہی خوبصورت، پُرکشش اور انصاف بن جاتی ہیں وہ انصاف اور خوبصورتی کی حامل ہوتی ہیں۔

جی ہاں یقیناً۔سقراط نے کہا: میرا یہی مقصد ہے۔

تب ہر ایک فرد سارے یا جزوی خیال میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔کیا شمولیت کا کوئی اور طریقہ کار

بھی ہو سکتا ہے؟

ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا۔

تب کیا آپ کا خیال ہے کہ سارا خیال ایک ہوتا ہے اور ایک ہونے کی وجہ سے بہت ساروں میں ہر ایک میں موجود ہے۔ پارمینیڈس کیوں نہیں۔ سقراط نے کہا۔ کیونکہ ایک اور وہی چیز مختلف انفرادی اشیا میں اسی وقت مجموعی طور پر ایک کے طور پر وجود میں آئے گا۔ اس لیے اپنے آپ سے علیحدہ ہوں گے۔ لیکن خیال دن کی مانند ہر جگہ ایک ہوگا جو ہر جگہ ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں میں ایک سا ہی رہتا ہے اور یہ عمل جاری ہے۔ اس طرح ایک خیال ہر جگہ ہر ایک وقت میں ایک ہی جیسا ہی ہوگا۔ میں آپ کے کئی کو ایک ظاہر کرنے کے لیے اختیار کیے گئے طریقہ کار کو پسند کرتا ہوں۔ آپ کا کہنے کا یہ مقصد ہے کہ اگر میرے ساتھ کئی لوگ کشتی میں موجود ہوں تو سب مل کر ایک کی نمائندگی کریں گے۔

کیا آپ کا یہ مقصد نہیں ہے۔

میری سوچ یہی ہے اور کیا آپ یہ پوچھیں گے کہ کشتی میں ہر ایک شامل ہوتا ہے یا اس کا ایک حصہ اور مختلف حصے مختلف آدمیوں کا اظہار ہیں؟

جس کا آپ نے بعد میں ذکر کیا۔

وہ بات درست ہے۔ تب سقراط۔ خیال از خود قابل تقسیم ہے اور جو چیزیں اس میں شامل ہیں ان کا ایک، صرف ایک حصہ اس میں شامل ہوگا نہ کہ سارا خیال ان میں سے ہر ایک میں مکمل طور پر موجود ہوگا؟

یہ قابل تقلید لگتا ہے۔

کیا آپ یہ کہنا چاہیں گے سقراط، کہ خیال حقیقت میں قابلِ تقسیم ہے لیکن تب بھی ایک ہی رہتا ہے؟

یقیناً نہیں۔ اس نے کہا۔

فرض کریں کہ آپ عظمت اور کئی بڑی چیزوں کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اب اس میں ہر حصہ اپنی بڑائی کی خوبی کی بنا پر بڑا ہے۔ لیکن یہ مکمل بڑے پن سے کم ہے۔ کیا یہ بات قابلِ فہم ہے؟

نہیں۔

کیا ہر برابر چیز، اگر اس میں برابر حصے کا مالک ہو تو وہ دوسری چیز جس کا حصہ بھی اس جتنا ہو، اس کے برابر ہوگی؟

ناممکن۔

یا فرض کریں کہ ہم سے کسی ایک کے پاس ایک چھوٹا حصہ ہے۔ چونکہ یہ ایک حصہ ہے تو یہ بڑا ہوگا۔ اگر یہ بڑا ہوگا جس کے ساتھ چھوٹے حصے کا اضافہ کیا گیا ہے تو پہلے سے بڑا نہیں ہے۔

یہ کتنی احمقانہ بات ہے۔

تب سقراط کس طرح خیالات میں ساری چیزیں کیسے شمولیت کریں گی۔ اگر وہ حصے یا مکمل طور پر شمولیت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ درحقیقت اس نے کہا آپ نے ایک ایسا سوال پوچھا ہے جس کا جواب دینا آسان نہیں۔

خوب پارمینیڈس نے کہا۔ پھر آپ دوسرے سوال کے بارے میں کیا کہیں گے؟

دوسرا کون سا سوال؟

میرا خیال ہے کہ جس انداز میں آپ کو ایک چیز کے بارے میں رائے دی گئی ہے، وہ اسی طرح ہے۔ آپ کئی بڑی چیزیں دیکھتے ہیں۔ جب آپ انھیں دیکھتے ہیں تو وہ سب چیزیں آپ کو ایک نظر آتی ہیں۔ اس طرح آپ عظمت کو ایک سمجھتے ہیں۔

بالکل درست کہا۔ سقراط نے کہا۔

اگر آپ اس بات کو اپنے ذہن میں بڑی چیزوں اور عظمت کے بارے میں اس سوچ کو پھلنے پھولنے دیتے ہیں اور ان کا موازنہ نہیں کرتے تو اس سے کوئی دوسری عظمت سامنے نہیں آئے گی، جو ان سب کا ذریعہ ہو؟

یہ ایسا ہی دکھائی دے گا۔

پھر برتری اور عظمت کا ایک اور خیال مکمل بڑائی سے بالاتر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح انفرادی چیزیں جو اس میں حصہ لیتی ہیں۔ تب ان سے بالاتر ایک اور چیز جس کی وجہ سے یہ ساری چیزیں بڑی ہوں گی۔ اس طرح ہر خیال ایک کی بجائے لامحدود طور پر بڑھتا چلا جائے گا۔

لیکن شاید ادراک نہیں صرف خیالات کے ساتھ ایسا ہوگا۔ سقراط نے پوچھا، اور ہمارے ذہن کے سوا اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ پارمینیڈس ہر ایک معاملے میں خیال ایک ہی ہوگا۔ یہ لامحدود ضرب کا تجربہ کرنے کی کوئی بات نہیں ہوگی۔

کیا انفرادی خیال ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو کسی کے خیالات نہ ہوں۔

ناممکن، اس نے کہا۔

خیالات ضرور کسی چیز کے ہوں گے؟

ہاں۔

کس چیز کے، جس کا وجود ہے یا کہ نہیں۔

اس کس چیز کے، جس کا کوئی وجود ہو۔

یہ کوئی واحد چیز نہیں ہونی چاہیے جس کا خیال سب سے منسلک ہوتا ہے۔ ایک قسم یا فطرت کا ہونے کے ناطے؟

جی ہاں۔

کیا کوئی جسے ایک سمجھا جاتا ہے اور سب میں ایک ہو، وہ ایک خیال نہیں ہے؟

اس سے دوبارہ فرار ممکن نہیں ہے۔

پھر پارمینیڈس نے کہا کہ ہر دوسری چیز خیال میں حصہ لیتی ہے تو اس سے آپ کی یہ مراد نہیں ہوگی کہ ہر چیز خیالات پر مبنی ہے اور یہ کہ تمام چیزیں سوچتی ہیں یا یہ کہ وہ خیالات ہیں لیکن ان کے اپنے خیالات نہیں ہوتے؟

پارمینیڈس بعد میں پیش کیا جانے والا نقطہ نظر پہلے والے کے مقابلے میں معقول نہیں ہے۔ میری رائے میں خیال کا فطرت میں ایک مقررہ طریقہ ہے اور اسی طرح دوسری چیزیں ان جیسی ہیں۔ ان میں مماثلت ہے۔ دوسری چیزوں کا خیال میں شمولیت سے کیا مراد ہے۔ کیا ان میں مماثلت ہے؟

لیکن اگر فرد خیال کی مانند ہے تو کیا خیال فرد جیسا نہیں خیال کی فرد سے مماثلت ہے۔ جو ایک جیسی چیز ہے۔ اسے دوسری جیسی نہیں سمجھا جا سکتا۔

ناممکن۔

جب دو چیزیں ایک جیسی ہوں تو انھیں ایک ہی خیال کی عکاسی نہیں کرنی چاہیے۔

انھیں کرنی چاہیے۔

اور جو ان دونوں میں مماثلت پیدا کرے، وہ ایک خیال ہے۔

یقیناً۔

پھر فرد خیال اور خیال فرد نہیں ہو سکتا۔ کچھ یکسانیت کے بارے میں مزید بحث سامنے آتی رہے گی۔ اگر یہ کسی دوسری چیز جیسی ہوگی تو اس سے ہمیشہ نئے خیالات جنم لیں گے۔ خیالات اس سے مماثلت کے حامل ہوں گے جو اس میں شامل ہوتے ہیں۔

بالکل درست۔

پھر یہ نظریہ کہ دوسری چیزیں مماثلت کی بنا پر یکسانیت میں حصہ لیتی ہیں، ہمیں چھوڑنا پڑے گا اور بحث کا کوئی اور طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا۔

یہ ایسا دکھائی دیتا ہے۔

کیا آپ نے دیکھا سقراط۔ کہ خیالات کے مکمل ہونے کی تصدیق کرنا کتنا مشکل کام ہے۔

جی ہاں درحقیقت ایسا ہی ہے۔

مزید مجھے یہ کہنے دیجیے کہ ابھی جب آپ مشکل کا ایک معمولی سا حصہ سمجھے ہیں جو اس بات میں مضمر ہے، اگر ہر چیز کو ایک خیال تصور کیا جائے جو دوسری چیزوں میں حصہ لے۔

کیا مشکل ہے؟ اس نے کہا۔

اس میں کئی مشکلات ہیں لیکن سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر کوئی مخالف یہ بحث کرے کہ ان خیالات کو جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں نامعلوم رہنا چاہیے تو کوئی اس کو یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غلط ہے۔ جب تک کہ جو ان کے وجود کی نفی کرے وہ بڑے علم، خوبیوں اور ذہانت کا مالک ہو۔ اس کے علاوہ سخت محنت طلب اور طویل کام کر سکتا ہو۔ وہ غیر مطمئن رہے گا اور اس بات پر ضد کرے گا کہ ان کے بارے میں جانا نہیں جا سکتا۔ آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔ پارمینڈس، سقراط نے کہا۔

سقراط میں پہلی بات یہ سوچتا ہوں کہ آپ یا کوئی اور جو اعلیٰ ترین کے وجود کو ثابت کرے وہ اس کو تسلیم کرے گا کہ یہ ہم میں موجود نہیں ہو سکتا۔

نہیں۔ سقراط نے کہا۔ اس طرح یہ مطلق نہیں ہوگا۔

درست اس نے کہا جب ادراک ایک دوسرے سے تعلق کی بنا پر ہوں تو انھیں باہمی تعلق کی بنا پر جانچا جاتا ہے اور ان کا مماثلت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ یا انھیں جو کچھ بھی کہا جائے جو ہمارے کرہ میں ہیں

اوران سے ہم نام حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم ان میں شرکت کرتے ہیں۔ چیزیں جو ہمارے کرہ میں موجود ہیں تو ان کا یہی نام ہے یا ان کا آپس میں ایک دوسرے سے تعلق ہے نہ کہ ان خیالات سے جن کے ان کے ساتھ وہی نام ہیں۔ یہ آپس میں تعلق رکھتے ہیں نہ کہ اُن سے اِن کا کوئی تعلق ہے۔

آپ کا کیا مطلب ہے۔ سقراط نے کہا؟

میں اپنا مطلب اس طرح بیان کر رہا ہوں۔ پارمینیڈس نے کہا۔ ایک مالک کا ایک غلام ہے۔ ان دونوں کے تعلق میں کوئی چیز مطلق نہیں ہے۔ یہ سادہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کا تعلق ہے۔ لیکن اس میں ایک خیالِ آقا کا بھی موجود ہے جو کہ غلامی کے خیال سے ماخوذ ہے۔ ان فطرتوں کا ہمارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی ان سے کوئی تعلق۔

ان کا واسطہ باہم آپس تک محدود ہے۔ کیا آپ میرے مطلب کو سمجھ گئے ہیں؟

ہاں۔ سقراط نے کہا۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔

نہ کہ علم۔ میری مراد مطلق علم ہے۔ مطلق سچا جواب؟

یقیناً!

ہر قسم کا مطلق علم ہر قسم کے مطلق وجود کو جواب دہ ہوگا؟

جی ہاں۔

لیکن علم جو ہمیں حاصل ہے۔ وہ اس سچ کو جواب دہ ہوگا جو سچ ہم رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہر قسم کا علم ہر قسم کے وجود کے لیے جواب ہوگا۔

یقیناً، لیکن خیال بذات خود، جیسا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں، ہمارا ملکہ نہیں تھا اور نہ ہی اسے حاصل کر سکتے تھے۔

نہیں۔ ہم نہیں کر سکتے تھے۔

پھر کوئی ادراک، خیال ہمارے علم میں نہ تھا۔ کیونکہ ہمارا مطلق علم میں کوئی حصہ نہ تھا؟

میں فرض کرتا ہوں۔ نہیں۔

مطلق فطرت یا اس کی اقسام مطلق علم کے ادراک سے معلوم کی جا سکتی ہیں؟

جی ہاں۔

اور ہم نے علم کا ادراک حاصل نہیں کیا۔

نہیں۔

تب خوبصورت اور اچھے کی فطرت بذات خود اور دوسرے خیالات جن کو ہم فرض کرتے ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں؟

یہ ایسا دکھائی دے گا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ابھی اس کا عجب نتیجہ ہے۔

یہ کیا ہے؟

کیا آپ کہیں گے یا نہیں کہ اگر مطلق علم کی مانند کوئی چیز ہے تو یہ علم سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا۔

ایسے ہی ساکن اور حرکت کے بارے میں ہے۔

جی ہاں!

اگر علم میں مطلق شرکت کا ماخذ کوئی چیز ہے تو خدا سے زیادہ کسی کو درست علم نہیں ہوگا۔

یقیناً۔

پھر کیا خدا مطلق علم کا مالک ہونے کے ناطے، قدرتی چیزوں کے بارے میں جانتا ہے۔

کیوں نہیں؟

اس لیے سقراط، پارمینڈس نے کہا کہ ہم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ خیالات، انسانی چیزوں کے تعلق میں مؤثر نہیں ہیں۔ نہ ہی انسانی چیزوں کا ان سے کوئی تعلق ہے۔

ان کا تعلق اپنے اپنے دائرے تک محدود ہے۔

ہاں۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے۔

اور اگر خدا کو مکمل اختیار ہے اور مکمل علم ہے تو اس کا اختیار ہم پر حکمرانی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی ہمارے بارے میں اسے کوئی آگاہی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارا اختیار خدا تک مؤثر نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا علم اس آفاقی کسی چیز کے بارے میں جانتا ہے۔

اس مساوات کی بنا پر دیوتاؤں کا ہم پر کوئی اختیار نہیں نہ وہ ہمارے مالک ہیں، نہ وہ آدمیوں کے بارے میں جانتے ہیں۔

یقیناً۔ سقراط نے کہا: خدا کو علم سے محروم کرنا بدی ہے۔

سقراط، پارمینڈس نے کہا کہ یہ چند ایک مشکلات ہیں، جن میں ہم پھنسے ہوئے ہیں اگر خیالات حقیقت میں موجود ہیں اور ہم ان میں سے ہر ایک کو مطلق اتفاق (unity) قرار دیتے ہیں۔ وہ جو کوئی ان کے خلاف کہا جائے، سنتا ہے، ان کے وجود ہی کو تسلیم کرنے سے انکار کرے گا۔ اور اگر یہ ضرور موجود ہیں وہ کہے گا کہ ان کے بارے میں لاعلم ہونا انسان کے لیے ناگزیر ہوگا اور اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے کہ اس بارے میں مطمئن کرنا بڑا مشکل ہوگا۔ ایک آدمی یہ سوچنے کی قابلیت کا حامل ہونا چاہیے، اس سے قبل کہ وہ یہ جان سکے کہ ہر چیز کی قسم اور مطلق وجود ہے۔ اب بھی یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ جوان چیزوں کے بارے پوری طرح تحقیقات کر سکے اور ان کے بارے میں جان جائے، وہ ان کے بارے میں دوسروں کو سکھا سکے گا۔

میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں پارمینڈس، سقراط نے کہا اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ میرے ذہن میں پوری طرح موجود ہے۔

اور اب بھی سقراط، پارمینڈس نے کہا، اگر کوئی ان چیزوں پر غور کرے اور مشکلات کی طرح چیزوں کے ادراک کو بھی مسترد کر دے اور یہ تسلیم نہیں کرے کہ یہ انفرادی چیز کا اپنا مخصوص ادراک ہوتا ہے، جو ہمیشہ ایک اور یکساں ہوتا ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوگی جس پر اُس کا ذہن ٹھہر سکتا ہو۔ اس طرح وہ وجوہ کی قوت کو مکمل طور پر تباہ کر دے گا۔ جیسا کہ تم مجھے اس پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے محسوس ہو رہے ہو۔

لیکن پھر فلسفہ کا کیا ہوگا؟ کیا ہمیں اس کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ تخیلات ہمیں معلوم نہیں۔

مجھے اس وقت یقیناً اُس کا حل دکھائی نہیں دے رہا۔

ہاں، پارمینڈس نے کہا، میرا خیال ہے کہ یہ چیز اس سے پیدا ہوتی ہے۔ سقراط خوبصورتی، انصاف، اچھائی اور خیالات کے بارے میں آپ نے بغیر مناسب ترتیب کے بیان کرنے کی کوشش کی۔ جب آپ اپنے دوست ارسطو کو اس بارے میں بیان کر رہے تھے تو آپ کی کمزوری کو میں نے محسوس کیا ہے۔ فلسفہ کی طرف آپ کا جو نقطہ نظر ہے وہ یقیناً عظیم اور آفاقی ہے۔ لیکن بات کو بیان کرنے کا احمقانہ انداز جسے عموماً فضول سمجھا جاتا ہے، آپ کو اس بارے میں ماہر ہونا چاہیے۔ آپ جوان ہیں، سچ آپ سے بچ جائے گا۔

اس مشق کی کی اصلیت کیا ہے؟ پارمینڈس جس کی آپ ابھی سفارش کر رہے ہیں۔

وہ جو آپ نے زینو کو استعمال کرتے سنا۔ اسی وقت میں آپ کو یہ کہنے پر خراج تحسین پیش کروں گا کہ آپ نے دکھائی دینے والی چیزوں میں پیش آنے والی مشکلات کو جانچنے میں کسی وقت کو آڑے نہیں آنے دیا، یا بات کو اس انداز میں بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، سوائے تخیلات کے بارے میں۔

ہاں۔ کیوں کہ مجھے یہ بیان کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کہ نظر آنے والی چیزیں یکساں اور غیر یکساں ہیں اور شاید کسی چیز کا تجربہ کریں۔

بالکل درست۔ پارمینڈس نے کہا، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو ایک قدم آگے جانا چاہیے اور اس مفروضے سے نکلنے والے نتیجے پر ہی غور نہ کریں بلکہ ان نتائج کے بارے میں بھی غور کریں جو اس مفروضے کو تسلیم نہ کرنے سے سامنے آئیں گے۔

اور وہ آپ کے لیے ابھی بھی اچھی تربیت ہوگی۔

آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے پوچھا۔

میرا مطلب ہے مثال کے طور پر زینو کے کئی چیزوں کے بارے میں مفروضے کے حوالے سے آپ کو یہ ہی نہیں پوچھنا چاہیے کہ ایک یا بہت سی چیزوں کے بارے میں اس مفروضے کے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔ یا ایک کے اس سے اپنے بارے میں کیا اثرات سامنے آئیں گے۔ بلکہ اس بارے میں غور کرنا چاہیے کہ اس کے ایک اور بہت ساری چیزوں کے کیا نتائج پیدا ہوں گے اور ایک دوسرے پر اس کے متضاد مفروضے پر دوبارہ، یکسانیت ہے یا کہ نہیں۔ اس بارے میں مفروضے کے عنوان پر کیا اثر پڑے گا اور دوسری چیزوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ ان دونوں کے درمیان اور پھر ایک دوسرے پر بھی۔ آپ کو ان چیزوں کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ اور ایسا ہی غیر یکساں کے بارے میں بھی۔ ایسا ہی حرکت اور سکون کی حالتوں کے بارے میں، پیدائش اور تباہ کاری کے بارے میں حتیٰ کہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں، مختصر یہ کہ جب آپ فرض کرتے ہیں کہ کوئی چیز ہوگی یا نہیں ہوگی یا کسی وجہ سے اس پر کوئی اثرات مرتب ہوں گے یا کہ نہیں تو آپ کو اس کے اُس چیز پر اثرات کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ کیا کسی دوسری چیز پر جس کا آپ انتخاب کرتے ہیں۔ ایک واحد پر یا ایک سے زیادہ یا سب پر، اس طرح آپ ان کے ہر باہمی تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کریں۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کی ترتیب دے دیں تو آپ اصل سچ پائیں گے۔ وہ پارمینڈس بڑا کام ہے، جس بارے میں آپ نے گفتگو کی۔ میں آپ کو پوری طرح نہیں سمجھ پایا۔ اگر آپ کوئی مفروضہ لے کر اس بارے میں مرحلہ

واردات کریں گے۔ تب میں آپ کو بہتر سمجھ سکوں گا۔

ایسا کام میری عمر کے آدمی پر عائد کرنا ایک مشکل اور سنجیدہ مسئلہ ہے۔ تب آپ کریں گے زینو۔ سقراط نے کہا۔

زینو نے اس کا جواب مسکرا کر دیا۔ آئیں پارمینیڈس کو ہماری درخواست خود کرنے دیں۔ جو یہ کہنے میں بالکل سچا ہے کہ آپ کو کام کی نوعیت کے بارے میں مشکل سے کچھ آگاہی ہوگی۔ جو آپ اس پر عائد کر رہے ہیں اگر ہمارے ساتھ اور لوگ بھی ہوتے تو انھیں اس بارے میں کبھی نہ کہتا۔

یہ ایسا عنوان نہیں ہے کہ ہر کوئی اس عمر میں اتنے بڑے مجمع کے سامنے اچھے انداز میں پیش کر سکے۔ زیادہ تر لوگ اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ ساری چیزوں کے ذریعے ترقی کر کے اصل سچ اور شعور کو پایا جا سکتا ہے۔ اس لیے پارمینیڈس میں سقراط کی استدعا کی حمایت کرتا ہوں کہ میں وہ عمل سن سکوں جو میں نے طویل عرصہ سے نہیں سنا۔

جب زینو نے یہ بات کہہ لی تو پائیتھوڈورس نے انٹی فون کی گزارش کے مطابق کہا کہ اس نے اور ارسطو نے اور وہاں موجود سب لوگوں نے پارمینیڈس سے عمل کی مطلوبہ مثال دینے کی التجا کی۔

میں انکار نہیں کر سکتا۔ پارمینیڈس نے کہا۔

تاہم اب میری حالت ابیکس (Ibycus) کی طرح ہے جو اپنی مرضی کے خلاف بڑھاپے میں محبت میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو دوڑ میں حصہ لینے والا گھوڑا قرار دیا۔ جو کہ دوڑ میں حصہ لینے ہی والا تھا۔ وہ دوڑ کے انجام کے خوف سے کانپ رہا تھا۔ یہ اس کا اپنے لیے استعارہ تھا۔ میں خود اس خیال سے خوفزدہ ہوں کہ مجھے اس کے لیے الفاظ کے کس سمندر سے گزرنا پڑے گا۔

لیکن مجھے اس سے گزرنا ہے۔ جیسا کہ زینو نے کہا کہ مجھے یہ کام کرنا ہوگا۔ ہم اکیلے ہیں۔

میں کہاں سے بات شروع کروں۔ کیا میں اپنے آپ سے شروع کروں اور اپنا مفروضہ پیش کروں اور نتیجہ اخذ کروں جو کسی ایک کے ہونے یا نہ ہونے کے فرض کرنے سے نکل سکتا ہے۔

زینو نے کہا۔ ضرور کرنا ہے۔

مجھے جواب کون دے گا؟ اس نے پوچھا۔ کیا میں سب سے کم عمر کو تجویز کروں۔ وہ مشکل پیدا نہیں کرے گا اور وہی کہے گا جو وہ سوچتا ہے۔ اس کے جوابات مجھے دم لینے کا موقع فراہم کریں گے۔

آپ کی مراد مجھ سے ہے، کیا؟ پارمینیڈس، ارسطو نے کہا۔ میں سب سے کم عمر اور آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ مجھ سے پوچھیں۔ میں جواب دُوں گا۔ پارمینیڈس نے بات آگے بڑھائی۔ اگر ایک ہے تو ایک بہت سارے نہیں ہو سکتے؟

ناممکن۔

پھر ایک کے حصے نہیں ہو سکتے اور اس لیے یہ پورا مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حصہ کسی مکمل کا حصہ ہوتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

جی ہاں۔

اور مکمل یا پورا کیا ہے؟ کیا یہ وہ نہیں ہے جس کا کوئی حصہ پورا نہیں ہونا چاہے گا؟

یقیناً۔

تب کسی بھی صورت میں۔ ایک حصوں پر مشتمل ہوگا۔ دونوں صورتوں میں ایک پورا یا حصوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر؟

یقیناً ہوگا۔

کسی بھی صورت میں ایک کئی ہوں گے اور ایک نہیں؟

سچ۔

لیکن اسے یقیناً اسے ایک ہونا چاہیے اور کئی نہیں؟

ایسا ہونا چاہیے۔

تب اگر ایک نے ایک ہی رہنا ہے تو یہ پورا یا مکمل نہیں ہوگا اور اس طرح اس کے حصے نہیں ہوں گے؟

جی نہیں۔

لیکن اگر اس کے حصے نہیں تو اس کی نہ تو ابتدا، نہ وسط، اور نہ ہی اختتام ہوگا۔ یہ یقیناً اس کے حصے ہوں گے؟

درست۔

لیکن دوبارہ ابتدا اور اختتام ہر چیز کی حدود ہیں؟

یقیناً۔

تب اگر کسی چیز کی ابتدا یا اختتام نہیں ہے تو یہ لامحدود چیز ہو گی۔

جی ہاں۔ لامحدود۔

اس لیے یہ بے شکل ہو گی۔ یہ نہ تو سیدھی اور نہ ہی گول ہو گی۔

لیکن کیوں؟

کیونکہ گول وہ چیز ہے، جس کے آخری حد کے تمام نقاط مرکز سے برابر فاصلہ پر ہوں گے۔

جی ہاں۔

اور سیدھی وہ چیز ہے، جس کے مرکز پر اس کے آخری حدود ایک دوسرے کو کاٹیں۔

سچ۔

پھر ایک کے حصے ہوں گے اور یہ کئی ہوں گے۔ اگر یہ دائرے یا سیدھے کسی بھی شکل میں موجود ہوں۔

یقیناً۔

لیکن حصے نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہ تو سیدھا ہو گا اور نہ ہی گول۔

درست۔

اس فطرت پر مبنی ہونے کی بنا پر یہ کسی جگہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہ تو کسی دوسرے میں اور نہ ہی اپنے آپ میں ہو سکتا ہے۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟

کیونکہ اگر یہ کسی دوسرے میں تھا تو اس کے اندر ہو گا اور اسے کئی مقامات پر چھوئے گا۔

لیکن وہ جو ایک اور نا قابل تقسیم ہے اور دائرے کی شکل میں ہو، وہ کئی جگہوں پر نہیں چھوتا۔

یقیناً نہیں۔

لیکن اگر دوسری طرف ایک اپنے آپ میں تھا۔ تو یہ کسی دوسری چیز میں نہیں بلکہ اپنے آپ میں ہی ہو گا۔

یہ کہنا ہے کہ اگر یہ صرف اپنے آپ میں ہے۔ تو کوئی اس میں موجود نہیں ہو سکتا جس میں وہ موجود نہ ہو۔

ناممکن۔

لیکن اگر کوئی چیز دوسری کو اپنے اندر رکھتی ہے تو یہ اس سے مختلف ہوگی جو موجود ہے۔ ایک جیسی نہ تو کچھ کر سکتی ہیں اور نہ ہی فوراً کسی مصیبت میں مبتلا ہو سکتی ہیں، اگر ایسا ہے تو ایک، ایک نہیں دو ہوں گے۔

سچ۔

پھر ایک کہیں نہیں ہو سکتا، نہ تو اپنے آپ میں نہ دوسروں میں۔

جی نہیں۔

مزید غور کریں۔ وہ جس کی ایسی فطرت ہے وہ یا وہ حرکت یا سکون کی حالت میں ہو سکتا ہے؟

کیوں نہیں۔

کیونکہ اگر کوئی ایک حرکت میں تھا۔ تو یہ کس جگہ میں حرکت کرے گا یا اس کی فطرت تبدیل ہو۔ اگر یہ ایک قسم کی حرکت ہے؟

جی ہاں!

ایک جب یہ تبدیل ہوتا ہے اور اپنے آپ تک محدود ہوتا ہے وہ مزید ایک نہیں ہو سکتا۔

یہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا جو فطرت کی تبدیلی ہے؟

صاف بات ہے ایسا نہیں ہے۔

کیا ایک کی حرکت اپنی جگہ پر ہو سکتی ہے؟

شاید۔

لیکن اگر ایک اپنی جگہ حرکت کرتا ہے تو اسے دائرے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں کرنی چاہیے؟

اسے کرنی چاہیے۔

اور وہ جو دائرے میں حرکت کرتا ہے۔ اسے مرکز میں ضرور رکنا چاہیے اور جو مرکز کے گرد گھومتا ہے اس کے حصے مرکز سے مختلف حصے ہوں گے۔ اگر کسی چیز کا مرکز نہ ہو اور نہ ہی حصے تو یہ مرکز کے گرد نہیں گھوم سکتے۔

ناممکن۔

لیکن ایک کی حرکت، جگہ کی تبدیلی سے مشروط ہے۔

شاید، اگر یہ بالآخر حرکت کرتا ہے۔

کیا ہم نے یہ پہلے نہیں کہا کہ یہ کسی چیز میں نہیں ہو سکتا۔

ہاں۔

تب اس کا وجود میں آنا ابھی بھی زیادہ ناممکن ہے۔ کیا یہ نہیں ہے۔ میرا نہیں خیال کیوں؟

اس لیے کہ جو چیز کسی میں وجود میں آتی ہے تو وہ کسی دوسری چیز میں نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی اس سے باہر ہوگی اگر پہلے ہی اس میں موجود ہو۔

یقیناً نہیں۔

جو کوئی دوسرے میں وجود میں آئے اس کے ضرور حصے ہونے چاہئیں۔ اس صورت میں ایک حصہ شاید اس میں ہوگا اور دوسرا دوسری چیز میں، لیکن جس کے حصے نہیں، وہ کسی ایک پر نہیں ہوگی، نہ مکمل طور پر کسی چیز میں، نہ ہی مکمل طور پر کسی چیز سے باہر۔

بالکل سچ۔

کیا اس میں ناممکنات کے زیادہ مواقع نہیں، جس کے حصے نہیں ہیں۔ کیا ایک پورا کہیں وجود میں نہیں آ رہا۔ جب یہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ دونوں صورتوں میں، حصے یا مکمل طور پر۔

صاف طور پر ایسا ہی ہے۔

تب یہ ایک جگہ کے گرد گردش کی حرکت میں اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا۔

نہ ہی کسی جگہ جانے میں نہ ہی کسی جگہ داخل ہونے میں۔ نہ ہی اپنے اندر تبدیلی رونما ہونے سے۔

بالکل درست۔

تب کسی قسم کی حرکت کی صورت میں ایک ناقابل حرکت ہے۔

ناقابل حرکت۔

لیکن ایک کسی چیز میں نہیں ہو سکتا، جیسے ہم نے اس کی تصدیق کی ہے۔

جی ہاں ہم نے ایسے ہی کہا۔

تب یہ کبھی اس جیسے میں نہیں ہے۔

کیوں نہیں۔

کیونکہ اگر یہ اس جیسے میں ہے تو یہ یقیناً کسی چیز میں ہے۔

یقیناً۔

اور میں نے کہا کہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہو سکتا اور نہ ہی دوسرے میں ہو سکتا ہے۔

بالکل سچ۔

تب ایک کبھی اس جگہ میں نہیں ہو سکتا۔

یہ ایسا دکھائی نہیں دے گا۔

لیکن وہ جو ہمیشہ اپنی جگہ پر نہیں وہ خاموش یا سکون کی حالت میں نہیں ہو سکتا۔

کبھی نہیں۔

ایک تب جیسے دکھائی دے گا، نہ تو سکون کی حالت میں ہے نہ ہی حرکت کی حالت میں۔

یہ یقیناً ایسے ہی دکھائی دے گا۔

نہ ہی یہ اپنے آپ جیسا ہوگا، نہ ہی اپنے آپ سے یا دوسرے سے مختلف۔

ایسے کیسے ہوگا؟

اگر اپنے آپ سے مختلف ہے تو یہ ایک سے مختلف ہوگا اور اس طرح یہ ایک نہیں ہوگا۔

بالکل سچ۔

اگر دوسرے جیسا ہو تو یہ وہ دوسرا ہوگا نہ کہ اپنے آپ پر۔

یہ فرض کرلیں پھر بھی اس کی فطرت ایک جیسی نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک سے مختلف ہوگی۔

اس صورت میں یہ دوسرے جیسی نہیں ہوگی، یا اپنے آپ سے مختلف نہیں ہوگی۔

یہ نہیں ہوگی۔

نہ یہ دوسرے سے مختلف ہوگی، یہ ایک رہے گی۔ ایک کے لیے نہیں، بلکہ دوسرے کے لیے۔

دوسرے سے دوسرا مختلف ہو سکتا ہے اور کوئی چیز نہیں۔

سچ۔

تب ایک اور سے ایک دوسرا ہوگا۔

یقینی طور پر نہیں۔

اگر ایک یا اپنے آپ ہونے کی بنا پر۔ نہ اپنے آپ کی بنا پر، نہ دوسرے کی وجہ سے دوسرا ہوگا کسی دوسری چیز سے۔

درست!

نہ ہی ایک اپنے آپ سے مماثلت رکھتا ہوگا۔

کیسے نہیں۔

اس لیے نہیں کہ جب ایک چیز کی دوسری چیز سے مماثلت ہوتی ہے تو یہ ایک ہو جاتی ہے۔

اُس سے کیا مراد ہے۔

کوئی چیز جو بہت ساری چیزوں جیسی ہو جاتی ہے۔ وہ یقیناً بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں، ایک نہیں۔

بالکل سچ۔

لیکن اگر ایک اور یکساں میں کوئی فرق نہیں تو یہ ایک چیز بن جاتی ہے۔ اس طرح جب یہ ایک بن جائے اس وقت یہ اس جیسی ہوگی۔

یقیناً۔

اگر ایک اپنے آپ سے مماثلت رکھتا ہو۔ تو یہ اپنے آپ تک صرف ایک ہی نہیں تو یہ ایک ہوگا بھی اور نہیں بھی۔

یقیناً یہ ناممکن ہے۔

اس لیے دوسرا دوسرے سے مختلف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اپنے آپ سے یکساں۔

ناممکن۔

ایک نہ تو یکساں ہو سکتا ہے نہ دوسرا۔ دوسرے یا اپنے آپ سے تعلق کی بنا پر۔

نہیں۔

ایک نہ تو اپنے آپ جیسا ہوگا نہ دوسرے جیسا اور نہ ہی اس سے مختلف۔

کیوں نہیں۔

کیونکہ یکسانیت شکل کی مماثلت ہے۔

جی ہاں۔

اور یکسانیت کی وحدت سے مختلف فطرت دکھائی گئی ہے۔

ایسا ہی دکھایا گیا ہے۔

لیکن اگر ایک کی ایک ہونے سے علیحدہ علت ہے تو یہ اس طرح اثر پذیر ہو گا جیسا ایک سے زیادہ ہوں گے جو کہ ناممکن ہے۔

بالکل درست!

پھر ایک اپنے آپ سے یا دوسرے سے اس طرح متاثر نہیں ہو گا۔ صاف ظاہر ہے۔ ایسا نہیں ہو گا۔

پھر یہ نہ تو اپنے آپ جیسا، نہ ہی کسی دوسرے جیسا ہو گا۔

نہیں۔

نہ ہی یہ دوسرے کی طرح متاثر ہو گا۔ یہ ایک سے زیادہ ہونے کی بنا پر متاثر ہو گا۔

یہ ہو گا۔

وہ جو اپنے آپ سے یا دوسرے سے مختلف انداز میں متاثر ہو، وہ خود سے اور دوسرے سے مختلف ہو گا۔ علتوں میں یکسانیت مماثلت ہوتی۔

بالکل درست۔

لیکن ایک جیسا کہ دکھائی دیتا ہے، کبھی دوسرے سے متاثر نہ ہونے کی وجہ سے خود سے یا دوسرے سے مختلف نہیں ہے۔

کبھی نہیں۔

پھر ایک نہ تو خود یا دوسرے جیسا ہو گا نہ ہی ان سے مختلف۔

بالکل نہیں۔

اس فطرت کا حامل ہونے کے ناطے یہ خود سے یا دوسرے کے نہ تو برابر ہو گا نہ ہی غیر برابر۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔

کیوں کہ برابر مساوی پیمائش کا ہو گا۔

سچ۔

اگر کسی چیز یا بڑا یا چھوٹا، یہ اُس سے پیمائش میں بڑا یا چھوٹا ہوگا۔

جی ہاں۔

اگر ان چیزوں سے بڑا یا چھوٹا جو اس سے موافق ہوں تو ایک کی چھوٹے سے زیادہ پیمائش ہوگی اور اس طرح یقیناً اس سے کم جو اس سے بڑا ہوگا۔

اور ایسا ہی ان چیزوں کے بارے میں بھی ہوگا جو اس سے موافق نہیں۔ ایک کی پیمائش اس سے بڑی ہوگی جو چھوٹا ہے اور بڑے سے چھوٹی۔

یقیناً۔

لیکن اس کے بارے میں کیا ہوگا جو یکساں نہیں ہوتیں یا ان کی ایک سی پیمائش ہوتی ہے یا کوئی اور چیز یکساں ہوتی ہے۔

ناممکن۔

اور ایک جیسی پیمائش نہ ہونے کی وجہ سے برابر نہیں ہو سکتی۔

نہ تو خود سے نہ ہی دوسرے سے۔

یہ ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔

مزید برآں۔ اگر اس کی پیمائش زیادہ یا کم ہے تو پیمائش کے مطابق اس کے کئی جزو ہوں گے۔ اس طرح واحد کسی صورت ایک نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے پیمائش کے مطابق حصے ہوں گے۔

درست۔

اور اگر یہ ایک پیمائش کے ہوں تو یہ اس پیمائش کے برابر ہوگا۔

پھر بھی یہ برابری کا حامل نہیں دکھایا گیا۔

یہی بات ہے۔

پھر یہ کبھی ایک کی پیمائش میں اور نہ ہی زیادہ کی پیمائش میں شریک ہوگا نہ ہی چھوٹے کی نہ بڑے نہ اپنے آپ کی اور نہ ہی دوسرے کی پیمائش سے اس کا کوئی واسطہ ہوگا۔

یقیناً۔

خوب۔ کیا ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ ایک کسی چیز سے بڑا یا چھوٹا ہوگا یا اس کی عمر کا ہی ہوگا۔

کیوں نہیں۔

کیوں کہ جو عمر کے برابر عمر کا ہوگا، اپنے آپ سے یا دوسرے سے تو اس میں وقت کے لحاظ سے برابری ہوگی۔ جبکہ ہم نے کہا ہے کہ ایک برابری یا یکسانیت میں شریک نہیں ہوا۔

ہم نے ضرور یہی کہا۔

اور ہم نے یہ بھی کہا کہ یہ غیر برابری اور غیر یکسانیت میں بھی اس نے حصہ نہیں لیا۔

بالکل سچ۔

پھر ایک جس کی اس طرح کی فطرت ہو وہ کسی سے چھوٹا بڑا یا اس کے برابر عمر کا کیسے ہوگا۔

کسی طرح بھی نہیں۔

پھر ایک اپنے آپ سے یا دوسرے سے نہ تو بڑا ہوگا نہ چھوٹا اور نہ ہی اس سے برابر عمر کا ہوسکتا ہے۔

صاف طور پر نہیں۔

اس طرح ایک اس فطرت کا حامل ہونے کے ناطے وقت سے مبرا ہوگا۔ وہ جو وقت سے مبرا نہیں ہوگا وہ ہمیشہ خود سے بڑا ہو رہا ہوگا۔

یقیناً۔

وہ جو بڑا ہے۔ وہ ضرور کسی اُس چیز سے بڑا ہوگا جو اُس سے چھوٹی ہے۔

سچ۔

پھر وہ جو اپنے آپ سے بڑا ہوتا ہے، وہ اس وقت خود سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے کسی سے بڑا ہونا ہے۔

آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

میرا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری سے مختلف ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو ہمیشہ اُس سے مختلف ہے۔ اگر یہ مختلف ہے تو یہ مختلف ہی ہوگی اور مختلف ہی رہے گی۔ لیکن وہ جو مختلف ہو رہی ہے۔ مختلف ایک صرف وہ ممکن ہے۔ جو ہو رہی ہے۔

وہ ناگزیر ہے۔

لیکن یقیناً۔ بڑا چھوٹے سے مقابلتاً مختلف ہوگا اور کسی دوسری چیز سے نہیں۔

سچ۔

پھر وہ جو اپنے آپ سے بڑا ہو جاتا ہے، وہ اسی وقت خود سے چھوٹا ہوتا ہے۔

جی ہاں۔

لیکن یہ سچ ہے کہ یہ نہ تو اپنے آپ سے چھوٹا اور نہ ہی بڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے ہونا چاہیے اور ہوگا اور ہو گیا ہوگا اسی وقت اپنے آپ سے۔

یہ پھر ناگزیر ہے۔

وہ چیزیں جو وقت میں ہیں اور اس میں شریک ہوتی ہیں وہ اپنے آپ سے ہر صورت اسی عمر کی ہونی چاہئیں۔ اور اسی وقت وہ اپنے آپ سے بڑی اور چھوٹی ہوں گی۔

جی ہاں۔

لیکن ایک ان علتوں میں حصہ نہیں لیتا۔

بالکل نہیں۔

پھر یہ کسی صورت وقت میں حصہ نہیں لیتا۔ یعنی یہ کسی وقت میں نہیں۔

بحث ایسے ہی دکھائی دیتی ہے۔

خوب لیکن کیا ''تھا''، ''ہو گیا'' اور ''ہو رہا تھا'' گزرے ہوئے وقت کی نشان دہی نہیں کرتے۔

یقیناً۔

اور کیا ''ہوگا''، ''ہو جائے گا''، ''ہو گیا ہوگا'' مستقبل کی نمائندگی نہیں کرتے۔

جی ہاں۔

اور ''ہے''، ''ہوتا ہے''، زمانہ حال کی نشان دہی نہیں کرتے۔

یقیناً۔

اور اگر ایک وقت سے مبرا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ یا ہو رہا تھا یا کسی وقت تھا یا اب ہوا ہے یا ہو رہا ہے۔ یا ہوگا اور نہ ہی اس کے ہو رہا ہوگا یا ہوگا۔

بالکل درست۔

یا ہونے کی شرکت کا اس کے علاوہ بھی کوئی طریقہ کار ہے؟

وہ کم تر ہے۔

پھر ایک بالکل نہیں ہے۔

بالکل نہیں ہے۔

تب ایک کا ایک ہونے کی فطرت سے کوئی وجود نہیں ہے۔ اگر یہ تھا اور اس نے ہونے میں حصہ لیا تو یہ پہلے ہی ہوگا۔

اگر بحث پر یقین کیا جائے تو ایک تھا، نہ ہے۔

سچ۔

لیکن وہ جس کا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔

یقیناً۔

پھر کوئی نام نہیں۔ نہ ہی اظہار، نہ خیال، نہ ہی رائے اور نہ ہی اس کا علم۔

یقیناً نہیں۔

پھر اس کو نہ تو نام دیا گیا، نہ اس کا اظہار کیا گیا، نہ رائے دی گئی۔ نہ جانا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز جو اس کو جان لے۔ اس کے بارے میں بتایا گیا۔

اس لیے ہمیں ضرور نتیجہ نکالنا چاہیے۔

کیا یہ ایک کے بارے میں سب درست ہو سکتا ہے۔

میرا خیال ہے۔ نہیں۔

فرض کریں ہم دوبارہ اپنے اصل مفروضے کی طرف جاتے ہیں۔

آئیں دیکھیں مزید غور کرنے سے سوال کا کوئی نیا پہلو سامنے آتا ہے کہ نہیں۔

میں ایسا کر کے بڑی خوشی محسوس کروں گا۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں تمام نتائج کو یکجا کرنا ہے خواہ وہ کچھ بھی ہوں جو اس حیثیت کے نتیجے میں سامنے آئیں۔ اگر ایک کا وجود ہے، جی ہاں!

پھر ہم ابتدا سے شروع کریں گے۔ اگر ایک ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔

اور ہونے میں حصہ نہیں لیتا۔

ناممکن۔

پھر ایک کا وجود ہوگا۔ لیکن اس کا وجود ایک جیسا نہیں ہوگا۔ اگر اس جیسا ہے تو یہ ایک کا وجود نہیں ہوگا نہ ہی ایک نے وجود میں حصہ لیا ہوگا۔

ایک کے وجود کی ترکیب، اس ترکیب کی مانند ہوگی کہ ایک صرف ایک ہے۔ لیکن ہمارا مفروضہ یہ نہیں ہے کہ ایک صرف ایک ہے کہ نہیں۔ اگر ایک ہے تو اس کے بعد کیا آئے گا۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

بالکل درست!

ہمارا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وجود کی وہ اہمیت نہیں جو ایک کی ہے؟

یقیناً۔

جب ہم ان کو جلدی سے ملا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک ہے۔ یہ، یہ کہنے کے مترادف ہے کہ یہ ''وجود کی شرکت'' ہے۔

بالکل درست۔

آئیں ایک بار پھر پوچھیں اگر ایک ہے تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ کیا یہ مفروضہ یہ ثابت نہیں کرے گا کہ ایک کی ایسی فطرت ہے کہ اس کے حصے ہیں۔

ایسے کیسے ہے؟

اس طرح کہ اگر وجود ایک کا ثبوت ہے۔ اگر ایک ہے اور ایک کا وجود ہے۔ اگر وجود ایک ہے اور اگر ایک اور وجود دونوں ایک نہیں ہیں اور ایک جیسے ہم نے فرض کیا ہے وہ ہے۔

یہ پورا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ ایک ہے اور اس کے حصے ہیں۔

یقیناً۔

کیا یہ سب حصے ایک اور وجود ہیں تو سادہ طور پر یہ ایک ''حصہ'' کہلائے گا۔ لفظ حصہ لفظ ''سارے'' کا تعلق دار ہوگا۔

آخری والا ہوگا۔

پھر جو ایک ہے وہ دونوں سارا اور حصوں پر مشتمل ہوگا۔

یقیناً۔

پھر ایک کے حصے سے اگر یہ ہیں۔ میری مراد ہے کہ وجود اور ایک ہیں، کیا ان میں کوئی یہ بات لاگو کرنے میں ناکام ہوتا ہے کہ کیا ایک وجود یا وجود ایک کو درکار ہے۔

ناممکن۔

اسی طرح ہر ایک حصہ دونوں ایک اور وجود دونوں کا حامل ہوتا ہے۔ اور کم از کم دو حصوں سے مل کر بنا ہے۔ یہی اُصول ہمیشہ کے لیے جاری رہتا ہے۔ ہر حصہ خواہ وہ کوئی ہو، اس میں ہمیشہ دو حصے موجود ہوتے ہیں۔ وجود ہمیشہ ایک کو شامل کرتا ہے۔

ایک وجود کو۔ اس طرح کہ ایک ہمیشہ دو میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یقیناً۔

اور ایسا ہی ایک کے بارے میں ہے۔ اگر یہ ہے۔ یہ بڑھنے کے عمل میں لامحدود ہوگا۔

یقیناً۔

آئیں ایک دوسرے رُخ سے اس پر غور کریں۔

کون سے رُخ سے!

ہم کہتے ہیں کہ ایک وجود میں ہونے میں حصہ لیتا ہے۔

اس طرح یہ ہے۔

ہاں!

اس طریقے سے ایک اگر اس میں وجود ہے، تو یہ کئی میں بدل گیا ہے۔

درست۔

لیکن اب! آئیں ایک کو اخذ کریں جس کے بارے میں جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ وجود میں شریک ہیں۔ اس بات سے ماورا سوچنے کی کوشش کریں کہ یہ حصہ شامل ہوتا ہے، یا کہ وجود ایک ہی ایک ہوگا یا کئی۔

ایک، میرا خیال ہے۔

آئیں دیکھیں۔ کیا ایک کا وجود ایک سے مختلف نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ ایک وجود نہیں ہے، لیکن ایک کے طور پر لیا جائے تو صرف وجود کے طور پر حصہ لیتا ہے۔

یقیناً۔

اگر وجود ہونا اور ایک، دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ایک صرف ایک ہے اور وجود سے مختلف۔ اس لیے کہ وجود وجود ہی ہوتا ہے اور ایک سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہونے کے ناطے مختلف ہیں؟

یقیناً۔

کیونکہ دوسرا ویسا نہیں ہے۔ ایک یا وجود کے ساتھ؟

یقیناً نہیں۔

اور اس لیے جب ہم وجود اور دوسرے کو لیں یا وجود اور ایک کو یا ایک اور دوسرے کو ہر صورت میں ہم دو چیزیں لیتے ہیں۔ جن کو درست طریقے سے دونوں کہا جائے گا؟

ایسے کیسے ہے؟

اس طریقے سے آپ وجود کے بارے میں بات کر سکتے ہیں؟

جی ہاں۔

اور ایک کا بھی؟

جی ہاں۔

اب ہم نے ان دونوں کے بارے میں بات کی ہے۔

جی ہاں۔

خوب۔ اور جب میں ایک اور وجود کی بات کرتا ہوں، میں دونوں کے بارے میں بات کرتا ہوں۔

یقیناً۔

اور اگر میں ایک کے بارے میں یا دوسرے یا ایک اور دوسرے سے متعلق بات کرتا ہوں تو دونوں کے بارے میں بات نہیں کرتا۔

جی ہاں۔

وہ جو دونوں کہلاتے ہیں وہ دو نہیں ہوں گے؟

دونوں چیزیں کیسے ممکن ہیں۔ ان میں سے ہر ایک، ایک نہ ہو۔

یہ نہیں ہو سکتا۔

اگر ایک جوڑے کے انفرادی مشترکہ طور پر دو ہیں، وہ ایک بھی ہوگا۔

صاف ظاہر ہے۔

اگر ان میں ہر کوئی ایک ہے۔تو۔

کسی ایک میں ایک کا اضافہ کرنے سے یہ تین ہو جاتا ہے؟

جی ہاں!

تین طاق ہوتے ہیں اور دو جفت؟

یقیناً۔

اگر دو ہوں تو دو بار ہونے چاہئیں۔اور اگر تین ہیں تو یہ تین بار ہونے چاہئیں۔اگر دو بار ایک دو بنتے ہیں اور تین بار ایک تین بناتے ہیں؟

یقیناً۔

دو اور دو بار اسی طرح تین اور تین بار ہوتے ہیں۔

بالکل درست۔

یہاں پھر جفت کو جفت اور طاق کو طاق اوقات میں لیا گیا ہے، پھر جفت کو طاق اور طاق کو جفت اوقات میں لیا گیا ہے۔

ٹھیک۔

اگر یہ ایسے ہے۔کیا ایسا عدد ہے۔جس کی ضرورت نہ ہو۔

کوئی نہیں۔

تب اگر ایک ہے۔تو عدد بھی ضرور ہونا چاہیے۔

یہ ہونا چاہیے۔

لیکن اگر عدد ہیں تو کئی ہوں گے اور لامحدود کیونکہ عدد لامحدود ہے۔ اور وجود میں حصہ لیتا ہے۔کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

یقیناً۔

اگر تمام اعداد وجود میں حصہ لیتے ہیں، تو عدد کا حصہ بھی شمولیت کرے گا؟

جی ہاں۔

پھر وجود کو تمام چیزوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کوئی چیز خواہ وہ کتنی چھوٹی یا بڑی ہو اس سے خالی نہیں ہے۔ یہ مفروضہ ہی فضول ہے، کیونکہ وہ جو موجود ہے وہ وجود سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔

کسی طریقے سے نہیں۔

یہ بڑے چھوٹے ہر سائز میں منقسم ہیں اور ساری چیزوں سے زیادہ حصوں میں توڑے گئے ہیں۔ ان کی تقسیم لامحدود ہے۔

سچ۔

پھر یہ بڑے حصوں کا مالک ہے۔

جی ہاں، سب سے بڑا۔

کیا ان میں سے کوئی وجود کا حصہ ہے یا نہیں۔

ناممکن۔

اگر یہ ہے اور طویل عرصہ سے ہے، تو یہ یقیناً ایک ہونا چاہیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

پھر واحد وجود کے ہر حصے سے منسلک ہے۔ یہ کسی صورت ناکام نہیں ہوتا۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، یا اس کا کوئی بھی حصہ ہو۔

سچ۔

لیکن کیا ایک مکمل طور پر ایک ہی وقت میں کئی جگہ پر موجود ہو سکتا ہے۔

نہیں۔ میں اس کا امکان نہیں سمجھتا۔

اگر یہ مکمل طور پر نہیں تو یہ منقسم ہے۔ کیونکہ یہ تمام حصوں پر مشتمل وجود میں نہیں ہو سکتا جب تک یہ منقسم نہ ہو۔

سچ۔

پھر میں یہ کہہ کر غلطی پر تھا کہ وجود کو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ کیونکہ یہ ایک زیادہ حصوں میں نہ لیا گیا۔ بلکہ ایک کے برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک بھی وجود کا خواہاں نہیں ہوا اور نہ ہی وجود

ایک کا لیکن دو حصوں کی بنا پر وہ برابر اور ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔

یقیناً، یہ درست ہے۔

ایک از خود وجود کی بنا پر تقسیم ہونے کے سبب پر حصوں میں منقسم ہے جو کہ لامحدود ہیں۔

درست۔

پھر ایک ہی کئی میں منقسم نہیں بلکہ ایک وجود سے منقسم ہو کر کئی میں بٹ جاتا ہے۔

یقیناً۔

مزید یہ کہ حصے پورے سے لیے گئے ہیں جو کہ ایک ہے۔

یقیناً۔

جس میں یہ شامل ہوتے ہیں وہ محدود ہے۔

یقیناً۔

پھر ایک اگر اس کا وجود ہے تو یہ ایک ہے۔ اس کے علاوہ کئی حصے اور پورا بھی اور محدود ہونے کے باوجود لامحدود ہے۔

صاف طور پر یہ ہے۔

اور محدود ہونے کی بنا پر اس کی انتہا بھی ہیں۔

یقیناً۔

اگر ایک پورا ہے تو اس کی ابتدا اور اختتام اور وسط ہوگا۔

کیا ان کے بغیر کوئی چیز پوری ہو سکتی ہے اور اگر ان تینوں میں سے کوئی چیز کسی کو درکار ہو تو کیا وہ چیز مکمل ہوگی۔

نہیں۔

تب ایک ابتدا، وسط اور اختتام ہوگا۔

اس کا ہوگا۔

مزید برآں۔ وسط، اختتام اور ابتدا سے ایک جیسے فاصلے پر ہوگا ورنہ یہ وسط نہیں ہوگا۔

جی ہاں۔

پھر ایک اشکال میں مرکوز ہوگا خواہ وہ مستطیل ہوں یا گول یا دو کے اشتراک سے بننے والی شکل ہو۔

درست!

اگر یہ معاملہ ہے تو یہ دونوں ایک اور دوسرے دونوں میں موجود ہوگا۔

کیسے؟

یہ حصہ پورے میں شامل ہے۔ اس سے باہر نہیں۔

درست۔

اور پورے میں سب حصے موجود ہوتے ہیں۔

جی ہاں۔

ایک سارے حصوں پر مشتمل ہے۔ اس سے زیادہ نہ کم۔

نہیں۔

اور ایک پورا ہے۔

یقیناً۔

اگر سارے حصے پورے میں موجود ہیں اور ایک ان سب پر مشتمل ہے اور یہ سب پورے میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایک موجود ہے تو اس طرح ایک اپنے آپ میں بھی موجود ہوگا۔

یہ درست ہے۔

لیکن پھر۔ کسی بھی حصے میں سارا موجود نہیں ہے، نہ ہی اجتماعی طور پر سارے حصوں میں، نہ کسی ان میں سے کسی ایک حصے میں، کیونکہ اگر یہ سب میں ہے تو ایک میں بھی ہونا چاہیے۔ اگر یہ کسی میں نہیں تو یہ سب حصوں میں بھی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ کسی ایک حصے میں، جس میں یہ ہوگا، وہ پورے کا ایک حصہ ہوگا۔ اگر سارا اس میں نہیں تو یہ ان سب میں کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ نہیں ہو سکتا۔

نہ ہی پورا کچھ حصوں میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر سارا کچھ حصوں میں تھا تو تھوڑے حصوں میں زیادہ ہوگا۔ جو کہ ناممکن ہے۔

جی ہاں۔ ناممکن۔

اگر سارا نہ تو ایک میں ہے، نہ ہی ایک سے زیادہ اور نہ ہی سارے حصوں میں تو پھر یقیناً کسی اور چیز میں ہونا چاہیے یا کہیں بھی نہیں۔

یقیناً۔

اگر یہ کہیں نہیں تو یہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لیکن پورا ہونے کے ناطے یہ دوسری چیز میں ہونا چاہیے۔

بالکل درست۔

تب ایک کو پورے کے طور پر لیا جائے گا اور یہ کسی دوسرے میں ہوگا۔

لیکن تمام اس کے حصے قرار دیے جانے کے باعث یہ اپنے آپ میں ہے۔ اس لیے ایک ضرور اپنے آپ میں اور دوسرے میں بھی ہونا چاہیے۔

یقیناً۔

پھر ایک اس قسم کا ہونے کے ناطے دونوں صورتوں حرکت اور سکون کے لیے لازم ہے۔

کیسے؟

ایک ساکن ہے جبکہ یہ اپنے آپ میں ہے۔ ایک میں ہونے کی بنا پر اور اس سے باہر نہ جانے کی بنا پر، یہ اسی میں ہے جو کہ یہ از خود ہے۔

اور وہ جو ہمیشہ ایک ہے۔ وہ ہمیشہ سکون کی حالت میں ہونا چاہیے۔

یقیناً۔

خوب اور کیا وہ جو اس سے متضاد ہو، وہ جو ہمیشہ دوسری حالت میں ہوتا، وہ اس حالت میں نہیں ہوگا۔ اگر اس میں نہیں تو وہ حالت سکون میں نہیں ہوگا۔ اگر سکون کی حالت میں نہیں تو یہ حرکت میں ہوگا۔

ٹھیک۔

تب ایک ہمیشہ اپنے آپ میں اس کے علاوہ دوسرے میں بھی ہوگا۔ یہ سکون اور حرکت دونوں حالتوں میں ہونا چاہیے۔

صاف طور پر۔

یہ اپنے آپ جیسا اور اس سے مختلف [illegible] دوسرے سے یکساں اور غیر یکساں بھی ہوگا ایسا

اس کی پچھلی حالتوں سے ہوتا ہے۔

ایسا کیسے ہے؟

یہ چیز دوسری چیز کے لحاظ سے اُس جیسی یا اُس سے مختلف ہے اگر نہ اس جیسی نہ ہی اس سے مختلف ہے، تب یہ سارے کا ایک حصہ ہے یا ایک حصے کا سارا ہے۔

صاف ظاہر ہے۔

کیا ایک اپنے آپ کا حصہ ہے؟

یقیناً نہیں۔

جب یہ اپنے آپ کے لحاظ سے حصہ نہیں ہے تو آپ سے منسلک نہیں ہوسکتا مکمل یا ایک حصہ کے طور پر۔

یہ نہیں ہوسکتا۔

اگر تب یہ نہ دوسرا، نہ سارا، نہ اپنے آپ کا ایک حصہ نہیں تو یہ اپنے آپ سے یکساں نہیں ہونا چاہیے۔

یقیناً۔

پھر، ایک چیز جو کہ اپنے آپ سے دوسری جگہ میں ہے۔ اگر یہ از خود اپنی جگہ پر رہتی ہے تو یہ دوسری جگہ نہیں ہوگی۔

ٹھیک۔

پھر ایک کو ایک ہی وقت میں از خود اور دوسرے میں دکھایا گیا ہے۔ اس طرح جیسے یہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک اپنے آپ سے مختلف ہوگا۔

ٹھیک۔

خوب۔ اگر کوئی چیز کسی چیز سے مختلف ہوگی۔ کیا یہ اس سے مختلف نہیں ہوگی جو اس سے مختلف ہے۔

یقیناً۔

کیا وہ ساری چیزیں جو ایک نہیں، وہ اس سے مختلف نہیں ہوں گی۔

یقیناً۔

تب ایک دوسروں سے مختلف ہوگا۔

ٹھیک۔

لیکن غور کریں۔ کیا مطلق یکساں اور مطلق مختلف ایک دوسرے سے مختلف نہیں؟

یقیناً مختلف ہیں۔

پھر کیا یکساں کبھی دوسروں میں ہوگا یا دوسرا یکساں میں ہوگا؟

وہ نہیں ہوں گے۔

اگر دوسرا کبھی یکساں میں نہیں۔ پھر کوئی چیز نہیں جس میں یکساں وقت کے کسی لمحے میں ہوگا۔ اس وقت چھوٹا یکساں میں نہ ہوگا۔ کیا یہ درست نہیں۔

ہاں۔

اگر دوسرا کبھی یکساں میں نہیں تو یہ کبھی کسی ایسی چیز میں نہیں ہوگا جو موجود ہے۔

درست۔

تب! دوسرا نہ تو ایک میں ہے اور نہ ہی اس کے متضاد میں موجود ہوگا۔

یقینی طور پر نہیں۔

ایک متضاد ہونے کے ناطے ایک یا دوسرے سے مختلف نہیں تھے۔

نہیں۔

نہ ہی وہ اپنی وجوہ کی بنا پر ایک دوسرے کی ضد ہوں گے۔

وہ کیسے ہوسکتے ہیں۔

لیکن اگر وہ مختلف نہیں اپنی یا دوسرے کی وجہ سے تو کیا وہ ایک دوسرے کی ضد ہونے سے مکمل طور پر نہیں بچ جائیں گے۔

وہ بچ جائیں گے۔

پھر ایک کی ضد ایک میں حصہ نہیں لے سکتی۔ ورنہ یہ ایک کی ضد نہیں ہوگی۔

یہ نہیں ہوگی۔

کیا ایک کی ضد ایک کا حصہ ہوگی، یا ایسا نہیں ہوگا۔

یہ ہوگی۔

اگر تب ہر نقطہ نظر سے ایک اور اس کی ضد مختلف ہیں تو نہ تو ایک، نہ ہی پورا، ایک کا ضد کا حصہ ہوگا،
نہ ہی اس سے متضاد۔

نہیں۔

لیکن ہم نے کہا کہ وہ چیزیں جو ایک دوسرے کا نہ تو حصہ ہیں اور نہ ایک دوسرے کا مکمل اور نہ ہی
ایک دوسرے سے مختلف تو یہ ایک دوسرے جیسی ہوں گی۔

کیا ایسا ہم نے کہا۔

جی ہاں۔

پھر کیا ہم کہیں گے کہ ایک، ایک کی ضد کی بنا پر اس جیسا ہوگا۔

آئیں۔ یہ کہہ لیں۔

تب یہ اپنے آپ سے اور دوسروں جیسا ہے۔ اور ان سے مختلف بھی۔

یہ نتیجہ دکھائی دیتا ہے۔

یہ اپنے آپ اور دوسروں سے یکساں اور غیر یکساں جیسا ہوگا۔

شاید۔

جب ایک کو دوسروں سے مختلف دکھایا گیا تھا تو دوسرے بھی ایک سے مختلف ہوں گے۔

جی ہاں۔

اور ایک دوسروں سے اس درجہ میں مختلف ہوگا اور دوسرے اس سے اسی درجہ مختلف، نہ وہ زیادہ نہ کم۔

سچ۔

اگر نہ زیادہ نہ کم تو پھر یہ اسی درجے کے ہیں۔

جی ہاں۔

اسی وجہ کی بنا پر جس کے سبب ایک دوسروں سے مختلف ہے۔ اور دوسرے اسی انداز میں دوسرے
سے۔ تو ایک دوسروں کی اور دوسرے ایک کی مانند متاثر ہوں گے۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

میں اس کو بیان کرنے کے ناموں کا سلسلہ شروع کروں گا۔

آپ ایک چیز کو کوئی نام دیتے ہیں۔

جی ہاں۔

جب آپ اس کو ایک بار پکارتے ہیں۔ تو آپ اس چیز کو اُس نام سے ظاہر کرتے ہیں جو اسے دیا گیا ہے۔ جب ایک سے زیادہ بار ظاہر کرتے ہیں تو کیا کسی دوسری چیز کو ظاہر کرتے ہیں یا یہ ہمیشہ ایک ہی چیز ہوگی جس کے بارے میں آپ بات کرتے ہیں۔ خواہ ایک بار نام لیں یا زیادہ بار یہ وہی چیز ہوگی۔

یقیناً یہ وہی ہوگی۔

اور کیا دوسرا ایک چیز کو دیا گیا نام نہیں۔

یقیناً۔

جب بھی آپ دوسرے کا لفظ استعمال کرتے ہیں ایک بار یا بار بار تو آپ اس چیز کا نام لیتے ہیں جس کو یہ نام دیا گیا ہے کہ اس چیز کو نہیں جس کا کوئی نام دیا گیا ہے۔

سچ۔

جب ہم کہتے ہیں دوسرے ایک سے مختلف ہیں اور اسی طرح ایک دوسروں سے مختلف تو دوسرے کے لفظ کو دہراتا ہم اس فطرت کے بارے میں کہتے ہیں جو اس نام سے منسوب ہے اور کسی دوسرے کے لیے نہیں۔

بالکل سچ۔

تب ایک دوسروں سے مختلف ہے اور دوسرا جو ایک سے مختلف ہے۔ تو لفظ دوسرا دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ اور یہ اس حالت میں ہوگا اور جو اسی حالت میں ہے، وہ یکساں ہے۔

پھر وہ سبب جس کی بنا پر ایک، دوسروں سے مختلف ہے۔ ہر چیز ہر چیز کی سی ہوگی کیونکہ ہر چیز ہر چیز سے مختلف ہے۔

درست۔

مزید برآں۔ یکساں غیر یکساں کی ضد ہے۔

جی ہاں۔

اور دوسرا یکساں سے مختلف۔

اور پھر یہ ٹھیک ہے۔

ایک کو دوسروں سے یکساں دکھایا گیا ہے۔

جی ہاں۔

دوسروں سے یکساں ہونا دوسروں سے مختلف ہونے سے متضاد ہے۔

یقیناً۔

دوسرے میں یہ یکساں دکھایا گیا تھا۔

جی ہاں۔

غیر یکسانیت میں متضاد ہونے کے ناطے یہ غیر یکساں تھا۔ یہ دوسرے پن کی علت تھی۔

جی ہاں۔

یہی چیز اسے غیر یکساں بنائے گی وگرنہ یہ دوسرے کی ضد نہیں ہوگی۔

درست۔

تب ایک دونوں، یکساں اور غیر یکساں ہوگا۔ غیر یکساں اس وقت تک جب تک یہ دوسرے میں ہوگا اور یکساں جب تک کہ یہ غیر یکساں میں ہوگا۔

جی ہاں۔ یہ دلائل شاید استعمال کیے جائیں گے۔

اور اس کے اور بھی دلائل ہیں۔

کیا؟

جب تک یہ اسی انداز میں متاثر ہوتا ہے یہ اس وقت دوسرے سے متاثر نہیں ہوسکتا اور دوسرے انداز میں متاثر نہ ہونا دوسرا نہیں ہے، اور یکساں نہ ہونا یکساں ہے۔ لیکن جب تک یہ دوسروں سے متاثر ہوتا ہے یہ دوسرا ہے اور مختلف انداز میں متاثر ہونا غیر یکساں ہے۔

سچ۔

کیونکہ ایک دوسروں سے یکساں ہے اور دوسرے دوسروں سے ان دونوں اسباب میں سے کسی سبب کی بنا پر یا دونوں اسباب پر یہ دوسروں سے یکساں اور غیر یکساں ہوگا۔

یقیناً۔

اسی طرح از خود جیسا اور اس سے مختلف ہونے یا دونوں اسباب کی بنا پر یہ یکساں اور غیر یکساں دونوں ہوں گے۔

یقیناً۔

پھر ایک کتنی دیر تک از خود اور دوسروں کو چھو سکتا ہے۔ غور کریں۔

میں غور کر رہا ہوں۔

ایک کو اس میں ہی دکھایا گیا جو کہ مکمل تھا۔

درست۔

اور دوسری اشیا میں بھی؟

جی ہاں۔

جب تک یہ دوسری اشیا میں ہے یہ دوسری اشیا کو چھوئے گا۔ لیکن جب تک یہ اپنے آپ میں ہے یہ انھیں چھونے کے قابل نہیں ہوگا اور صرف اپنے آپ کو ہی چھوئے گا۔

صاف ظاہر ہے۔

تب نتیجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کو چھوئے گا۔

یہ چھوئے گا۔

لیکن آپ کا نئے نقطۂ نظر کے بارے میں کیا خیال ہے؟

کیا جس نے دوسرے کو چھونا ہے، وہ اُس سے جسے اس نے چھونا ہے، آگے نہیں ہوگا اور اُس کے نزدیک جگہ حاصل کرتا ہے، جسے یہ چھوتا ہے۔

درست۔

پھر اگر ایک نے اپنے آپ کو چھونا ہے تو اسے اپنے آپ سے آگے موجود ہونا چاہیے اور اُس سے آگے جگہ حاصل کرنی چاہیے جس میں یہ ہے۔

اس کو چاہیے۔

اُس کا مطالبہ ہوگا کہ ایک دو ہونے چاہئیں اور یہ دونوں ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر ہونے چاہئیں اور یہ جب ایک ہے تو کبھی نہیں ہوگا۔

نہیں۔

پھر ایک اپنے آپ کو نہیں چھوسکتا اس سے زیادہ کہ یہ دو حصوں میں تقسیم ہوسکتا ہے۔

یہ نہیں ہوسکتا۔

نہ ہی یہ دوسروں کو چھوسکتا ہے۔

کیوں نہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو دوسروں کو چھوئے گا وہ علیحدہ شکل میں ہونا چاہیے۔ اور اس سے آگے جسے اس نے چھونا ہے اور کوئی تیسری ذو کے درمیان نہیں ہوسکتی۔

درست۔

دو چیزوں کے لیے ایک دوسری کو چھونا لازم ہے۔

ایسا ہی ہے۔

اور اگر ان دو سے ایک تیسری کا موزوں ترتیب سے اضافہ کردیا جائے تو اعداد کی گنتی تین ہو جائے گی اور اس طرح دو روابط بن جائیں گے۔

جی ہاں۔

اور ہر اضافی عدد ایک اضافی ربط بنائے گا۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو روابط عدد اور گنتی سے ایک کم ہوگا۔ پہلے دو اعداد مل کر ایک ربط بناتے ہیں۔ اور اسی طرح تمام اعداد سے بننے والے ربط اعداد سے ایک کم ہوں گے۔ پہلے اعداد کے بعد ہر عدد ہر ایک ربط کے لیے اضافے کا ذریعہ ہے۔

درست۔

اس طرح کوئی بھی اشیا کی تعداد ہو، ربط عدد سے ایک کم ہوگا۔

درست۔

لیکن اگر صرف ایک ہی ہو دو نہیں، تو پھر ربط نہیں ہوگا۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

کیا ہم نہیں کہتے کہ دوسرے ایک سے مختلف ہونے کی بنا پر ایک نہیں ہیں اور اس کے ایک میں کوئی حصہ نہیں۔

درست۔

تب اگر ان میں ایک نہیں تو ان کا کوئی عدد نہیں۔

یقیناً نہیں۔

پھر دوسرے نہ تو ایک ہیں نہ دو، نہ ہی انھیں کسی عدد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

نہیں۔

پھر ایک صرف ایک ہے اور دو کا کوئی وجود نہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ نہیں۔

جن اسباب کی بنا پر ایک اپنے آپ کو اور دوسروں کو چھوتا ہے اور نہیں بھی چھوتا۔

درست۔

مزید یہ کہ کیا ایک از خود اور دوسروں سے برابر بھی ہے اور غیر برابر بھی۔

آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔

اگر ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا تھا۔ یا دوسرے ایک سے بڑے یا چھوٹے۔ وہ ایک اور دوسرے (مختلف) ہونے کے ناطے نہ بڑے ہوں گے نہ چھوٹے۔ اگر ان میں اپنی حیثیت کے علاوہ مساوات ہے تو وہ ایک دوسرے کے برابر ہوں گے یا اگر ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے یا ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا۔ ان میں سے جو کوئی بڑا ہے وہ بڑا اور جو چھوٹا ہے وہ چھوٹا ہوگا۔

یقیناً۔

تب یہ دو خیالات ہیں۔ بڑا اور چھوٹا۔ کیونکہ اگر وہ نہ ہوں تو وہ ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ہی موجودہ حالت میں۔

وہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ اگر چھوٹا پن ایک میں موجود ہے تو یہ یا تو پورے مکمل میں یا مکمل کے ایک حصے میں ہوگا۔

یقیناً۔

پہلے فرض کریں۔ کہ یہ ایک اور ایک ہی وقت میں ایک کے ساتھ بڑھے گا۔ یا اس میں ایک شامل ہوگا۔

صاف ظاہر ہے۔

اگر یہ ایک کے ساتھ بڑھے گا تو یہ ایک کے برابر ہوگا۔ اگر ایک اس میں شامل ہوگا تو یہ ایک سے بڑا ہوگا۔

یقیناً۔

لیکن کیا چھوٹا پن کسی چیز کے برابر یا بڑا ہو سکتا ہے اور یہ بڑے پن یا مساوات کے کردار کا مالک ہوتا ہے۔ اس کا اپنا کام نہیں۔

ناممکن۔

پھر چھوٹا پن ایک کے پورے میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کسی صورت ہے تو اس کے ایک حصے میں ہوگا۔

جی ہاں۔

لیکن یقیناً سارے حصے میں نہیں۔ کیونکہ اس سے پورے کو مشکل سامنے آئے گی۔ یہ جس حصے میں اس سے بڑا یا برابر ہوگا۔

یقیناً۔

تب چھوٹا پن کسی چیز میں نہیں ہوگا خواہ وہ حصہ ہو یا مکمل۔ نہ ہی کوئی چیز چھوٹی ہوگی۔

درست۔

نہ ہی بڑا پن ایک میں ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی چیز میں بڑا پن ہوگا تو یہ دوسری چیز سے بڑی ہوگی اور یہ بھی اس وقت جب چھوٹے کا کوئی وجود نہیں۔ اگر ایک بڑا ہے تو اس کو بڑھنا چاہیے۔ تاہم یہ ناممکن ہے۔ اس صورت میں جب چھوٹا پن سرے سے موجود ہی نہیں۔

درست۔

لیکن مطلق بڑا پن مطلق چھوٹے پن سے بڑا ہے اور اسی طرح چھوٹا پن بڑے پن سے چھوٹا ہے۔

بالکل صحیح۔

تب دوسری چیزیں ایک سے بڑی یا چھوٹی نہیں۔ اگر بڑا پن یا چھوٹا پن موجود نہیں۔ نہ ہی چھوٹے پن یا بڑے پن کی ایک سے بڑا یا چھوٹا ہونے کی استطاعت ہے۔ ان کا صرف باہمی واسطہ ہے۔ کوئی

چیز بڑی یا چھوٹی نہیں۔

اگر ان کا متقابل نہیں۔

یقیناً نہیں۔

تب اگر ایک نہ بڑا ہے نہ چھوٹا تو نہ دوسرے سے بڑھے گا اور نہ دوسرے اس سے آگے جائیں گے۔

یقیناً نہیں۔

اور وہ جو نہ بڑھتا ہے نہ بڑھنے دیتا ہے۔ اس وجہ سے برابر ہونا چاہیے۔

بالکل۔

یہ ایک کے اپنے آپ سے تعلق کے حوالے سے بھی درست ہوگا۔

بڑے پن اور چھوٹے پن سے مبرا نہ تو یہ آگے بڑھے گا اور نہ ہی دوسرے کو ایسا کرنے دے گا۔

بلکہ یہ اپنے آپ سے برابر ہوگا۔

یقیناً۔

تب ایک دونوں از خود اور دوسروں سے برابر ہوگا۔

بالکل ایسے ہی۔

اور اب بھی ایک یہ اپنے آپ میں ہونے کے باعث یہ اپنے سے گھرا ہوگا۔ اور اپنے آپ میں شامل ہونے کے باعث اپنے آپ سے بڑا ہوگا اور چھوٹا بھی ہوگا۔ اس طرح یہ بڑا اور چھوٹا بھی ہوگا۔

یہ ہوگا۔

اب کوئی چیز ایسی نہیں ہو سکتی جو ایک اور دوسروں میں شامل نہ ہو۔

بالکل نہیں۔

لیکن یقیناً جو چیز ہے وہ کہیں ضرور ہونی چاہیے۔

جی ہاں۔

لیکن جو کسی چیز میں ہے وہ کم اور وہ جس میں یہ ہوگی وہ بڑا ہوگا۔ کسی دوسرے طریقے سے کوئی چیز اس میں شامل نہیں ہو سکتی۔

سچ!

چونکہ کوئی چیز ایک اور دوسروں سے مختلف نہیں۔ اور وہ جو کسی چیز میں ہونے چاہئیں، کیا وہ ایک دوسرے میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک دوسروں میں اور دوسرے ایک میں۔ اگر ان کا کوئی وجود ہے۔

یہ صاف ظاہر ہے۔

لیکن اگر ایک دوسروں میں ہے تو دوسرے ایک سے بڑے ہوں گے۔ کیونکہ ان میں ایک ہوتا ہے لیکن دوسروں سے چھوٹا ہوگا اگر دوسرے ایک میں ہیں تو ایک اسی اُصول کے تحت بڑا ہوگا اور دوسرے ایک سے چھوٹے ہوں گے۔

سچ!

تب ایک خود سے اور دوسروں سے بڑا اور چھوٹا ہوگا۔

صاف ظاہر ہے۔

اگر یہ بڑا چھوٹا اور برابر ہے تو یہ برابر کم اور بڑی پیمائش کا حامل ہوگا۔ اگر اس کی پیمائش ہوگی تو اس کے حصے بھی ہوں گے۔

یقیناً۔

اگر یہ برابر، کم زیادہ پیمائش اور تقسیم کا حامل ہے تو یہ عددی لحاظ سے بھی کم، زیادہ برابر ہوگا۔

اسی طرح اپنے آپ سے اور دوسروں سے برابر بھی ہوگا۔

یہ کیسے ہے؟

یہ ان چیزوں سے زیادہ پیمائش کا حامل ہوگا جو اس سے تجاوز کرتا ہے اور اس سے جو برابر ہے یا اس سے کم۔

درست۔

اور اپنے آپ سے بڑا اور چھوٹا اور برابر ہونے کے ناطے یہ برابر چھوٹے اور بڑوں کے برابر ہوگا۔

اگر اس کی پیمائش ہے تو اس کے حصے بھی ہوں گے۔

اسی کے ہوں گے۔

اور اپنے آپ سے برابر ہونے کے باعث یہ اپنے آپ سے برابر ہوگی اور اسی طرح یہ کم اور زیادہ بھی۔

یقیناً۔

اس کا دوسری چیزوں سے یہی تعلق ہوگا۔ اگر یہ ان سے بڑا ہے تو ان سے عدد میں زیادہ ہوگا۔ اگر چھوٹا ہے تو تعداد میں کم ہوگا۔ اگر یہ برابر ہے تو دوسری چیزوں کے سائز کے لحاظ سے، یہ ان سے تعداد میں برابر ہوگا۔

مزید برآں۔ اگرچہ جیسا کہ یہ دکھائی دے گا۔ ایک دونوں اپنے آپ سے اور دوسری اشیا سے تعداد کے لحاظ سے برابر، چھوٹا اور بڑا ہوگا۔

یہ ہوگا۔

کیا ایک وقت سے منسوب ہوتا ہے۔ اور کیا یہ دوسرے سے یا اپنے آپ سے بڑا یا چھوٹا ہے یا اس لحاظ سے یہ کسی سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہے۔

اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

اگر ایک ہے۔ تو یہ اس کی صفت ہونی چاہیے۔

جی ہاں۔

لیکن "ہونا"۔ زمانہ حال کی صفت ہے اور "ہوا ہوگا" ماضی میں ہونے کی علامت ہے اور "ہوگا" زمانہ مستقبل کی شرکت ہے۔

بالکل ٹھیک۔

تب، ایک جب موجود ہونے کا شریک ہے۔ یہ اس لیے، یہ وقت کا مظہر ہے۔

یقیناً۔

کیا وقت ہمیشہ آگے کو نہیں حرکت کرتا۔

جی ہاں۔

تب، ایک ہمیشہ عمر رسیدہ ہو رہا ہے۔ اپنے آپ کی نسبت۔ کیونکہ وقت گزر رہا ہے۔

یقیناً۔

اور کیا آپ کو یاد ہے کہ زیادہ عمر والا، کم عمر سے زیادہ بوڑھا ہوتا جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے۔

جب، ایک اپنے آپ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ یہ اسی وقت کم عمر بھی ہوتا ہے۔

یقیناً۔

ایک خود سے بڑا اور چھوٹا ہوتا ہے۔

جی ہاں۔

اور یہ بڑا ہے۔ (کیا یہ نہیں ہے) جب ہونے کے عمل میں یہ تھا اور ہوگا، کے درمیان وقت کا اظہار کرتا ہے۔ اب ماضی سے مستقبل کی طرف جانے کے دوران یہ حال کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

جی نہیں۔

اور جب یہ حال میں داخل ہوتا ہے تو مزید زیادہ بوڑھا ہونے سے رک جاتا ہے اور مزید نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر یہ ہو جائے تو یہ کبھی حال میں نہ پہنچے۔ کیونکہ یہ اُس چیز کی فطرت ہے جو جاری رہتی ہے۔ دونوں حال اور مستقبل کی طرف۔ حال میں جانے اور مستقبل کو منجمد کرنے کے لیے دوران۔

سچ۔

لیکن وہ جو ہو رہا ہے وہ ماضی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جب یہ حال میں پہنچ جاتا ہے تو یہ ہونے کا عمل رک جاتا ہے۔ کیا یہ ہونے کے عمل میں ہوگا۔

اس طرح ایک وقت گزرنے کے باعث بڑا ہو تو حال میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہونے سے رک جاتا ہے۔ اس طرح یہ بڑا ہے۔

یقیناً۔

اور یہ اس سے بڑا ہے جو بڑا ہو رہا تھا اور یہ خود سے بڑا ہو رہا تھا۔

جی ہاں۔

اور وہ جو بڑا ہے وہ بڑا ہے، چھوٹے سے۔

سچ۔

ایک خود سے چھوٹا ہے۔ جب بڑا ہونے کے دوران یہ ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔

یقیناً۔

لیکن حال ہمیشہ حال ہے۔ ایک کے ساتھ کیونکہ جب کبھی یہ ہے، یہ اب ہمیشہ ہے۔

یقیناً۔

تب، ایک خود سے چھوٹا اور بڑا ہے اور ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

درست۔

کیا یہ اپنے آپ سے زیادہ وقت ہوتا ہے یا برابر۔

برابر کا وقت۔

لیکن اگر یہ خود سے بڑا یا برابر ہے، وقت کے لحاظ سے یا ہوتا ہے۔ یہ اپنے آپ سے برابر وقت کا ہوگا۔

یقیناً۔

اور وہ جو اسی عمر کا ہے وہ نہ بڑا ہے، نہ چھوٹا۔

نہیں۔

ایک تب ہونے اور ہو رہا ہے، کی وجہ سے نہ ہے اور ہوتا ہے، خود سے چھوٹا یا بڑا۔

مجھے کہنا چاہیے، نہیں۔

اور دوسری اشیاء سے کیا تعلق ہے۔ کیا وہ ان سے چھوٹا یا بڑا ہوتا ہے؟

میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔

آپ مجھے کم از کم بتا سکتے ہیں کہ ایک سے دوسرے، ایک سے زیادہ ہیں۔ دوسرا ایک ہونا چاہیے لیکن یہ زیادہ ہیں۔

ان کی کثرت ہوگی۔

اور کثرت ایک سے زیادہ عدد ہوتا ہے۔

یقیناً۔

کیا ہم کہیں گے کہ کم یا زیادہ کا، پہلے وجود ہونا لازم ہے۔

کم تر۔

تب کم ترین پہلے ہے اور وہی ایک ہے۔

جی ہاں۔

تب تمام چیزوں کا ایک جس کا کوئی عدد ہے۔ اس نے پہلے وجود میں آنا ہے۔ دوسری تمام چیزوں کے بھی اعداد ہیں۔ مثبت ہونے کی وجہ سے نہ کہ واحد۔

وہ ہیں۔

جب یہ پہلے وجود میں آیا۔ تو یہ فرض کیا جانا چاہیے کہ دوسروں سے پہلے وجود میں آیا ہے۔ اور دوسرے بعد ازاں اور چیزیں جو بعد میں وجود میں آئیں وہ اس سے چھوٹی ہیں جو اس سے قبل معرض وجود میں آئیں۔

اس طرح دوسری چیزیں ایک سے چھوٹی ہوں گی اور ایک ان دوسری چیزوں سے بڑا۔

درست۔

آپ ایک دوسرے سوال کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کیا ایک اپنی فطرت سے تضاد میں وجود میں آیا ہے یا یہ ناممکن ہے۔

ناممکن۔

تب یقیناً ایک کے بارے میں دکھایا گیا تھا کہ اس کے حصے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس کا آغاز، وسط اور اختتام ہوگا۔

جی ہاں۔

اور ابتدا، دونوں ایک اور دوسری تمام چیزوں کا پہلے آتا ہے۔ اور آغاز کے بعد دوسرا حصہ آتا ہے۔ حتیٰ کہ اختتام آجاتا ہے۔

یقیناً۔

اور تمام دوسری چیزوں کی تصدیق کریں گے کہ یہ مکمل اور ایک کے جزو ہیں جو کہ جیسے اختتام آتا ہے۔ ایک ہوجاتی ہیں۔

جی ہاں۔ یہ ہے جو ہمیں کہنا چاہیے۔

لیکن اختتام آخر میں آتا ہے۔ ایک ایسی فطرت پرمبنی ہے۔ جیسے کہ یہ آخر کے ساتھ وجود میں آیا۔ جب ایک وجود میں نہیں آسکتا سوائے اپنی فطرت کے مطابق۔ اس کی فطرت اس چیز کی متقاضی ہے کہ اسے دوسروں سے بعد میں وجود میں آنا چاہیے۔ اسی وقت ہی اختتام کے ساتھ۔

صاف ظاہر ہے۔

تب، ایک دوسرے سے چھوٹے اور دوسرے ایک سے بڑے۔

یہ بھی میرے فیصلے میں واضح ہے۔

خوب۔ ایک یا کسی دوسری چیز کا ایک حصہ نہیں ہونا چاہیے اگر یہ ایک حصہ ہے تو یہ لازم ایک ہوگا۔

یقیناً۔

کیا ایک ہر حصے کے ساتھ وجود میں نہیں آئے گا۔ پہلے حصے کے ساتھ جب یہ وجود میں آیا۔ اسی طرح دوسرے حصے کے ساتھ اور سب کے ساتھ بھی۔ یہ کسی حصے کو درکار نہیں ہوگا جو دوسرے حصے سے ملایا جاتا ہے حتیٰ کہ یہ آخر کو پہنچ جائے اور ہو جائے ورنہ نہ تو یہ وسط کو درکار ہوگا اور نہ ہی پہلے کو اور نہ ہی اختتام کو جبکہ ہونے کا عمل جاری ہے۔

سچ۔

تب ایک اُسی عمر کا ہے۔ دوسرے سب کے ساتھ۔ اس طرح کہ اگر ایک اپنی فطرت کی نفی نہیں کرتا تو یہ نہ تو دوسروں سے پہلے اور نہ ہی بعد میں وجود میں آنے والا ہوگا۔ بلکہ ایک ہی وقت میں۔ اس بحث کے مطابق ایک نہ تو بڑا ہے نہ چھوٹا۔ نہ ہی ایک سے دوسرا۔ لیکن پچھلی بحث کے مطابق ایک دوسروں سے بڑا اور چھوٹا ہوگا۔ اسی طرح ایک سے بڑے اور چھوٹے ہوں گے۔

یقیناً۔

اس طریقے کے بعد ایک ہے اور وجود میں آ چکا ہے۔ لیکن اس کے بڑے اور چھوٹے کے حوالے سے یہ نہ تو بڑا ہے نہ چھوٹا۔ ہم کیا کہیں گے۔ کیا ہم کہیں گے کہ موجود ہونا، ہو رہا ہے کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں۔

میں جواب نہیں دے سکتا۔

لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی چیز کسی سے بڑی یا چھوٹی بھی ہو تو بھی یہ بڑے درجے میں بڑی یا چھوٹی نہیں ہوگی۔ اُس سے جتنی یہ پہلے تھی۔ اگر برابر غیر برابر سے ملتا ہے۔

کیا وقت کے وقفوں کو یا کسی دوسری چیز کو۔ یہ وہی فرق رکھتا ہے جو کہ پہلے موجود تھا۔

یقیناً۔

تب، وہ جو ہے۔ اس سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عمروں کا فرق ہمیشہ سے وہی ہے۔ ایک ہے اور عمر میں بڑا ہو چکا اور دوسرا چھوٹا۔ لیکن وہ مزید ایسے نہیں ہیں۔

سچ۔

ایک، اس لیے دوسروں سے نہ بڑا اور نہ ہی چھوٹا ہوتا ہے۔

نہیں۔

غور کریں کہ کسی دوسرے طریقے سے یہ بڑے یا چھوٹے تو نہیں ہوں گے۔

کس طریقے سے؟

ایسے جیسے دوسرے ایک سے اور ایک دوسرے سے بڑا ثابت کیا گیا تھا۔

اس کا کیا ہے؟

اگر ایک دوسرے سے بڑا تو ہے تو یہ اس سے بہت عرصہ پہلے وجود میں آ چکا ہے۔

جی ہاں!

لیکن دوبارہ غور کریں کہ اگر ہم بڑے اور چھوٹے میں برابر وقت کا اضافہ کریں تو کیا بڑا چھوٹے سے پہلے والی نسبت سے مختلف ہوگا یا اس سے کم نسبت میں۔

چھوٹے حصے سے۔

پھر ایک کا دوسرے کے ساتھ عمر کا فرق پہلے کی نسبت زیادہ نہیں ہوگا لیکن اگر دونوں میں برابر وقت کا اضافہ کیا جائے تو ان کا عمر کا فرق کم سے کم ہوگا۔

جی ہاں۔

جس کا پہلے سے عمر میں فرق کم ہو وہ بڑا ہونے کے دوسرے بڑے سے چھوٹا ہوگا۔

جی ہاں۔ چھوٹا۔

اگر ایک چھوٹا ہو جاتا ہے تو دوسرا جن کا پہلے ذکر آیا وہ بڑا ہو جاتا ہے۔ اس ایک کے مقابلے میں۔

یقیناً۔

تب وہ نسبتاً اُس سے جو پہلے بڑا تھا بڑا ہو جاتا ہے۔ یہ کبھی بڑا نہیں ہے۔ لیکن ہمیشہ ہو رہا ہے ایک ہمیشہ جوانی کی طرف بڑھ رہا ہے جبکہ دوسرا بڑھاپے کی طرف۔

اس طرح بڑا ہمیشہ چھوٹے سے چھوٹا ہونے کے عمل میں۔ چونکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف سمتوں میں چل رہے ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ چھوٹا بڑے سے بڑا۔ اور چھوٹا چھوٹے سے چھوٹا۔ وہ ہو چکا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ پہلے ہی ہو چکا تھا وہ ہو گا نہ ہو چکا۔ لیکن یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ دونوں (ایک اور دوسرا) ایک دوسرے سے بڑا اور چھوٹا ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ بڑا اور پہلے دکھایا گیا تھا۔ دوسرا ایک سے بڑا ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ بعد میں وجود میں آیا۔ اسی طرح دوسروں کا بھی ایک سے یہی واسطہ ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک سے پہلے اور بڑے دیکھے گئے تھے۔

یہ واضح ہے۔

اگر ایک چیز دوسری سے بڑی یا چھوٹی نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ ایک برابر عدد کی نسبت سے مختلف ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی دوسرا ایک سے۔ لیکن وہ جو پہلے وجود میں آیا اور وہ جو بعد میں بنا، وہ دونوں مختلف ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دوسرا ایک سے بڑا اور چھوٹا ہونا چاہیے اور ایک دوسروں سے۔

یقیناً۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر ایک خود سے بڑا اور چھوٹا ہے اور ہوتا ہے اور اسی طرح دوسروں سے اور ہے یا ہوتا ہے خود اور دوسروں سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔

یقیناً۔

لیکن جب وقت میں شامل ہے اور بڑا اور چھوٹا ہونے کے عمل میں شریک ہے۔ کیا اسے ماضی میں شریک نہیں ہونا چاہیے یا حال اور مستقبل میں۔

یقیناً اسے چاہیے۔

تب ایک ''تھا''، ''ہے''، ''ہوگا''، ''ہو رہا تھا''، ''ہو رہا ہے'' اور ''ہوگا''۔

یقیناً۔

کوئی چیز ''ہے''، اور ''تھی'' جو اس سے تعلق رکھتی ہے۔

درست۔

چونکہ اس وقت ہمارا ایک کے بارے میں خیال، رائے اور علم ہے۔ تو یہ موجود ہے۔

بالکل ٹھیک۔

تب اس کا نام اور بیان ہے۔ اور اسے نام دیا گیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے اور اس طرح کی ہر چیز جو دوسری چیزوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

یقیناً یہ درست ہے۔

اب ایک بار پھر تیسری دفعہ آئیں غور کریں۔ اگر ایک دونوں "ایک اور کئی" ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے یا ایک ہے نہ کئی اور وقت میں شامل ہے۔ کیا اسے نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ ایک ہے۔

یقیناً۔

لیکن کیا یہ ہونے میں شریک ہے۔ ہوسکتا ہے۔ جب ہونے میں شریک نہیں ہو رہا۔ اسی طرح جب ہونے میں شریک نہیں ہو رہا۔ یہ ہونے میں شرکت کرسکتا ہے۔

ناممکن۔

تب ایک شامل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا، مختلف وقتوں میں۔ یہی ایک طریقہ ہے جس میں اس طرح ہو سکتا ہے۔

سچ۔

کیا ایک ایسا وقت نہیں، جب یہ ہونے کو فرض کرتا ہے اور اسے چھوڑ بھی دیتا ہے۔ یہ ایک ہی وقت میں کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز ہو اور نہیں بھی۔ جب تک کہ حاصل کرے اور چھوڑے، ایک ہی وقت میں۔

ناممکن۔

ہونے کا مفروضہ وہ ہے جسے آپ "ہو رہا ہے"، کہیں گے۔

مجھے کہنا چاہیے۔

ایک تب جیسا دکھائی دے گا۔ ایک ہوتا ہے اور ہونے کے عمل کے دوران بنتا اور ختم ہو جاتا ہے۔

یقیناً۔

ایک اور کئی ہونے اور ضائع ہونے کے عمل کے دوران جب یہ ایک ہوتا ہے تو یہ کئی ہونے سے رک جاتا ہے اور جب کئی تو ایک ہونے سے رک جاتا ہے۔

یقیناً۔

جیسا یہ ایک اور کئی بن جاتا ہے۔ تو کیا انھیں علیحدگی اور اجتماع کا تجربہ نہیں کرنا چاہیے؟

یہ ناگزیر ہے۔

اور جب یہ یکساں اور غیر یکساں ہو جاتا ہے تو یہ مشابہ اور غیر مشابہ ہونا چاہیے۔

جی ہاں۔

اور جب یہ بڑا، کم یا برابر ہوتا ہے تو اسے بڑھنا، کم ہونا یا برابر ہونا چاہیے۔

سچ۔

جب حرکت میں ہو تو یہ سکون کی حالت میں ہوتی ہے اور جب سکون میں تو یہ حرکت میں بدلتی ہے۔ یہ یقیناً وقت میں قطعاً نہیں ہو سکتا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لیکن وہ چیز جو پہلے سکون کی حالت میں ہے۔ وہ اس کے بعد حرکت میں ہو گی یا پہلے حرکت میں ہو تو بعد میں حالت سکون میں ہو گی۔

تبدیلی کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

ناممکن۔

اور یقیناً ایسا کوئی وقت نہیں ہو سکتا جب کوئی چیز نہ تو حالت سکون میں ہو اور نہ ہی حرکت کی حالت میں۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔

نہ ہی بدلنے کے بغیر یہ تبدیل ہو سکتی ہے۔

درست۔

پھر یہ کب تبدیل ہوتی ہے کیونکہ نہ تو یہ سکون کی حالت میں اور نہ ہی حرکت کی حالت میں بدل سکتی ہے اور نہ جب وقت میں ہو۔

نہیں کر سکتی۔

تو کیا وہ عجیب چیز واقعی رونما ہوتی ہے۔ جب یہ تبدیل ہوتی ہے۔

یہ کون سی چیز ہے؟

لمحہ۔ کیونکہ لمحہ کوئی چیز استعمال کرتا دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے دونوں حالتوں میں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ کیونکہ تبدیلی سکون کی حالت میں ہے نہ ہی حرکت کی حالت میں۔ بلکہ یہ دونوں حالت کے درمیان

کوئی لمحہ ہے جو تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسری حالت میں نہیں۔

یہ ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔

ایک جب یہ حالت سکون اور حرکت میں ہے۔ یہ دونوں میں سے کسی ایک میں بدل جائے گا۔ اسی طرح یہ ان دونوں حالتوں میں موجود ہوتا ہے۔ ایک حالت سے دوسری میں یہ ایک لمحے میں بدل جاتا ہے۔ جب یہ تبدیل ہو رہا ہو۔ تو یہ وقت میں نہیں ہوگا۔ اس وقت یہ حرکت اور سکون دونوں حالتوں میں نہیں ہوگا۔

یہ نہیں ہوگا۔

یہ دوسری چیزوں کے حوالے سے ایسا ہی ہوگا۔ جب یہ ہونے سے ہونے کے عمل سے گزرتا ہے تو یا نہ ہونے کے عمل سے ہونے کے عمل کی طرف تو یہ یقیناً حرکت اور سکون کی حالت کے درمیان سے گزرتا ہے۔ یہ نہ ہے اور نہ ہی نہیں ہے۔ نہ وجود میں آتا ہے اور نہ ہی ضائع ہوتا ہے۔

بالکل درست۔

اسی اُصول پر۔ ایک کائی میں تبدیل ہونے اور کئی کا ایک میں بدلنے کے دوران ایک نہ تو ایک ہے اور نہ ہی زیادہ، نہ علیحدہ، نہ اکٹھے۔ اور غیر یکسان سے یکساں اور یکساں سے غیر یکساں میں تبدیل ہونے کے دوران یا اُن جیسے یا اُن سے مختلف اور چھوٹے سے بڑے اور بڑے سے چھوٹے میں تبدیل ہونے کے دوران نہ تو بڑا چھوٹا ہوگا، نہ چھوٹا بڑا۔ نہ برابر نہ بڑھنے یا گھٹنے کی یا برابری کی حالت میں ہوگا۔

درست۔

یہ ساری ایک کی صورتیں ہیں۔ اگر ایک (واحد) ہو چکا ہے۔

یقیناً۔

اگر ایک ہے۔ تو دوسروں کو کیا ہوگا۔ کیا اُس کے بارے میں غور نہیں کیا جائے گا۔

جی ہاں۔

آئیں پھر دکھائیں کہ اگر ایک (واحد) ہے تو دوسروں کی ایک کے مقابلے میں کیا شکل ہوگی۔

آئیں ایسا کریں۔

چونکہ ایک (واحد) کے علاوہ بھی دوسری چیزیں ہیں۔ جو کہ ایک نہیں۔ اگر وہ ہیں تو ایک سے مختلف نہیں ہو سکتیں۔

بالکل درست۔

نہ ہی دوسرے ایک کے بغیر ہیں بلکہ کئی طریقے سے وہ ایک میں شریک ہوتے ہیں۔

کس طریقے سے؟

کیونکہ دوسرے ایک سے مختلف ہیں ان کے حصے ہیں۔ اگر اُن کے حصے نہ ہوں تو سادہ ایک (واحد) ہوں گے۔

ٹھیک۔

اور حصے جیسا کہ ہم نے تصدیق کی ان کا ایک پورے (مکمل) سے تعلق ہوتا ہے۔

ہم ایسا کہتے ہیں۔

مکمل ایک سے زیادہ پر مشتمل واحد (ایک) ہوگا۔ اور حصے ایک کے ہوں گے۔

ہر حصہ ایک سے زیادہ کا حصہ نہیں بلکہ ایک مکمل کا حصہ ہوگا۔

آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اگر کوئی چیز کئی (زیادہ) کا حصہ تھی یہ خود ان میں سے ایک ہونے کے ناطے یہ از خود کا حصہ ہوگی۔ جو کہ ناممکن ہے۔ یہ دوسرے حصوں میں ہر ایک کا حصہ ہوگی۔ اگر کسی ایک کا حصہ نہیں۔ تو باقی سب دوسروں کا حصہ ہوگی لیکن ایک کا نہیں۔ اور اس طرح یہ ہر ایک کا حصہ نہیں ہوگی۔ اگر ہر ایک کا حصہ نہیں تو یہ کئی میں سے کسی ایک کا بھی حصہ نہیں ہوگی اور کسی ایک کا حصہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ کسی کا بھی حصہ نہیں ہوسکتا۔

صاف طور پر نہیں ہوگا۔ پھر ایک سے زیادہ کا حصہ نہیں۔ نہ ہی سب کا بلکہ یہ ایک واحد کا حصہ ہے۔ جسے ہم مکمل کہتے ہیں۔ ایک ہونے کے ناطے سب سے اتحاد بنتا ہے۔ اس کا وہ حصہ ہوگا۔

یقیناً۔

اگر دوسروں کے حصے ہیں۔ وہ واحد اور مکمل میں شریک ہوں گے۔

درست۔

پھر ایک (واحد) سے دوسرے یقیناً ایک ہوگا جس کے حصے ہوں گے۔

یقیناً۔

یہی دلیل ہر ایک حصے کے بارے میں ہوگی۔ حصے کو ایک (واحد) میں شریک ہونا چاہیے۔ اگر

حصوں کا ہر حصہ ایک حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فرض کرتا ہوں یہ ایک دوسروں سے علیحدہ ہے اور باہمی تعلق کا حامل ہے ورنہ یہ ہر ایک نہیں ہے۔

درست۔

لیکن جب آپ واحد میں حصہ لینے والے حصے کی بات کرتے ہیں، یہ واضح طور پر ایک سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر نہیں۔ تو اس نے اُس میں حصہ نہیں لیا ہوگا۔ بلکہ یہ واحد ہوگا جبکہ واحد صرف از خود واحد ہی ہو سکتا ہے۔

بالکل درست۔

دونوں مکمل اور حصے کو ایک میں حصہ لینا چاہیے۔ کیونکہ مکمل ہی ایک مکمل ہوگا۔ جس کے حصے، حصے ہوں گے۔ ہر ایک حصہ پورے کا ایک حصہ ہوگا۔

سچ۔

کیا وہ چیزیں جو واحد میں شریک ہوتی ہیں اس سے مختلف نہیں ہوں گی؟

یقیناً۔

اور چیزیں جو ایک سے مختلف ہیں وہ ایک سے زیادہ ہوں گی۔ کیونکہ اگر چیزیں جو ایک (واحد) سے مختلف ہیں نہ وہ ایک ہیں، نہ ایک سے زیادہ تو وہ کوئی چیز نہیں ہوں گی۔

درست۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ چیزیں جو ایک واحد میں ایک حصے کے طور پر شامل ہوتی ہیں اور واحد میں مکمل طور پر وہ چیزیں نہیں ہوں گی جو واحد میں حصہ لیتی ہیں، یہ تعداد میں لامحدود ہوں گی۔

ایسے کیسے ہے؟

اس معاملے پر اس انداز میں دیکھیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک میں حصہ لیتے ہوئے وہ چیزیں واحد نہیں ہیں۔ اور وہ اس دوران ایک میں حصہ نہیں لیتیں۔

صاف ظاہر ہے۔

وہ کثرت سے ایسے کرتی ہیں جب ایک (واحد) موجود نہیں۔

بالکل درست۔

اگر ہم نے ان میں سے ایک چھوٹی کسر کا کوئی خیال اخذ کرنا ہے تو کیا یہ کم سے کم کسر اگر یہ واحد میں شامل نہیں تو کثرت ہوگی نہ کہ واحد۔

یہ ضرور ہوگی۔

اگر ہم ان کی فطرت کے بارے میں غور کرنا جاری رکھیں تو کیا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں تعداد میں لامحدود نہیں ہوں گے۔

یقیناً۔

تب بھی جب اُن بہت سارے حصوں میں ہر ایک حصہ بن جاتا ہے۔ تو پھر اس کا مکمل اور ایک دوسرے سے ایک محدود واسطہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح مکمل کا حصوں سے محدود واسطہ ہوتا ہے۔

ایسا ہی ہے۔

دوسروں کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ان کا اپنا اشتراک (Union) ہے اور واحد ان میں کیا عنصر پیدا کرتا ہے۔ جو ان کے باہمی تعلق کو محدود بناتا ہے۔ جبکہ ان کی اپنی فطرت میں ان کی کوئی حد نہیں ہے۔

پھر واحد سے علیحدہ دوسرے دونوں مکمل اور حصوں کی صورت میں لامحدود ہیں اور حد میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

یقیناً۔

پھر وہ آپس میں اور ایک دوسرے سے یکساں اور غیر یکساں ہیں۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

چونکہ وہ اپنی فطرت میں لامحدود ہیں وہ سب اسی انداز میں متاثر ہوتے ہیں۔

یقیناً۔

لیکن چونکہ ان کی حالت، دونوں محدود اور لامحدود ہے۔ وہ مختلف انداز میں متاثر ہوتے ہیں۔

جی ہاں۔

تضاد چیزوں میں مکمل طور پر مختلف ہے۔

یقیناً۔

ان کی ایک شکل کے بارے میں غور کرتے ہوئے وہ آپس جیسے اور ایک دوسرے جیسے ہوں گے۔

ان دونوں کے حوالے سے غور کیا جائے تو سب سے زیادہ متضاد اور سب سے زیادہ غیر یکساں۔

یہ ٹھیک دکھائی دیتا ہے۔

تب دوسرے ایک دوسرے سے اور آپس میں یکساں بھی ہیں اور غیر یکساں بھی۔

سچ۔

وہ ایک دوسرے سے مختلف اور یکساں بھی ہیں۔ حرکت میں اور سکون کی حالت میں بھی۔ یہ ہر قسم کی متضاد صورت کا تجربہ کرتے ہیں۔ اسے بغیر تکلیف کے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

سچ۔

فرض کریں۔ ہم ان معاملات پر بحث ثبوت کے طور پر چھوڑ دیتے ہیں اور دوبارہ مفروضے پر غور کرتے ہیں کہ ایک (واحد) دوسرے کے بارے میں سچ نہیں۔

ہر حال میں۔

تب آئیں دوبارہ شروع کریں اور سوال کریں کہ اگر ایک (واحد) اس طرح ہے جو دوسروں کی مشکل ہونی چاہیے۔

آئیں۔ وہ سوال پوچھیں۔

کیا ایک دوسروں سے اور دوسرے ایک سے مختلف نہیں ہوں گے۔ ایسے کیوں ہے؟

کیونکہ ان کے بغیر کوئی چیز نہیں۔ جو ان دونوں سے مختلف ہو۔

وضاحت کے لیے ایک اور دوسرے میں تمام چیزیں شامل ہیں۔

ہاں۔ تمام چیزیں۔

پھر ہم فرض نہیں کرسکتے کہ اُن سے کوئی چیز مختلف ہے۔ جن میں ایک اور دوسرے دونوں موجود ہوں گے۔

کوئی چیز ایسی نہیں۔

پھر ایک اور دوسرے کبھی ایک میں نہیں۔

درست۔

پھر وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔

جی ہاں۔

ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ واقعی ایک کے حصے ہیں۔

ناممکن۔

تب ایک مکمل طور پر دوسروں میں نہیں ہوگا۔ اگر انھیں دوسروں سے علیحدہ کیا جائے تو ان کے حصے نہیں ہوں گے۔

ناممکن۔

پھر اور کوئی طریقہ نہیں۔ جس میں دوسرے ایک میں حصہ لے سکتے ہیں۔

یہ ایسے ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

نہ ہی دوسرے کئی (زیادہ) ہیں، کیونکہ اگر وہ کئی تھے تو ان کا ہر حصہ پورے کا حصہ ہوگا۔ لیکن جب دوسرے ایک میں شریک نہیں ہو رہے۔ اس طرح یہ ایک ہیں، نہ مکمل، نہ کئی اور نہ ہی حصہ۔

ٹھیک۔

تب دوسروں میں دو یا تین شامل نہیں ہوتے۔ اگر یہ ایک سے محروم ہیں۔

ٹھیک۔

پھر دوسرے کبھی بھی یکساں ہیں، نہ غیر یکساں، نہ ہی ان میں یہ دونوں موجود ہیں۔ کیونکہ اگر وہ یکساں اور غیر یکساں تھے۔ یا ان میں یکساں اور غیر یکساں ہی شامل تھا تو ان میں ایک دوسری سے متضاد دو فطرتیں موجود ہوتیں۔

یہ صاف ظاہر ہے۔

لیکن جو کسی چیز میں شامل نہیں ہوتا جس کے بارے میں ہم نے کہا وہ ناممکن ہے۔

ناممکن۔

پھر دوسرے نہ یکساں ہیں نہ غیر یکساں نہ ہی دونوں کیونکہ اگر وہ یکساں اور غیر یکساں ہیں تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک فطرت میں شرکت کریں گے جو کہ دونوں میں سے ایک چیز ہوگی۔ اگر وہ دونوں ہیں تو وہ مخالف لیکن دونوں چیزیں ہوں گی۔ یہ ناممکن دکھایا گیا ہے۔

درست۔

اس لیے نہ تو وہ ایک جیسے ہیں نہ دوسرے، نہ حرکت میں، نہ ہی سکون کی حالت میں، نہ ہونے، نہ تباہ ہونے، نہ بڑے، نہ کم، نہ برابر، نہ ہی انھوں نے کسی چیز کا تجربہ کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ کسی دوسری چیز کا تجربہ کرنے کے قابل ہیں تو ایک، دو، تین طاق جفت میں شرکت کریں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ ایک، دو، تین وغیرہ میں حصہ نہیں لیتے تو ایک سے محروم ہیں۔

بالکل درست۔

اس لیے اگر ایک ہے تو یہ ہر چیز ہے۔ اور کوئی چیز نہیں بھی، اپنے آپ سے اور دوسروں کے تعلق کے لحاظ سے۔

یقیناً۔

خوب، کیا ہمیں ان نتائج کے بارے میں غور نہیں کرنا چاہیے جو اس صورت میں سامنے آئیں گے کہ اگر ایک نہیں ہے۔

ہاں۔ ہمیں غور کرنا چاہیے۔

مفروضے کے کیا معنی ہیں۔ اگر ایک نہیں ہے تو کیا اس میں اور مفروضے میں کوئی فرق ہے۔ اگر نہیں تو واحد نہیں ہے۔

یقیناً ان میں فرق ہے۔

کیا صرف فرق ہے۔ یا دونوں بیانات نہیں۔ ایک کا نہ ہونا اور ہونا بالکل مختلف ہیں۔

بالکل مختلف۔

فرض کریں کہ ایک شخص کہتا ہے۔ اگر بڑا پن نہیں، تو چھوٹا پن نہیں۔ یا اس کی کوئی چیز نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب کبھی وہ اس قسم کی وضاحت استعمال کرتا ہے کہ کیا نہیں ہے، یہ دوسری چیزوں سے مختلف ہے۔

یقیناً۔

اس طرح جب وہ کہتا ہے ایک، وہ ایسی چیز کہتا ہے جو کہ جانی جاتی ہے۔ اور دوسری کوئی چیز جو دوسروں سے مختلف ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ہونے کی یا نہ ہونے کی، دونوں میں سے کس کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ کیونکہ جب کہا جاتا نہیں ہوگا تو یہ جانا جائے گا اور دوسری چیزوں سے نمایاں ہوگا۔

یقیناً۔

پھر میں دوبارہ شروع کروں گا اور پوچھوں گا۔ اگر ایک نہ ہوتا تو نتائج کیا ہوں گے۔ پہلے مرحلے میں جیسا کہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا ایک علم ہے۔ یا لفظ کے معنی ہیں۔ اگر ایک نہیں تو یہ معلوم نہیں ہوگا۔

درست۔

دوسری بات یہ ہے کہ دوسرے اس سے مختلف ہوتے ہیں یا اسے دوسروں سے مختلف بیان نہیں کیا جاسکتا۔

یقیناً۔

فرق پھر اس کا، اور علم کا ہے۔ ایک کا دوسروں سے مختلف ہونے کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہم دوسروں سے اختلافات کی نہیں بلکہ ایک سے مختلف ہونے کی بات کرتے ہیں۔

بالکل ایسے ہی ہے۔

مزید برآں۔ ایک جو کسی چیز میں نہیں اور اس یا اُس، اور، یہ، یا یکساں سے منسوب ہے۔ جیسا کہ ایک یا اس کے مقابلے میں دوسروں سے منسلک ہو اس کے بارے میں کسی قسم کی بات نہیں کی جاسکتی۔ نہ اس کا ایک سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے اور نہ ہی ایسا ہوگا، اگر یہ کسی چیز میں حصہ نہیں لیتا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

سچ۔

ہو جانے کا جب اس سے کوئی واسطہ نہیں تو اسے ایک سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ایک اگر نہیں تو یہ کسی چیزوں میں حصہ لے گا۔ اور نہ ہی اسے فرض کیا جاسکتا ہے کہ یہ نہیں ہوگا۔ ہم کسی دوسری فطرت کی حامل چیز کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ ہم اس کی کسی چیز کے نہ ہونے کی پیش گوئی نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ فرض کرتے ہوئے کہ ایک۔ جس کا کوئی وجود نہیں اور نہ ہی کوئی دوسری شے ہے۔ تب اسے اس اور دوسرے کئی وجود میں شرکت کرنی چاہیے۔

یقیناً۔

اس کے دوسروں سے تعلق میں غیر یکسانیت ہوگی۔ کیونکہ ایک سے مختلف ہونے کے ناطے دوسرے اس سے مختلف ہوں گے۔

یقیناً۔

اور کیا مختلف چیزیں فطرت کے لحاظ سے مختلف نہیں ہوتیں۔

یقیناً۔

مختلف چیزیں، قسم کے لحاظ سے یقیناً مختلف ہوں گی۔

وہ غیر یکساں ہیں۔

اگر یہ ایک سے مختلف ہیں تو یہ یکساں، یقیناً غیر یکساں ہوں گی۔

بالکل ایسے ہی ہے۔

تب ایک غیر یکساں سے مختلف ہوگا۔

وہ درست دکھائی دے گا۔

اگر دوسروں سے تضاد اس سے منسوب ہے۔ تو یہ خود سے یکساں ہونی چاہیے۔

ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔

اگر ایک خود سے غیر یکساں ہے تو اس سے کچھ اور مقصود و مطلوب ہوگا۔ پھر مفروضہ ایک سے بلکہ کسی دوسری چیز سے منسلک ہوگا۔

بالکل ٹھیک۔

لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔

نہیں۔

پھر ایک خود سے یکساں ہونا چاہیے۔

ایسا ہونا چاہیے۔

مزید برآں یہ دوسروں کے برابر نہیں۔ کیونکہ اگر یہ برابر ہیں تو یہ ہر لحاظ سے مساوی ہوں گے۔ لیکن اگر ایک کا کوئی وجود نہیں۔ پھر یہ یکساں نہیں ہوگا۔

ایسا نہیں ہوسکتا۔

لیکن چونکہ یہ دوسروں کے برابر نہیں۔ نہ ہی دوسرے اس کے برابر ہوسکتے ہیں۔

یقیناً نہیں۔

وہ چیزیں جو برابر نہیں ہوتی، وہ غیر برابر ہوتی ہیں۔

درست۔

اور غیر برابر، غیر برابر ہی ہوں گی۔

یقیناً۔

پھر ایک غیر یکسانیت میں شرکت کرتا ہے اور اس خصوصیت کی بنا پر، دوسرے اس سے مختلف ہوتے ہیں۔

بالکل صحیح۔

غیر مساوی کا تعلق چھوٹے اور بڑے سے ہے۔

جی ہاں۔

تب اگر ایک اس فطرت کا حامل ہے تو یہ بڑا اور چھوٹا ہوگا۔

درست۔

پھر ان کے درمیان کوئی چیز ہمیشہ موجود ہوتی ہے۔

وہ ہے۔

کیا آپ ان کے درمیان کسی ایسی چیز کا سوچ سکتے ہیں جو برابر نہ ہو نہیں۔ یہ مساوات ہے جو ان کے درمیان موجود ہے۔ پھر جو بڑا اور چھوٹا ہے، وہ مساوی بھی ہے۔ جو بڑے اور چھوٹے کے درمیان واقع ہوگی۔

یہ واضح ہے۔

پھر ایک بڑے، چھوٹے اور برابر سب میں شرکت کرے گا۔

بالکل۔

مزید یہ وجود میں ہونے کی قسم کا ہونا چاہیے۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ ایسے ہونا چاہیے کیونکہ اگر ایسا نہیں پھر ہم یہ کہتے ہوئے سچ نہیں کہیں گے کہ ایک نہیں ہے، لیکن اگر ہم سچ بولتے ہیں تو ہمیں وہی کہنا چاہیے جو کچھ ہے۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

جی ہاں۔

اور جب ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہم سچ بولتے ہیں تو ہمیں اس بات کی بھی تصدیق

کرنی چاہیے کہ ہم وہی کہتے ہیں جو واقعی ہے۔

یقیناً۔

پھر جیسا کہ دکھائی دے گا ایک جب یہ "نہیں" تو یہ "ہے"۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ کسی دوسری چیز کا متردک ہے تو یہ ایک دم موجود ہوگا۔

بالکل درست۔

پھر ایک جو کہ "نہیں" ہے۔ اگر اس نے اپنے آپ کو موجود رکھنا ہے۔ تو "ہونے" کا پابند ہونا چاہیے۔ بالکل ایسے ہی جیسے "نہ ہونے" کا پابند ہوگا۔ "ہونے" اور "نہ ہونے" کی اصل صورت حال اُس وقت ہوگی جب یہ دونوں اپنے آپ سے منسوب ہوں گے۔ یہ "ہونے" اور "نہ ہونے" کی تکمیل ہوگی۔

بالکل سچ۔

پھر جب جو نہ ہونے کا شریک ہے اور ہونے کا شریک نہیں۔ تو یہ ایک سے منسوب نہیں ہونا چاہیے۔

یقیناً۔

اگر ایک نہیں ہے تو یہ وجود میں آ رہا ہوگا۔

یقیناً۔

اس کا وجود نہیں ہوگا اگر یہ نہیں ہے۔

بالکل۔

کیا کوئی چیز جو کسی حالت میں ہے، اس میں تبدیلی کے بغیر ہوگی۔

ناممکن۔

پھر ہر چیز جو کسی حالت میں ہے، وہ تبدیلی کے عمل میں ہے۔

یقیناً۔

یہ تبدیلی حرکت کی ہے۔ ہم اسے یہ کہیں گے۔

جی ہاں۔ یہ حرکت ہے۔

پھر ثابت ہو گیا کہ ایک ہے بھی اور نہیں بھی۔

جی ہاں۔

اس لیے "ہے" اور "نہ ہے" اسی حالت میں ہیں۔

جی ہاں۔

اس طرح 'ایک' جس کا وجود نہیں اس میں بھی حرکت کا اظہار کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ وجود میں ہونے سے نہ ہونے میں تبدیل ہوتا ہے۔

یہ درست دکھائی دیتا ہے۔

لیکن یقیناً اگر یہ کہیں کہ "نہیں" ہے، جیسا کہ حقیقت ہے۔ اگرچہ ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل نہیں ہو سکتے۔

ناممکن۔

پھر یہ جگہ تبدیل کرنے سے حرکت نہیں کر سکتا۔

نہیں۔

نہ ہی یہ اسی جگہ مڑ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کہیں بھی اپنے آپ کو نہیں چھوتا۔ ایسی چیز جو موجود نہیں، وہ دوسری چیزوں سے متضاد نہیں ہو سکتی جو کہ موجود ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

تب اگر ایک نہیں ہے۔ تو ایسی کسی چیز میں مڑ نہیں سکتی جو موجود نہیں۔

نہیں۔

نہ ہی ایک وہ موجود ہے یا نہیں۔ یہ دوسری کسی چیز میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر تبدیل ہوتا ہے اور خود سے بدل جائے تو ہم اسے ایک نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ کچھ اور ہوگا۔

درست!

لیکن اگر ایک تبدیل نہیں ہوتا، نہ ہی جگہ تبدیل کرتا ہے۔ تو کیا پھر بھی یہ حرکت کرنے کا اہل ہے۔

ناممکن۔

اب اگر کوئی چیز حرکت نہیں کرتی تو یہ یقیناً حالت سکون میں ہوگی۔ اور اگر کوئی چیز سکون کی حالت میں ہے تو وہ ایک جگہ موجود رہے گی۔

یقیناً۔

پھر ایک جس کا وجود نہیں وہ حرکت میں بھی ہے اور حالت سکون میں بھی۔ یہ درست دکھائی دیتا ہے۔

اگر یہ حرکت میں ہے تو یہ یقیناً تبدیلی کے عمل سے گزرے گا۔ کیونکہ کوئی چیز جو تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے، وہ حرکت میں ہے۔

جی ہاں۔

مزید اگر یہ تبدیل نہیں ہو رہی تو کسی طور بھی بدل نہیں رہی ہوگی۔

نہیں۔

پھر ایک جب تک حرکت نہیں کرے گا وہ تبدیل نہیں ہوگا، اگر حرکت کرے گا تو تبدیل نہیں ہوگا۔

درست۔

تب ایک تبدیل نہیں ہوگا۔

یہ صاف ظاہر ہے۔

کیا جو تبدیل ہوگا وہ اپنی پہلی حالت بدلے گا یعنی اس کی پہلی حالت ختم ہو جائے گی۔ لیکن جو تبدیل نہیں ہوتا، اس کی پہلی حالت ختم نہیں ہوتی۔

بالکل درست۔

ایک جو تبدیل نہیں ہو رہا۔ یہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو وجود میں نہیں آتا، وہ ختم ہو جاتا ہے۔

درست۔

اب آئیں ایک بار پھر بحث کے آغاز کی طرف چلیں اور دیکھیں کہ کیا اس کے یہی نتائج سامنے آئیں گے یا کوئی اور بھی۔

آئیں ایسا کرتے ہیں جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں۔

اگر ایک نہیں ہے۔ تو ہم یہ سوال پوچھتے ہیں کہ اس ایک کے لحاظ سے کیا ہوگا۔ یہی سوال ہے!

کیا نہ ہونے کے الفاظ وجود میں ہونے کی نفی نہیں کرتے۔

ایسا ہی ہے۔

اور جب ہم کہتے ہیں کہ ایک چیز نہیں ہے، کیا اس سے ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک لحاظ سے

نہیں ہے جبکہ دوسرے لحاظ سے یہ موجود ہے۔ یا ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو نہیں ہے وہ کسی طور پر، کس لحاظ سے بھی موجود نہیں۔

بالکل درست۔

پھر وہ چیز جس کا کوئی وجود نہیں وہ کسی طور وجود میں ہونے والی چیز میں حصہ نہیں لے سکتی۔

یہ نہیں لے سکتی۔

اور کیا ہمارا وجود میں ہونے اور ختم ہونے سے مراد کسی چیز کی موجودگی اور اس کا ختم ہونا نہیں؟

اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

کیا ایسی چیز جس کا کوئی وجود نہیں وہ موجود رہتی ہے یا ختم ہوتی ہے؟

ناممکن۔

پھر ایک چیز جس کا کسی صورت کوئی وجود نہیں۔ وہ نہ تو برقرار رہتی ہے اور نہ ہی کسی صورت ختم ہوتی ہے۔

درست۔

پھر ایک نہ تو ختم ہوتا ہے، نہ ہی موجود ہوتا ہے۔

نہیں۔

پھر یہ کسی صورت تبدیل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں تو یہ تبدیل اور ختم ہوگا۔

درست۔

لیکن اگر یہ تبدیل نہیں ہوگا تو یہ حرکت نہیں کر سکے گا۔

یقیناً نہیں۔

نہ ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کہیں رکتا ہے اگر اس کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ جو کسی جگہ کھڑا رہتا ہے، وہ ہمیشہ ایک سا اور اُسی جگہ رہتا ہے۔

یقیناً۔

پھر ہمیں یہ ضرور کہنا چاہیے کہ ایک، جو کہ موجود نہیں ہے وہ نہ ایک جگہ رکتا ہے اور نہ ہی حرکت کرتا ہے۔

بالکل ایسے ہی ہے۔

نہ ہی کوئی چیز ایسی موجود ہے جس سے اسے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسی کوئی چیز موجود ہوتی تو یہ وجود ہوتی اور اس میں حصہ لیتی۔

یہ بالکل واضح ہے۔

اس طرح اسے، نہ بڑے، نہ چھوٹے اور نہ ہی برابر سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

نہیں۔

نہ ہی اس کا اپنے آپ سے یا دوسروں سے کوئی تعلق ہے۔

بالکل نہیں۔

خوب۔ اگر اسے دوسری اشیا سے منسوب نہیں کیا جاسکتا تو کیا دوسری اشیا کو اس سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

بالکل نہیں۔

پھر دوسری اشیا نہ تو ایک سی ہوسکتی ہیں اور نہ ہی مختلف، وہ نہیں ہوسکتیں۔

نہ ہی وہ چیز جو موجود نہیں، اسے کسی چیز سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ ماضی، حال، مستقبل سے یا کسی دوسری چیز ہے۔ نہ ہی دوسری چیزوں علم، خیال، سوچ، رائے، اظہار، نام یا کسی بھی دوسری چیز کا اس سے کوئی واسطہ ہوسکتا ہے۔

نہیں۔

پھر ایک جس کا کوئی وجود نہیں، اس کی کوئی شرط نہیں۔

یہ نتیجہ دکھائی دیتا ہے۔

مزید برآں۔ اگر ایک کا وجود نہیں ہے تو دوسروں کا کیا بنتا ہے۔ آئیں اس کا فیصلہ کریں۔

ہاں۔ آئیں ایسا کرتے ہیں۔

اگر ایک کی طرح دوسرے بھی موجود نہیں تو پھر ہم اب ان کے بارے میں گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔

درست۔

لیکن دوسروں کے بارے میں بات کرنا مختلف قیاس لاگو کرتا ہے۔ دوسرا اور مختلف ایک ہی ہیں۔

درست۔

دوسرے سے مراد پہلے سے مختلف ہے۔

جی ہاں۔

تب۔ اگر دوسرے موجود ہیں تو کوئی چیز مختلف یقیناً موجود ہے۔

یقیناً۔

اور وہ کیا ہو سکتی ہے۔ اگر ایک ہی موجود نہیں تو اس سے مختلف بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ نہیں ہوں گے۔

پھر وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ اس صورت میں صرف ایک ہی متبادل باقی رہ جاتا ہے۔

درست۔

وہ ایک دوسرے سے ہیں جمع ہونے کی بنا پر۔ کیونکہ اگر ایک نہیں تو وہ واحد نہیں ہو سکتے۔ ان میں ہر ایک ذرہ لامحدود تعداد کا حامل ہے۔ اور حتیٰ کہ اگر کوئی شخص ایک چھوٹی سی اکائی کو بھی لے تو جو بظاہر ایک دکھائی دے تو یہ ایک لمحہ میں کئی میں تبدیل ہو جائے گی۔ جیسا کہ خواب میں ایک چھوٹا حصہ بڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور یہ اکائی مقابلتاً بہت زیادہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

بالکل درست۔

ایسے ذرات میں دوسرے ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ اگر دوسرے موجود ہیں لیکن ایک نہیں۔

بالکل ٹھیک۔

اگر بہت زیادہ ذرات موجود نہیں تو یہ ایک ذرہ ایک ہی دکھائی دے گا۔ لیکن ایک نہیں۔ اگر ایک کا وجود نہیں ہے۔

درست۔

اور ایسا نظر آئے گا کہ عدد ان کی نشاندہی کر سکے گا اگر ان میں سے ہر کوئی ایک دکھائی دے۔ اگر وہ کئی ہیں۔

یہ کر سکتا ہے۔

ان میں جفت اور طاق دکھائی دیں گے۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی اگر واحد کا وجود نہیں ہے۔

جی ہاں۔

اُن میں یہ کم دکھائی دے گا۔ حتیٰ کہ یہ چھوٹے حصوں کے ساتھ مقابلتاً بڑا اور کئی گنا زیادہ دکھائی

دے گا۔

یقیناً۔

اور ہر ذرہ کئی اور کم کے برابر تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ بڑا درمیان سے گزرے بغیر چھوٹے میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح اس میں برابری کا عنصر سامنے آئے گا۔

جی ہاں۔

اور ابتدا، وسط اور اختتام نہ ہونے کی بنا پر ہر ذرے کا دوسرے سے ایک محدود تعلق دکھائی دیتا ہے۔

یہ کیسے ہے؟

کیونکہ جب کوئی شخص اُن سے کوئی عدد ایسے ہو، ذہن نشین کرے۔ تو ابتدا سے قبل ایک اور آغاز شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور اختتام بھی ہے اور وسط میں ایک اور وسط لیکن یہ چھوٹا ہوگا۔ کیونکہ ان میں اتحاد (Union) نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک کا وجود نہیں ہے۔

بالکل درست۔

تب سب جو کچھ ہم سوچتے ہیں وہ ضرور اکائیوں میں توڑا جائے گا۔ کیونکہ ہر ذرے کو بغیر اتحاد کے سمجھا جائے گا۔

یقیناً۔

اور یہ جب غیر مختلف اور علیحدہ دکھائی دیں، تو ایک دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن جب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوں، تو ہر واحد چیز لامحدود دکھائی دیتی ہے۔ اگر اسے وحدت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی چیز یقینی نہیں ہوسکتی۔

پھر دوسروں میں سے ہر ایک کو یقیناً لامحدود اور محدود دکھائی دینا چاہیے، اگر واحد سے مختلف موجود ہیں لیکن واحد موجود نہیں۔

انھیں ایسا ہی ہونا چاہیے۔

پھر کیا وہ ایک سے اور مختلف دکھائی نہیں دیں گے۔

کس طریقے سے۔

ایسے ہی جیسے ایک تصویر میں ایک شخص سے کچھ فاصلے پر ساری چیزیں ایک دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن

ایک ہی حالت میں نظر نہیں آتیں۔

درست۔

لیکن جب آپ اُن تک پہنچتے ہیں۔ تو وہ کئی اور مختلف دکھائی دیتی ہیں۔ اور مختلف وجاہت کی بنا پر وہ ایک دوسری سے قطعی مختلف ہوتی ہیں۔

درست۔

اور اس طرح ذرات ایک دوسرے اور آپس میں مختلف دکھائی دیتے ہیں۔

یقیناً۔

کیا یہ ایک جیسی اور مختلف نہیں ہوں گی۔ اور ایک سے مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسری سے جڑی ہوئی۔ اس طرح ان میں ہر قسم کی حرکت اور حالت سکون بھی ہوگی۔ ان کی بننے اور تباہ ہونے کی حالت سمیت، تمام صورتیں موجود ہوں گی۔ اگر کئی کا وجود ہے اور ایک کا نہیں تو کئی کو آسانی گنا جاسکے گا۔

بالکل درست۔

ایک بار پھر آئیں۔ آغاز کی طرف چلیں اور سوال کریں کہ اگر ایک نہیں اور دوسرے موجود ہیں تو اس کے بعد کیا ہوگا؟

آئیں۔ یہ سوال پوچھیں۔

پہلے مرحلے میں دوسرے، ایک نہیں ہیں۔

ناممکن۔

نہ ہی وہ کئی ہوں گے کیونکہ اگر کئی کا وجود ہے تو ان میں ایک بھی شامل ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ایک نہیں تو وہ سب کے سب موجود نہیں ہیں۔ اس طرح کئی بھی موجود نہیں ہوں گے۔

درست۔

اگر کئی میں ایک موجود نہیں تو نہ تو کئی ہوں گے اور نہ ہی ایک کا کوئی وجود ہوگا۔ وہ نہیں ہوں گے۔

نہ ہی وہ ایک یا کئی کے طور پر ظاہر ہوں گے۔

کیوں نہیں۔

کیوں کہ اُن دوسروں میں کسی قسم کا کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اگر کوئی چیز سرے سے

موجود ہی نہیں تو اس کے حصے نہیں ہوں گے۔

درست۔

نہ ہی کسی طور یا کسی بھی رائے کے تحت وجود نہ رکھنے والی چیز کا دوسروں سے کوئی واسطہ ہو سکتا ہے، نہ ہی اسے دوسروں سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

جی نہیں۔

پھر اگر ایک نہیں ہے تو نہ تو کئی کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی دوسرے موجود ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کئی کو تسلیم نہیں کر سکتے، ایک کے وجود کو تسلیم کیے بغیر۔

آپ نہیں کر سکتے۔

اگر ایک موجود نہیں تو دوسروں کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ ایسا ہی ہے۔

نہ ہی ایک سے یا مختلف کا وجود ہو سکتا ہے۔

نہیں۔

نہ ہی ایک جیسے، نہ مختلف، نہ اکٹھے اور نہ ہی علیحدہ اور نہ ہی کوئی چیز کسی بھی حالت میں ہوگی جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا، موجود ہوگی اگر ایک کا وجود نہیں ہے۔

درست۔

پھر کیا ہم اس بحث کو اس طرح ایک لفظ میں ختم نہیں کریں گے کہ اگر ایک نہیں تو کوئی چیز بھی موجود نہیں۔

یقیناً۔

آئیں ہم یہ کہیں اور اس کی تصدیق کریں جو سچ دکھائی دیتا ہے۔ کہ کیا ایک ہے یا نہیں۔ یہ ایک دوسرے کے لحاظ سے موجود ہیں اور نہیں بھی۔ یہ ہر لحاظ سے دکھائی دیتے ہیں اور وجود میں آتے دکھائی نہیں بھی دیتے۔

بالکل درست۔

☆☆☆☆
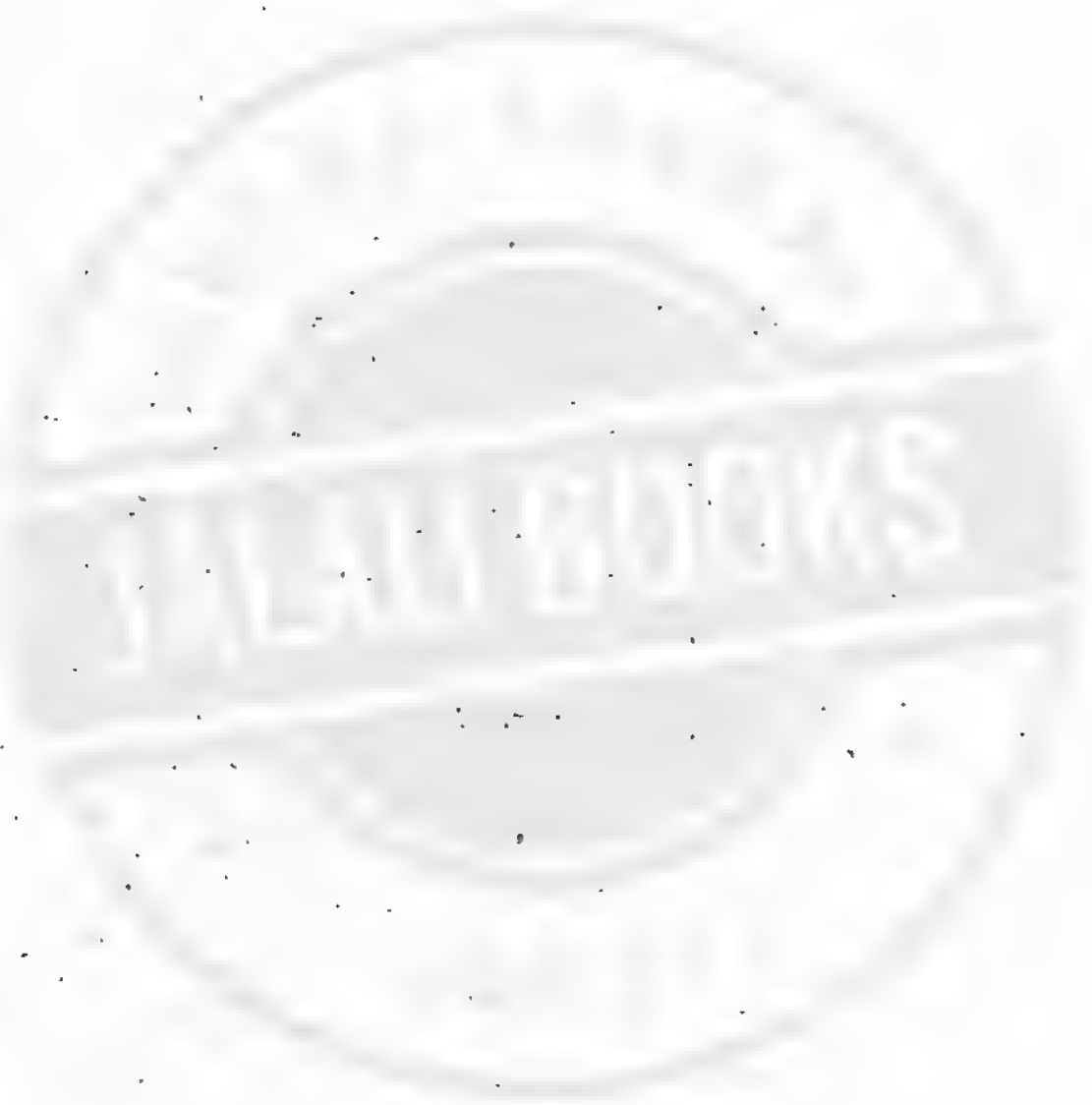
تھیاٹیٹس

(Theaetetus)

شرکائے گفتگو:

سقراط (Socrates)، **تھیوڈورس** (Theodorus)،

تھیاٹیٹس (Theaetetus)، **یوکلڈ** (Euclid)،

ٹرپسن (Terpsion)۔

تمام کردار میگارا (Megara) میں یوکلڈ کے گھر کے باہر ملتے ہیں۔ وہ گھر میں داخل ہوتے ہیں اور ایک ملازم ان کو مکالمہ پڑھ کر سناتا ہے۔

یوکلڈ: ٹرپسن کیا آپ اپنے شہر سے ابھی آئے ہیں؟

ٹرپسن: نہیں۔ میں کچھ عرصہ پہلے آیا تھا اور میں اگورا (Agora) میں آپ کو تلاش کر رہا تھا اور حیران تھا کہ میری آپ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔

یوکلڈ: لیکن میں شہر میں موجود نہ تھا۔

ٹرپسن: پھر آپ کہاں تھے؟

یوکلڈ: جب میں نیچے بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا تو میری تھیاٹیٹس سے ملاقات ہو گئی اسے کورنتھ (Corinth) میں فوج سے ایتھنز لے جایا جا رہا تھا۔

ٹرپسن: کیا وہ زندہ تھا یا مردہ؟

یوکلڈ: وہ مشکل سے ہی زندہ تھا۔ کیونکہ وہ بُری طرح زخمی تھا۔ لیکن وہ زیادہ اس بیماری کا شکار تھا جو فوج میں پھوٹ پڑی ہے۔

ٹرپسن: آپ کی مراد دست کی بیماری ہے۔

یوکلڈ: جی ہاں۔

ٹرپسن: اس کا مرنا کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ افسوس۔

یوکلڈ: ہاں ٹرپسن۔ وہ ایک باوقار آدمی ہے۔ آج میں نے اس جنگ میں اس کے کارناموں کی تعریف کرتے بعض لوگوں کو سُنا ہے۔

ٹرپسن: کوئی عجوبہ نہیں۔ بلکہ میں اس کے بارے میں کچھ اور سُن کر حیران ہوتا۔ لیکن اس نے میگارا رکنے کی بجائے اپنا سفر کیوں جاری رکھا۔

یوکلڈ: وہ اپنے گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ اگرچہ میں نے اسے یہاں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ لیکن اس نے میری بات نہیں سُنی۔ اس لیے میں نے اسے جانے دیا ہے اور خود واپس مڑ آیا ہوں، تب مجھے یاد آیا کہ سقراط نے اُس کے بارے میں کیا کہا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ کس پُرزور طریقے سے پورا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سقراط نے اسے اپنی موت سے کچھ ہی عرصہ قبل دیکھا تھا۔ اس وقت تھیاٹیٹس جوان تھا۔ اور اُس کی سقراط سے یادگار گفتگو ہوئی تھی۔ جسے اُس نے میرے سامنے دہرایا، جب میں ایتھنز آیا۔ سقراط تھیاٹیٹس کی عقل و دانش کا پوری طرح معترف تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو یقیناً عظیم آدمی بنے گا۔

ٹرپسن: اس کی پیشگوئی یقیناً پوری ہوئی۔ لیکن وہ گفتگو کیا تھی، کیا وہ آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟

یوکلڈ: نہیں۔ دراصل فوری طور پر نہیں۔ لیکن میں نے اُس گفتگو کے اہم نکات تحریر کیے تھے، جب میں گھر پہنچا تو میں نے ان کی مدد سے فرصت کے لمحات میں گفتگو کو تحریر کیا۔ پھر جب بھی میں ایتھنز گیا تو میں۔ نے سقراط سے اس گفتگو کے اُن حصوں کے بارے میں پوچھا جو مجھے بھول گئے تھے اور گھر واپسی پر میں نے اُس کی درستی کی۔ اس طرح اب وہ ساری گفتگو، تحریری شکل میں میرے پاس موجود ہے۔

ٹرپسن: مجھے یاد ہے آپ نے مجھے یہ بتایا تھا اور میری یہ ہمیشہ سے خواہش تھی کہ میں آپ سے اُس تحریر کو دیکھنے کے لیے کہوں۔ لیکن پھر میں نے اس خیال کو ترک کیے رکھا لیکن اب اس تحریر کو مکمل طور پر کیوں نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ میں ابھی پہنچا ہوں، اس لیے میں کچھ آرام کرنا چاہوں گا۔

یوکلڈ: میں بھی آرام کرنے پر بہت خوش ہوں گا۔ کیونکہ میں تھیاٹیٹس کے ساتھ ارنیم (Erineum) تک

گیا تھا۔ آئیں، کمرے میں آرام کرتے ہیں اور پھر جب ہم دوبارہ یہاں اکٹھے ہوں گے۔ ملازم ہمیں یہ گفتگو پڑھ کر سنائے گا۔

ٹرپسن: بہت خوب۔

یوکلڈ: ایک چکر ہے۔ ٹرپسن۔ میں بتاتا ہوں کہ میں نے سقراط کو کہانی بیان کرنے والے کے طور پر نہیں بلکہ ایسے کردار کے طور پر متعارف کرایا جو اُن کرداروں سے گفتگو کر رہا ہو جس کا اس گفتگو میں حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ جیومیٹری دان تھیوڈورس (سائرین:Cyrene کے) اور تھیاٹیٹس تھے۔ میں نے گفتگو میں ربط کے الفاظ جیسا کہ میں نے کہا۔ ''میں نے رائے دی یا وہ رضامند تھا یا نہیں'' کے الفاظ اس خیال سے گفتگو سے حذف کر دیے ہیں کہ ان کی تکرار گفتگو کے دوران ناپسندیدگی کا باعث نہ ہے۔

ٹرپسن: بالکل ٹھیک یوکلڈ۔

یوکلڈ: اور اب لڑکے (ملازم) آپ یہ کاغذ لیں اور انھیں پڑھ کر سنائیں۔

''یوکلڈ کا ملازم اسے پڑھتا ہے۔''

سقراط: تھیوڈورس۔ اگر میں نے سائرین کے باشندوں کے بارے میں زیادہ محتاط رویہ اختیار کیا ہوتا تو میں آپ سے پوچھتا کہ کیا دنیا کے اس خطے میں بڑے فلسفی اور حساب دان بستے ہیں کہ نہیں لیکن اس سے زیادہ میں اس چیز میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ اُن سے زیادہ بہتر کون کارنامہ ہائے سرانجام دیں گے۔ میں نے مشاہدہ کیا ہے، جس حد تک میرے لیے ممکن تھا اور میں نے جانا کہ وہ کس کی تقلید کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ اُن میں سے اکثریت آپ کی تقلید کرتی ہے اور اس میں وہ درست بھی ہیں کیونکہ وہ آپ کے حساب اور دوسرے علوم کو بہتر جانتے ہیں۔ پھر مجھے بتائیں کہ آپ اُن میں سے کسی ایک کو ملے ہوں جو اُن میں کسی چیز سے بہتر ہو۔

تھیوڈورس: ہاں سقراط۔ میں ایک قابل قدر ایتھنز کے نوجوان سے واقف ہوں۔ جسے میں آپ کی توجہ کا مستحق خیال کرتا ہوں۔ اگر وہ خوبصورتی میں یکتا ہوتا تو میں اُس کی تعریف کرتے ہوئے خوف محسوس کرتا کہ کہیں آپ یہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ مجھے اُس سے محبت ہو گئی ہے۔ لیکن وہ خوبصورت نہیں۔ آپ ناراض نہ ہوں اگر میں یہ کہوں کہ وہ آپ جیسا ہے۔ کیونکہ اُس کا اُٹھتا ہوا ناک اور اُبھری ہوئی

آنکھیں ہیں۔ مگر وہ ان خدوخال میں آپ سے ذرا کم ہے۔ پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس میں ذاتی طور پر کوئی کشش والی بات نہیں میں یہ آزادانہ طور پر کہہ سکوں گا کہ میری اُس سے واقفیت جو کہ خاصی پُرانی ہے، کے دوران، میں نے ایسے کسی آدمی کو نہیں دیکھا کہ کوئی اُس جیسی قدرتی خوبیوں سے مالا مال ہو اور مشکل سے کبھی سوچا ہُوگا کہ کوئی اس جیسی تیز مزاج، اُس جیسے حوصلے، بے مثال خدشات کو محسوس کرنے کی حس اور بے پناہ وقار کا مالک ہوگا۔ وہ اصل میں تمام تر ممکنہ خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ میں نے اُس جیسی خوبیاں کبھی کسی میں نہ دیکھی اور نہ کبھی ایسی خوبیوں کی کسی میں موجودگی کا تصور کیا ہے۔ وہ جو اُس جیسی خوبیوں کے حامل ہوں وہ ایسے جہاز کی مانند ہیں جو بے دیار ہو اور اپنی مرضی سے گھومتا پھرتا ہے۔ حوصلے اور جرأت میں پاگل پن کی حد تک دلیر ہو اور جب اُس کا مقابلہ کسی طاقتور سے پڑے تو وہ طاقت اور جرأت کا پیکر بن کر کھڑا ہو۔ جبکہ وہ علم اور ہنر کے میدان میں کامیاب اور یکتا ہونے کا عملی ثبوت ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شرافت اور وقار میں خاموشی سے بہنے والے تیل کے دریا کی مانند ہے۔ جس میں کبھی کوئی طوفان برپا نہ ہوا ہو۔ اپنی عمر میں وہ حیران کن خوبیوں کا مالک ہے۔

سقراط: یہ اچھی خبر ہے۔ وہ کس کا بیٹا ہے؟

تھیوڈورس: اُس کے باپ کا نام مجھے بھول گیا ہے۔ لیکن نوجوان اُن کے درمیان کی عمر کا ہے جو ہمیں ملنے آرہے ہیں۔ وہ اور اس کے ساتھی بیرونی دربار میں اپنے آپ کو مالش کر رہے تھے۔ اب لگتا ہے کہ وہ اس کو ختم کر چکے ہیں اور اب وہ ادھر آرہے ہیں۔ آپ اسے دیکھیں اور یاد کریں کہ آپ اسے جانتے ہیں کہ نہیں؟

سقراط: میں اُس نوجوان کو جانتا ہوں لیکن اس کے نام سے واقف نہیں ہوں۔ وہ سونیا (Sunian) کے یوفرونیئس (Euphronius) کا بیٹا ہے جو خود بھی ایک عظیم آدمی تھا۔ جیسا کہ آپ نے اُس کے بیٹے کے بارے میں بتایا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس نے ورثے میں اس کے لیے قابلِ قدر قسمت چھوڑی ہے۔

تھیوڈورس: سقراط اس کا نام تھیاٹیٹس ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اسے ورثے میں ملنے والی جائیداد ٹرسٹ کو دے دی گئی ہے۔ جس کی بنا پر وہ حیران کن حد تک آزاد ہے۔

سقراط: پھر یہ یقیناً عمدہ انسان ہوگا۔ اسے کہیں وہ آئے اور میرے ساتھ بیٹھے۔

تھیوڈورس: میں کہوں گا۔ تھیائیٹس ادھر آئیں اور سقراط کے پہلو میں بیٹھ جائیں۔

سقراط: تھیائیٹس! میں ہر لحاظ سے آپ کے چہرے پر اپنا عکس دیکھ سکوں۔ کیونکہ تھیوڈورس کا کہنا ہے کہ ہم دنوں ایک جیسے ہیں۔ اگر اُس کے ہاتھ میں ہم دونوں ایک چنگ رکھ دیں تو وہ کہے گا کہ اس کی آواز ایک سی ہے۔ کیا ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے جو وہ ہے یا ہمیں یہ پوچھنا چاہیے کہ جو یہ کہتا ہے، وہ موسیقار ہے کہ نہیں۔

تھیائیٹس: ہمیں پوچھنا چاہیے۔

سقراط: اور اگر ہمیں پتا چلا کہ وہ موسیقار ہے تو ہمیں اُس کے الفاظ مان لینے چاہیں، اگر وہ موسیقار نہ ہو تو پھر نہیں۔

تھیائیٹس: درست۔

سقراط: اگر ہمارے مہروں کی مماثلت دلچسپی کا امر ہو تو ہمیں پوچھنا چاہیے کہ وہ مصور ہے کہ نہیں۔

تھیائیٹس: یقیناً۔ ہمیں دریافت کرنا چاہیے۔

سقراط: کیا تھیوڈورس مصور ہے کہ نہیں؟

تھیائیٹس: میں نے کبھی نہیں سنا کہ وہ مصور ہے۔

سقراط: کیا وہ ہندسہ دان ہے؟

تھیائیٹس: سقراط یقیناً وہ ہندسہ دان ہے۔

سقراط: کیا وہ ستارہ شناس، حساب دان (Calculator) اور موسیقار ہے یعنی عام الفاظ میں سے ایک پڑھا لکھا آدمی ہے؟

تھیائیٹس: میرا خیال ہے کہ وہ ہے۔

سقراط: پھر اگر وہ ہمارے درمیان شخصی مشابہت کا کہے، تعریف یا الزام کے معنی میں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُس کی بات کو درست تسلیم کر لیں۔

تھیائیٹس: مجھے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

سقراط: اگر وہ نیکی اور عقل کا معترف ہو جو ہم سے کسی میں موجود ہو تو وہ جو اس تعریف کو سنے گا وہ اُس کو جس

کی تعریف کی گئی اس کا امتحان بھی لینا چاہے گا۔ اُس کی اپنی بھی خواہش ہونی چاہیے کہ وہ اس کا مظاہرہ کرے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: تب اب وہ وقت ہے میرے عزیز تھیاٹیٹس کہ میں آپ کا امتحان لوں اور آپ اپنی خوبیوں کا مظاہرہ کریں۔ میں نے تھیوڈورس کو کئی ناواقف اور جاننے والے شہریوں کی تعریف کرتے سنا ہے لیکن جس انداز میں اُس نے آپ کی تعریف کی ہے، اس انداز میں، میں نے اسے کسی کی تعریف کرتے نہیں سُنا۔

تھیاٹیٹس: میں یہ سن کر خوش ہوا ہوں۔ سقراط۔ اگر اُس نے ہنسی مذاق میں یہ سب کچھ کہا تو پھر کیا ہوگا۔

سقراط: نہیں۔ تھیوڈورس نے یہ سب مذاق میں نہیں کہا۔ اور نہ ہی آپ کو اس حوالے سے ایسا کہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اگر آپ اپنی اس رائے پر قائم رہے تو اسے اپنے الفاظ پر حلف اُٹھانا پڑے گا۔ ہمیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ پھر کوئی بھی اس کی بات کو رد نہیں کرے گا۔ پھر شرم محسوس نہ کیجیے، اپنے الفاظ پر قائم رہیے۔

تھیاٹیٹس: میرا خیال ہے کہ مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا، اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔

سقراط: پہلی بات یہ ہے کہ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ نے تھیوڈورس سے کیا سیکھا، کچھ جیومیٹری (علم ہندسہ) کے بارے میں۔ غالباً۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور ستاروں کے علم۔ حساب اور یکسانیت کے علوم کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: میں نے اس بارے میں بھی اپنی بہترین کوشش کی۔

سقراط: جی ہاں میرے بیٹے۔ اور میری بھی یہی کوشش ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اُس سے جوان علوم کے بارے میں جانتا ہو کچھ سیکھوں جن میں عام طور پر اس بارے میں کافی کچھ جانتا ہوں لیکن کچھ اس حوالے سے مشکلات ہیں جن کے لیے میں آپ اور آپ کے دوسرے ساتھیوں سے مدد چاہتا ہوں۔ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں گے۔ کیا جس چیز کے بارے میں سیکھا جاتا ہے۔ اس بارے میں عقل میں اضافہ نہیں ہوتا ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اور عقل کے حوالے سے عقل مند، عقل مند ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: یہ کس بنا پر علم سے مختلف ہوتی ہے؟

تھیاٹیٹس: کیا۔

سقراط: عقل۔ کیا آدمی اس بارے میں عقل مند نہیں ہوتے جس کا انھیں علم ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ وہ ہوتے ہیں۔

سقراط: اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل اور علم ایک ہی چیز ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: یہاں ایک مشکل ہے جو میں اپنی مرضی کے مطابق کبھی حل نہیں کر سکا۔ علم کیا ہے؟ کیا ہم اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ ہم میں سے پہلے کون بات کرے گا۔ جو کوئی جواب نہ دے سکا اسے نیچے بیٹھنا ہوگا۔ بال کی کھیل کی مانند اور وہ گدھا ہوگا۔ جیسا کہ کھیل میں لڑکے پکارتے ہیں۔ وہ جو اپنے ساتھی کو کھوئے بغیر کھیل جیت جائے، وہ ہمارا بادشاہ ہوگا۔ اسے اپنی مرضی کا سوال کرنے کا حق ہوگا۔ اس کا جواب کیوں نہیں۔ تھیوڈورس۔ مجھے امید ہے کہ میں نے اپنے بات کرنے کے فن کی بنا پر سخت گیر رویہ اختیار نہیں کیا۔ میں صرف چاہتا ہوں کہ ہم بات کرتے رہیں اور سماجی اور اخلاقی لحاظ سے ایک دوسرے کے دوست بن جائیں۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ یہ سخت گیر رویہ کا تضاد ہے۔ میں بلکہ کہوں گا کہ آپ کسی ایک نوجوان ساتھی سے کہیں کہ وہ شروع کرے لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں سوالات جوابات کے آپ کی بتائے گئے اس کھیل سے آشنا نہیں ہوں اور اب میں اس عمر کے حصے میں ہوں جہاں سیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ نوجوان ہمیشہ سیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس طرح تھیوڈورس سے بات شروع کرا کے میں آپ سے کہوں گا کہ اُس کا ساتھ دیں اور اسے بات ختم نہ کرنے دیں۔

سقراط: کیا آپ نے تھیاٹیٹس سنا۔ تھیوڈورس کیا کہتا ہے۔ فلسفی جس کی آپ حکم عدولی نہیں کریں گے اور جس کے الفاظ کسی نوجوان کے لیے حکم سے کم نہیں ہونے چاہئیں۔ مجھے سوال کرنے پر معاف

رکھیں۔ حوصلہ پکڑیں اور بتائیں کہ آپ کیا سوچتے ہیں۔ علم کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: سقراط۔ بہت اچھا۔ میں جواب دوں گا جیسا کہ آپ اور اُس نے مجھے اس کا پابند بنایا ہے اور اگر میں غلطی کروں تو آپ میری اصلاح کریں گے۔

سقراط: ہم ایسا کریں گے، اگر کر سکے۔

تھیاٹیٹس: میرا خیال ہے۔ سائنس جو میں نے تھیوڈورس سے سیکھی۔ جیومیٹری (ہندسہ) اور دیگر جن کا آپ نے ابھی ذکر کیا، علوم ہیں۔ اور میں اس میں جوتے بنانے والے اور دوسرے فن جاننے والوں کو بھی علوم میں شامل کروں گا۔

سقراط: بہت زیادہ۔ تھیاٹیٹس، بہت زیادہ، آپ باوقار اور اعلیٰ فطرت کے حامل ہونے کی بنا پر کئی مختلف چیزوں کے بارے میں بتانے کے قابل ہیں جبکہ میں صرف ایک کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔

تھیاٹیٹس: سقراط! آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: شاید کچھ بھی نہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ وضاحت کروں کہ میرا اس سے کیا مطلب ہے۔ جب آپ جوتے بنانے کے علم کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس سے آپ کی مراد جوتے بنانے کا فن ہے یا کہ سائنس۔

تھیوڈورس: ایسے ہی ہے۔

سقراط: اور جب آپ بڑھئی کے کام کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کی مراد لکڑی کی اشیا بنانا ہے۔

تھیوڈورس: میرا یہی مطلب ہے۔

سقراط: ان دونوں مثالوں میں آپ دونوں کے عنوان کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: لیکن تھیاٹیٹس: میرے سوال کا یہ نکتہ نہیں تھا۔ ہم کسی چیز کے عنوان کے بارے میں نہیں جاننا چاہتے تھے نہ ہی سائنس کی تعداد یا فنون کی تعداد جاننا ہمارا مقصود تھا۔ کیونکہ ان کی تعداد گننا ہمارا مقصد نہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ علم کی ماہیت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا؟

تھیوڈورس۔ بالکل درست۔

سقراط: مجھے اس کی ایک وضاحت کرنے دیں۔ فرض کریں کہ کسی ایک شخص سے کسی معمولی اور واضح چیز کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ مٹی کیا ہے؟ ہم اس کا جواب دیں کہ برتن بنانے والے کی مٹی ہوتی ہے۔ تندور بنانے والی مٹی ہوتی ہے اور اینٹ بنانے والے کی مٹی ہوتی ہے۔ کیا یہ جواب بے ہودہ نہیں ہوگا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اس میں پہلی بات یہ ہے کہ سوال کرنے والے کے بارے میں یہ فرض کر لینا فضول ہوگا کہ وہ ہمارے جواب سے مٹی کی ماہیت کے بارے میں سمجھ جائے گا۔ کیونکہ ہم نے اس بارے میں خاکہ بنانے والے یا دوسرے کارکنوں کے بارے میں بتا دیا ہے۔ کوئی آدمی کسی چیز کی ماہیت جانے بغیر اس کا نام کیسے جان سکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: وہ نہیں جان سکتا۔

سقراط: تب، وہ جو یہ نہیں جانتا کہ سائنس یا علم کیا ہے۔ وہ فن کے علم اور جوتے بنانے کے لیے سائنس سے لاعلم ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ ان میں سے کسی کے بارے میں نہیں جانتا۔

سقراط: نہ ہی کسی اور سائنس کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔

سقراط: اگر کسی آدمی سے پوچھا جائے کہ سائنس یا علم کیا ہے تو اس کے جواب میں کچھ فنون اور سائنس کا نام دے دینا مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ علم کیا ہے اور جس سے پوچھا جائے، وہ کہے کہ اُس کا یا اس چیز کا علم، علم ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: مزید برآں۔ وہ شاید مختصراً یا سادہ جواب دے لیکن اس کے لیے وہ بہت بڑا سرکٹ بناتا ہے۔ مثال کے طور پر جب کہا جائے کہ مٹی کیا ہے؟ جواب دینے والے نے مختصر جواب دیا ہوتا کہ مٹی نمدار زمین ہوتی ہے۔ کس قسم کی مٹی ہمارا مقصد نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں سقراط۔ آپ کے سوال کیے جانے میں کوئی مشکل نہیں۔ آپ کا مقصد یہ تھا اگر میں غلطی پر نہیں۔

لیکن جو کچھ مجھے اور یہاں میرے دوستوں کو محسوس ہوا اس بحث میں وہ آپ کے نام کا تحفظ ہے۔

سقراط: تھیاٹیٹس۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

تھیاٹیٹس: تھیوڈورس۔ ہمارے لیے جڑوں کے بارے میں کچھ تحریر کر رہا تھا۔ جیسا کہ تین یا پانچ کی جڑیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ ایک اکائی سے واضح کرنا مشکل ہیں۔ اُس نے دوسری سترہ مثالیں دیں۔ تب اس نے اپنی بات ختم کی۔ اب جب لاتعداد اقسام کی جڑیں ہیں۔ ان کو ایک نام یا قسم کے تحت بیان کرنے کی کوشش ہمارا خیال ہے۔

سقراط: کیا آپ نے اس قسم کو حاصل کر لیا۔

تھیاٹیٹس: میرا خیال ہے کہ ہم نے یہ قسم حاصل کر لی۔ لیکن میں اس پر آپ کی رائے لینا چاہوں گا۔

سقراط: مجھے یہ سننے دیں۔

تھیاٹیٹس: ہم نے تمام اعداد کو دو اقسام میں تقسیم کر لیا۔ ان میں سے جو برابر عمل سے بنے تھے۔ انھیں ایک دوسرے سے ضرب دے دی گئی۔ جن کا ہم نے مربع سے موازنہ کیا اور اسے مربع یا ایک جیسے نمبر کا نام دے دیا۔ وہ ایک قسم تھی۔

سقراط: بہت خوب۔

تھیاٹیٹس: درمیانی اعداد تین اور پانچ جیسے اور دوسرے تمام اعداد جو غیر برابر عمل پر مبنی تھے۔ ان میں بڑے کو یا تو چھوٹے سے یا چھوٹے کو بڑے سے ضرب دے دی اور جب ان کو عدد مان لیا گیا۔ تو اسے غیر برابر اطراف میں شامل کر لیا گیا۔ اس طرح بننے والے تمام اعداد کو مستطیل کا نام دے دیا۔

سقراط: بہت بڑی بات۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

تھیاٹیٹس: مربع کی اشکال کی اطراف اور لائن کو ان کی لمبائی اور مقدار کے حوالے سے پکارا گیا اور غیر برابر اشکال کو، مستطیل کو قوت یا جڑ کا نام دیا گیا۔ مستطیل کا نام اس لحاظ سے دیا گیا کہ یہ گنتی کے قابل ہے۔ مثال کے طور پر نام نہاد لمبائی یا مقدار۔ نہ کہ ہلکی پیمائش کے حوالے سے بلکہ اپنے مربع کے عمومی جز کی مکرر کے لحاظ سے اس کی پیمائش کی گئی اور یہی طریقہ ٹھوس کے لیے اپنایا گیا۔

سقراط: بہت خوب۔ میرے بچو۔ میرا خیال ہے آپ تھیوڈورس کی تعریف کے حقیقی مستحق ہیں۔ آپ کے حوالے سے اُسے غلط گواہ نہیں کہا جا سکتا۔

تھیاٹیٹس: لیکن سقراط میں آپ کو علم کے بارے میں اس طرح کا جواب دینے میں ناکام رہا ہوں جو کہ آپ چاہتے تھے۔ اس لحاظ سے تھیوڈورس بالآخر دھوکا باز ثابت ہوا ہے۔

سقراط: خوب۔ لیکن اگر کوئی آپ کی دوڑ کی وجہ سے تعریف کرے۔ اور کہے کہ آپ نے کبھی اپنے ہم عصر لڑکوں کو دوڑ میں ہم پلہ نہیں ہونے دیا لیکن بعد میں کوئی بڑا کھلاڑی جو کہ دوڑ میں زیادہ تیز ہو وہ آپ کو شکست دے دے تو اس سے کیا آپ کی تعریف غلط ہو جائے گی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اور کیا علم کی ماہیت کی دریافت کوئی چھوٹا معاملہ ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا۔ کیا یہ ایک نہیں جو آدمیوں کی قوت کو ہر لحاظ سے مکمل کرے گا۔

تھیاٹیٹس: خدا کی قسم۔ اسے تمام تکمیل میں سے سرفہرست ہونا چاہیے۔

سقراط: خوب۔ پھر آپ خوش ہوں۔ اس طرح نہ کہیں کہ تھیوڈورس کو آپ کے بارے میں غلطی ہوئی ہے۔ لیکن علم اور دوسری چیزوں کی فطرت کے بارے میں مزید بہتر انداز میں جاننے کی کوشش کریں۔

تھیاٹیٹس: میں کافی خواہش مند ہوں۔ سقراط۔ اگر اس سے حقیقت روشناس ہو جائے اور سچائی سامنے آ جائے۔

سقراط: اب آپ نے اچھی ابتدا کی ہے۔ اپنے جڑوں کے معاملے کو ہی اپنا ماڈل بنا لیں۔ اور جیسا آپ نے ان سب کو ایک قسم میں ڈال لیا۔ اسی طرح مختلف اقسام کے علوم کو ایک تعریف کے تحت ظاہر کرنے کی کوشش کریں۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں نے اکثر اس کی کوشش کی ہے۔ جب سے آپ کے پوچھے گئے سوالوں کی رپورٹ میرے سامنے لائی گئی لیکن میں نہ تو اپنے آپ کو اس بات پر مطمئن کر سکا ہوں کہ میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کو اس کے جواب میں ایسے کہتے ہوئے سنا ہے۔ میں پریشانی کے احساس کو ختم نہیں کر پایا۔

سقراط: یہ محنت کی آواز ہے۔ میرے عزیز تھیاٹیٹس۔ آپ کے اندر کچھ ہے۔ جسے آپ باہر لانے کے لیے کوشاں ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں نہیں جانتا۔ سقراط۔ میں صرف وہ کہتا ہوں جو محسوس کرتا ہوں۔

سقراط: اور کیا آپ نے کبھی نہیں سنا۔ اناڑی۔ کہ میں ایک دلیر اور موٹی تازی دایہ (مڈوائف) کا بیٹا

ہوں۔ جس کا نام فنیاریٹ (Phaenarete) ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ میں نے سنا ہے۔

سقراط: اور اس بارے میں کہ میں نے خود بھی دایہ کا کام کیا۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ میں نے یہ کبھی نہیں سُنا۔

سقراط: میں آپ کو بتاتا چلوں میرے دوست میں یہ کرتا ہوں لیکن آپ یہ کسی دوسرے پر انکشاف مت کریں۔ کیونکہ عام لوگوں کو اس حوالے سے کوئی علم نہیں ہے۔ اس لیے وہ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں خدائی مخلوق میں سے عجوبہ ہوں اور لوگوں کو ان کے لیے مزاح کا سامان فراہم کرتا ہوں۔ کیا تھیاٹیٹس، آپ نے اس بارے میں سُنا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: کیا مجھے آپ کو اس کی وجہ بتانی چاہیے۔

تھیاٹیٹس: پوری آزادی ہے۔

سقراط: دایہ کا سارا کام اپنے ذہن میں رکھیں۔ پھر آپ میرے معنی کو بہتر انداز میں سمجھ سکیں گے۔ کوئی عورت بھی جیسا کہ آپ کو علم ہے جو بچے پیدا کرنے کے قابل ہو، دوسری عورت کے لیے دایہ حیثیت سے خدمات سرانجام دیتی ہے بلکہ صرف وہ عورتیں ایسے کرتی ہیں جو پہلے بچے جنم دے چکی ہوں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں میں جانتا ہوں۔

سقراط: اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بچے جنم دینے والی دیوی آرٹمیس (Artemis) ماں نہیں ہے اور صرف اُن کی تعظیم کرتی ہے جو اُس جیسی ہیں لیکن وہ بانجھ کو دایہ بننے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ کیونکہ انسانی فطرت تجربے کے بغیر اس فن کو نہیں جان سکتی۔ اس لیے اُس نے یہ کام اُن کو سونپ دیا جو یہ تکلیف برداشت کرنے کی عمر سے گزر چکی ہوں۔

تھیاٹیٹس: میں بھی یہی کہنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔

سقراط: میں بھی یہی کہوں گا بلکہ مجھے یہ پورا یقین ہے کہ دایہ دوسروں سے بہتر جانتی ہے کہ کون حاملہ ہے اور کون نہیں؟

تھیانیٹس: بالکل درست۔

سقراط: اور وہ عرق اور منتر کے استعمال سے درد کو اُبھارنے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے ختم کرنے کے قابل ہوتی ہیں۔ وہ پیدائش کے دوران ہونے والی تکلیف کو اُن کے لیے قابل برداشت بناتی ہیں، جنھیں یہ برداشت کرنے میں مشکل ہوتی ہے اور اگر وہ اس کو مناسب سمجھیں تو وہ نومولود کو بچہ دانی میں دھکیل دیتی ہیں۔

تھیانیٹس: وہ ایسا کرسکتی ہیں۔

سقراط: کیا کبھی آپ نے کہا کہ وہ ملاپ کے معاملے میں بھی بہت شاطر ہوتی ہیں اور اس کا پورا علم رکھتی ہیں کہ کس قسم کے ملاپ سے دلیر بچہ پیدا ہوگا۔

تھیانیٹس: نہیں۔ کبھی نہیں۔

سقراط: پھر میں آپ کو بتاؤں گا اُن کا بچے کی پیدائش کے بعد نالی کاٹنے سے زیادہ فخر اس بات پر ہے کہ وہ بچے کے بارے میں پیشگی بتا سکتی ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو آپ اس کو وہی فن سمجھیں گے جو زمین سے پھل اُگانے کے بارے میں ہے۔ اس بارے میں وہ یہ جانتے ہیں کہ کس زمین میں کس قسم کا بیج بویا جائے۔

تھیانیٹس: ہاں وہی فن۔

سقراط: اور کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ عورت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

تھیانیٹس: مجھے ایسا سوچنا چاہیے۔

سقراط: حقیقتاً نہیں۔ لیکن دایہ معزز عورت ہوتی ہے۔ جن کا کردار مشکوک ہوسکتا ہے۔ وہ اپنے پیشے کے اس پہلو کو نظر انداز کرتی ہیں کیونکہ انھیں ڈر ہوتا ہے کہ انھیں فاحشہ نہ کہا جائے۔ یہ نام ان عورتوں کو دیا جاتا ہے جو غیر قانونی اور غیر سائنسی طریقے سے دوسرے مردوں و عورتوں سے روابط قائم کرتی ہیں۔ پھر بھی اصل دایہ صرف اور سچی ملاپ کرانے والی ہی ہوتی ہے۔

تھیانیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: اس قسم کی دایوں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ لیکن اتنا زیادہ اہم نہیں جتنا کہ میرا کردار اہم ہے کیونکہ عورتیں ایک وقت میں حقیقی بچوں کو جنم دینے اور دوسرے وقت میں جعلی جس کا اصل سے

فرق معلوم کرنا مشکل ہو، جنم نہیں دے سکتیں۔ اگر ایسا ہوا ہوتو پھر حقیقی اور جعلی پیدائش کے حوالے سے دایہ کا کردار بے مثال ہوگا۔ آپ بھی یہ سوچیں گے۔

تھیاٹیٹس: حقیقتاً مجھے ایسا کرنا چاہیے۔

سقراط: خوب میرا دایہ پن کا کردار اُن بے مثال دائیوں کی مانند باعزت لیکن اُن سے مختلف ہے۔ اس حوالے سے میں مردوں کے لیے حاضری دیتا ہوں عورتوں کے لیے نہیں۔ میں مردوں کے روح کی اُس وقت نگہداشت کرتا ہوں جب وہ مشکل میں ہوتے ہیں، نہ کہ اُن کے اجسام کی۔ اور میرے من کی حقیقی فتح اس میں ہے کہ میں یہ جانوں کہ کسی نوجوان کے ذہن میں اُبھرنے والے خیالات غیر حقیقی، نکمے ہیں یا بڑے باوقار اور اصل جنم اور دایہ کی مانند۔ میں خود بنجر ہوں۔ میرے بارے میں یہ خیال کہ میں دوسرے سے وہ سوالات پوچھتا ہوں جن کا خود جواب نہیں دے سکتا۔ درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اچھائی مجھے دایہ بننے پر مجبور کرتی ہے۔ بلکہ مجھے جنم دینے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے میں خود عقل مند نہیں ہوں اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسی چیز دکھانے کو ہے جو میرے روح کی پیداوار ہو یا جسے ایجاد کا نام دیا جاسکے۔ لیکن وہ جو مجھ سے گفتگو کرتے ہیں انھیں فائدہ ہوتا ہے، مجھ سے گفتگو کرنے والے بعض شروع میں خالی ہوتے ہیں لیکن جب ہمارا تعلق گہرا ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کا اُن پر رحم ہوتو وہ سب حیران کن حد تک ترقی کر جاتے ہیں۔ اور یہ دوسروں کی اپنی رائے ہے۔ یہ واضح ہے کہ انھوں نے کبھی کوئی چیز مجھ سے نہیں سیکھی بہت ساری عمدہ ان کی دریافتیں ان کا اپنا خاصا ہے۔ لیکن خدا اور مجھ پر ان کی ادائیگی قرض ہوتی ہے۔ میرے الفاظ کا ثبوت یہ ہے کہ ان میں جنھوں نے میرے ساتھ گفتگو میں بہت کچھ پایا ان میں بہت سے جب مجھ سے اپنی غفلت کی بنا پر علیحدہ ہو کر دوسروں کے زیرِسایہ چلے گئے وہ بہت جلد اپنے حصوں سے بہت دور چلے گئے بلکہ وہ اپنا جنم دیا ہوا بچہ بھی کھو بیٹھے۔ اس کے علاوہ وہ سب کچھ بُرے رابطوں کی بنا پر گنوا بیٹھے جو ان کے اندر موجود تھا۔ بالآخر وہ سچ کی بجائے جھوٹ کے شوقین ہونے کے ناطے دوسروں کے لیے "بے وقوف" بن گئے۔ لائسی میکس (Lysimachus) کا بیٹا ارسٹیڈس (Aristeides) ان بے وقوف بننے والوں میں سے ایک ہے۔ اس طرح کے اور بھی بہت ہیں۔ بھگوڑے اکثر میرے پاس واپس لوٹ کر آئے اور انھوں نے مجھ سے التجا کی۔ میں

دوبارہ اُن سے تعلق جوڑلوں۔ وہ اس کے لیے میرے سامنے گھٹنوں پر جھکنے کو تیار ہیں۔ اور اگر میرا دل مانے جو کہ ہمیشہ ایک سا نہیں ہوتا میں اُن کو تسلیم کر لیتا ہوں تو انھوں نے دوبارہ ترقی کرنا شروع کر دی۔ وہ تکلیف جو میرا فن پیدا کرتا ہے ان میں جو مجھ سے تعلق بحال کرتے ہیں، بہت خوفناک ہوتی ہے۔ یہ تکلیف بالکل اس جیسی ہوتی ہے جو عورت کو بچے کے جنم کے دوران برداشت کرنا پڑتی ہے۔ دن رات وہ پریشانی اور تکلیف کے اُس دور سے گزرتے ہیں جو بچے کو جنم دینے والی عورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ تھیاٹیٹس اس کے علاوہ دوسرے وہ لوگ ہیں جو میرے پاس آئے تو ان کے ذہن میں کچھ نہیں تھا اور جیسا کہ میں جانتا ہوں انھیں میرے فن کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے انھیں کسی دوسرے سے تعلق جوڑنے پر پھسلایا اور میں خدا کے فضل سے یہ بتا سکتا ہوں کہ کون کس سے اچھا کرنے والا ہے۔ اُن میں بہت ساروں کو میں نے پروڈیکس (Prodicus) اور کئی دوسروں کو مشہور داناؤں کے پاس بھجوایا۔ میرے دوست تھیاٹیٹس میں آپ کو لمبی کہانی سُناتا ہوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے جیسا کہ آپ خود یہ سوچتے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ تکلیف میں ہیں۔ کچھ بڑے خیال کی وجہ سے۔ آپ میرے پاس آئیں جو ایک دایہ کا بیٹا اور خود بھی دایہ کا فن جانتا ہو۔ آپ اُن سوالات کا جواب دینے کی اپنی سی بہترین کوشش کریں جو میں آپ سے پوچھوں اور اگر میں یہ بیان کروں کہ آپ کا پہلا جنم دیا ہوا بچہ محض ایک فضول چیز ہے کیونکہ میں یہ جائزے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں تو آپ اس بنا پر مجھ سے جھگڑا مت کریں۔ کیونکہ یہ کام اُس عورت کا ہے جس سے اُس کا پہلا دیا ہوا بچہ لیا جائے۔ کیونکہ میں درحقیقت اُن کو جانتا ہوں جو جب انھیں اُن کی پہلی خوبصورت غلطی سے محروم کیا گیا تو وہ مجھے کاٹنے کو دوڑے۔ انھوں نے یہ خیال نہ کیا، میں نے نیک نامی سے کام کیا اور نہ اُن کے ذہن میں یہ آیا کہ خدا انسان کا دشمن نہیں ہے۔ بلکہ جو وہ خیال کر رہے تھے وہ نہ تو ان کے دائرہ کار میں تھا اور نہ ہی میں اُن کا دشمن تھا۔ لیکن میرے لیے جھوٹ تسلیم کرنا غلط ہوگا یا سچ کو مروڑنا غلط ہوگا۔ ایک بار پھر تھیاٹیٹس میں اپنا پُرانا سوال دہراتا ہوں کہ علم کیا ہے؟ اور آپ یہ نہ کہیں کہ آپ بتا نہیں سکتے۔ بلکہ ایک آدمی کی مانند شروع کریں۔ خدا کی نصرت سے آپ یہ بتانے کے قابل ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: کسی بھی قیمت پر۔ سقراط۔ اس قدر حوصلہ افزائی کے بعد مجھے اپنی پوری کوشش نہ کرنے پر

شرمساری ہوگی۔ اب وہ جو کسی کے ذہن میں ہے وہ جانتا ہے اُس کے پاس کیا ہے۔ اور جہاں تک اس وقت میں جان سکا ہوں وہ یہ ہے کہ علم ایک سوچ ہے۔

سقراط: بہت دلیرانہ انداز میں آپ نے یہ کہا میرے بیٹے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس سے آپ کو اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے۔ اب آئیں آپ کے اس خیال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ درست ہے یا محض سمٹا ہوا انڈہ۔ آپ کہتے ہیں علم ایک سوچ ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔

سقراط: خوب۔ آپ نے علم کے بارے میں ایک اہم اُصول بیان کیا ہے۔ یہ درحقیقت پروٹاغورس (Protagōrus) کی رائے ہے۔ جس کا اسے بیان کرنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آدمی تمام چیزوں کا پیمانہ ہے۔ جو وجود میں ہیں اور ان کا بھی جن کا وجود بھی نہیں ہے۔ کیا آپ نے اُس کو پڑھا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ بار بار۔

سقراط: کیا وہ یہ نہیں کہتا کہ آپ کے لیے چیزیں ایسی ہی ہیں جیسی وہ آپ کو دکھائی دیتی ہیں اور میرے لیے ایسی جیسی مجھے دکھائی دیتی ہیں اور یہ کہ میں اور آپ آدمی ہیں۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ وہ ایسا کہتا ہے۔

سقراط: ایک عقل مند آدمی بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتا۔ اُس کو سمجھنے کی آئیں کوشش کریں۔ ایک سی ہوا چل رہی ہے۔ اس کے باوجود ہم دونوں میں سے ایک گرم اور دوسرا ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ یا ایک بہت ہلکا اور دوسرا سخت متاثر ہوگا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: اب ہوا کا ہمارے ساتھ اور کوئی تعلق نہیں، صرف یہ ہے کہ یہ ٹھنڈی ہے یا نہیں یا ہم پروٹاغورس کو دہرائیں گے کہ جو ٹھنڈا ہے، اس کے لیے ہوا ٹھنڈی اور جو نہیں ہے، اس کے لیے ٹھنڈی نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: میں آخری بات کو فرض کرتا ہوں۔

سقراط: تب یہ ہر ایک کے لیے ایسی ہی ہونی چاہیے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور اس کو محسوس ہوتی ہے، سے مراد یہ ہے کہ جیسی وہ اسے خیال کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: پھر سمجھنا اور خیال کرنا گرم اور ٹھنڈے کے معاملے میں ایک ہیں۔ کیونکہ چیزیں ایسی ہی خیال کی جاتی ہیں جیسی وہ دکھائی دیتی یا محسوس ہوتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: تب خیال ہمیشہ وجود کا ہے اور ایسے ہی ہے، جیسا کہ علم غلطی سے مبرا۔

تھیاٹیٹس: بالکل اسی طرح واضح۔

سقراط: عظمت کے نام پر پروٹاغورس کس قدر عظیم ترین دانشور آدمی ہوگا۔ اُس نے ان چیزوں کے بارے میں عام آدمیوں کی موجودگی میں کہا جو کہ آپ کی اور میری طرح تھے۔ لیکن اُس نے سچ کہا۔ اُس کا سچ اُس کے اپنے شاگردوں، پیروکاروں کے لیے پوشیدہ تھا۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میں بڑی چیز کے بارے میں بتانے والا ہوں: جس میں یہ ساری چیزیں متعلقہ ہیں۔ آپ کسی ایک چیز کو کسی مخصوص نام سے نہیں پکار سکتے۔ جیسا کہ بڑی یا چھوٹی۔ ہلکی یا بھاری۔ کیونکہ بڑی چھوٹی اور ہلکی بھاری ہوگی۔ کوئی چیز یا خوبی واحد یا یکتا نہیں۔ لیکن حرکت کے بغیر اور تبدیلی کے علاوہ تمام چیزوں کا مرکب ہونے کی بنا پر تمام چیزیں ایک دوسری سے منسلک ہیں جو کہ ہو رہی ہیں، کو ہم غلط طریقے سے ہونے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ ہو رہی ہے۔ کیونکہ ہر چیز ہو رہی ہے۔ تمام فلسفیوں کو بلائیں، پروٹاغورس، ہراکلیٹس (Heracleitus)، ایمپیڈوکلس (Empedocles) اور دوسرے تمام فلسفیوں کو ایک ایک کرکے سوائے پارمینیڈس کے باقی سب آپ کے خیال سے متفق ہوں گے۔ اس کے لیے بلائیں، شاعری کی ہر صنف کے بادشاہ، ایپیکارمس (Epicharmus) کو جو کہ کامیڈی کا شہزادہ ہے۔ اس کو بلائیں یا ہومر کو جو المیہ (ٹریجڈی) شاعری کی صنف کا بادشاہ ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ:

سمندر جہاں دیوتاؤں کی حکمرانی ہے تو کیا اس سے اُس کا یہ مطلب نہیں
کہ چیزیں حرکت اور جمود کی پیداوار ہیں۔

تھیاٹیٹس: میرا بھی خیال ہے۔

سقراط: اور کون اُس بڑی فوج کے خلاف جنگ کر سکتا تھا جس کا جرنیل ہومر ہو۔اور مضحکہ خیز دکھائی نہ دے۔

تھیاٹیٹس: کون در حقیقت سقراط۔

سقراط: جی ہاں۔تھیاٹیٹس۔اور بھی بہت سارے ثبوت ہیں جو اس بات کو ظاہر کریں گے کہ حرکت ہونے اور ہو رہے، کا اصل سبب ہے۔جبکہ جمود نہ ہونے اور خاتمے کا سبب ہے۔کیونکہ آگ اور گرمی جنھیں دوسری تمام چیزوں کا محافظ اور پیدا کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔وہ رگڑ اور حرکت سے پیدا ہوتے ہیں جو حرکت کی قسم ہے۔کیا یہ آگ سے تعلق نہیں رکھتی۔

تھیاٹیٹس: یہ ایسا ہی ہے۔

سقراط: جانوروں کی نسل بندی بھی اسی طرح ہوئی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اور کیا سستی اور کاہلی سے انسانی جسم کی عادات ضائع نہیں ہو جاتیں۔جبکہ حرکت اور مشق سے اسے طویل عرصہ تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: ذہنی حالت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا روح کو باخبر نہیں رکھا جاتا اور یہ ترقی نہیں کرتا۔اور یہ مطالعہ اور توجہ جو کہ حرکت ہے، اُس سے اسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔لیکن جب یہ ساکن ہو جس کا روح کے حوالے سے مطلب ہے توجہ اور مطالعہ، تو پھر یہ لاعلم ہوتا ہے اور تیزی سے بھول جاتا ہے۔جو کچھ اس نے لکھا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: سچ۔

سقراط: تب حرکت اچھی اور جمود جسم اور روح دونوں کے لیے بُرائی ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ واضح ہے۔

سقراط: میں مزید کہوں گا کہ مکمل خاموشی اور جمود ضیاع اور نقصان کی مانند ہے جبکہ آندھی اور طوفان محفوظ کرتی ہیں۔ان کے بارے میں مکمل بحث جس پر میں بھرپور زور دیتا ہوں۔یہ ہومر میں سنہری زنجیر ہے جس سے اُس کی مراد سورج ہے۔اس طرح یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ جب تک سورج اور

ستارے اپنے مداروں میں رہتے ہیں تمام انسانی اور آفاقی چیزیں محفوظ رہتی ہیں۔ لیکن اگر انھیں زنجیر سے جوڑ دیا جائے اور اُن کی حرکت روک دی جائے تو یہ تمام چیزیں تباہ ہو جائیں گی اور جیسا کہ کہا جاتا ہے یہ تمام چیزیں اوپر نیچے ہو جائیں گی۔

تھیاٹیٹس: میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں۔ سقراط۔ کہ آپ نے ہومر کے معنی پوری طرح درست بیان کیے ہیں۔

سقراط: اب اُس کے اُصول کو خیال پر لاگو کریں۔ میرے اچھے دوست اور سب سے قبل بصارت پر جس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ سفید رنگ آپ کی آنکھوں میں نہیں ہے اور یہ اس سے مختلف چیز نہیں جو آنکھ سے باہر موجود ہے۔ آپ کو اسے کوئی جگہ مختص نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر اس کی کوئی جگہ ہوگی تو اس کا وجود ہوگا اور یہ سکون کی حالت میں ہوگی۔ اور اُس طرح اس کا ہونے کا عمل نہیں ہوگا۔

تھیاٹیٹس: پھر یہ رنگ کیا ہے؟

سقراط: آئیں۔ اس پر وہ اُصول لاگو کریں جس کی ہم نے ابھی تصدیق کی ہے جو کہ کوئی چیز از خود معرضِ وجود میں نہیں آتی اور پھر ہم دیکھیں گے کہ سفید، کالا ہر رنگ آنکھ کے مناسب حرکت سے ملاپ کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ جسے ہم رنگ کہتے ہیں وہ ہر صورت فعل (Active) یا مفعول (Passive) عنصر نہیں ہے بلکہ یہ کوئی چیز ہے جو ان کے درمیان سے گزر کر پیدا ہوتی ہے اور ہر حساس کا خاصا ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ جو رنگ آپ کو دکھائی دیتے ہیں وہ کتے یا کسی دوسرے جانور کو بھی ویسے ہی دکھائی دیتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: اُس سے کہیں مختلف۔

سقراط: یا کوئی چیز جو آپ کو دکھائی دیتی ہے ویسی ہی کسی دوسرے کو دکھائی دیتی ہے۔ کیا آپ اس بارے میں پوری طرح مطمئن ہیں؟ یا کیا یہ آپ کو اُس طرح دکھائی دیں گے کیونکہ آپ بالکل اُس جیسے نہیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کی آخری والی بات درست ہے۔

سقراط: اور اگر وہ چیز جس کا میں از خود جسامت کے لحاظ سے موازنہ کرتا ہوں یا جسے میں چھونے میں خدشہ

محسوس کرتا ہوں۔ جو کہ بڑی سفید یا گرم تھی یہ کسی دوسری چیز سے ملانے سے ہی مختلف نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ حقیقتاً تبدیل نہ کی جائے۔ نہ کہ موازنہ یا خدشہ بڑا یا گرم یا سفید ایسا ہو سکتا ہے۔ ایسا ہے؟ جب تک یہ از خود تبدیل نہ ہو۔ دوسری کسی چیز سے یہ کسی تناسب یا طریقے سے تبدیل کیا جائے۔ درحقیقت ہم اپنے طریقہ گفتگو سے ایک مضحکہ خیز تضاد کا شکار ہو گئے ہیں۔ ایسا پروٹاغورس اور وہ تمام دوسرے جو اپنے اُصول پر کار بند رہتے ہیں ہمارے بارے میں کہیں گے۔

تھیاٹیٹس: کیسے اور اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

سقراط: ایک معمولی سی چیز میرے مطلب کو واضح کر دے گی۔ یہ چھ جواری ہیں جن کا جب چار سے موازنہ کیا جائے تو نصف سے زیادہ ہیں۔ چند ایک بارہ سے نصف سے کم۔ وہ کم بھی ہیں اور زیادہ بھی۔ آپ یا کوئی اور اس تضاد کو کیسے برقرار رکھ سکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: فرض کریں پروٹاغورس یا کوئی اور پوچھے کہ کیا کوئی چیز بغیر بڑھے بڑی یا زیادہ ہو سکتی ہے۔ تو تھیاٹیٹس آپ کا جواب کیا ہوگا؟

تھیاٹیٹس: میں کہوں گا نہیں سقراط۔ اگر مجھے اس آخری سوال کے بارے میں جواب دینا پڑے اور مجھے اپنے پہلے والے جواب کی نفی کا ڈر نہ ہو تو اس کا جواب ''نہ'' میں دوں گا۔

سقراط: بہت خوب۔ میرے بیٹے آپ نے قدیم یونانیوں کی طرح بات کی ہے اگر آپ اس سوال کا جواب ''ہاں'' میں دیتے تو یہ یوری پائڈز (Euripides) کا معاملہ ہوتا کیونکہ ہماری زبان غیر مطمئن ہوگی لیکن ہمارا ذہن نہیں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

سقراط: ماہر سوفسطائی جو ذہن کے بارے میں ہر چیز جانتے تھے اور غیر معمولی مزاح کے بغیر اپنی رائے دیتے ہیں انھیں اس پر کئی فالتو مقابلے کرنا پڑتے اور بالآخر وہ اپنی رائے کو بغیر نتائج کے، مشترکہ طور پر ختم کرتے۔ لیکن میں اور آپ جن کا کوئی پیشہ ورانہ مقصد نہیں ہے۔ صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان اُصولوں کا باہمی کیا تعلق ہے۔ کیا وہ ایک دوسرے کے ساتھ مستقل برقرار رہیں کہ نہیں۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ یہی میری خواہش ہوگی۔

سقراط: اور میری بھی۔ لیکن چونکہ یہ ہمارا احساس ہے اور کافی وقت ہے۔ کیوں نہ ہم اپنے خیالات کا خاموشی سے حوصلے کے ساتھ دوبارہ جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ ظہور دراصل ہم میں کیا ہیں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو انھیں ہم اس طرح بیان کریں گے۔ پہلی بات یہ کہ کوئی چیز بڑی یا کم نہیں ہوسکتی۔ تعداد یا مقدار کے لحاظ سے جب تک یہ اپنے آپ کے برابر رہے۔ آپ اس سے اتفاق کریں گے۔

تھیائیٹس: جی ہاں۔

سقراط: دوسری بات یہ کہ اضافے یا نفی کرنے کے بغیر کوئی چیز بڑھے گی نہ کم ہوگی۔ بلکہ یکساں رہے گی۔

تھیائیٹس: بالکل درست۔

سقراط: تیسری بات یہ کہ جو چیز پہلے نہ تھی وہ بعد میں بھی نہیں ہوسکتی۔ "ہونے" اور "ہو رہی" کے بغیر۔

تھیائیٹس: جی ہاں۔ یہ درست ہے۔

سقراط: یہ تین مسلمہ اُصول اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ ہمارے ذہن میں ایک دوسرے سے لڑ رہی ہیں۔ اس معاملے میں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں جو کہ ایک یقینی طور پر بلند اور لمبا ہوں ایک سال میں بغیر اونچائی میں اضافے یا کمی کے بغیر، اتنا لمبا نہیں ہوں۔ نہ اس صورت میں کہ مجھ میں کمی ہو یا آپ بڑھ گئے ہوں گے۔ اس معاملے میں۔ میں بعد میں ہوں جیسا پہلے نہ تھا۔ لیکن تب بھی میں ہونے کے بغیر نہیں ہوں۔ نہ میں کم کچھ کھوئے بغیر اپنی لمبائی میں کم ہوسکتا ہوں۔ میں آپ کو اسی قسم کے تضاد کی دس ہزار مثالیں دے سکتا ہوں۔ اگر ہم انھیں تسلیم کرلیں۔ میرا یقین ہے آپ مجھے سمجھ گئے ہوں گے۔ تھیائیٹس۔ کیونکہ مجھے شک ہے کہ آپ نے ان سوالوں کے بارے میں پہلے سوچا ہوگا۔

تھیائیٹس: ہاں۔ سقراط۔ اور میں حیران ہوں کہ جب میں نے ان کے بارے میں سوچا۔ خدا کی قسم میں نے ایسا کیا۔ اور میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان کا زمین پر کیا مطلب ہے۔ کئی مواقع پر میرے ذہن میں یہ خیالات پیدا ہوئے۔

سقراط: میرے عزیز تھیائیٹس میں دیکھتا ہوں۔ تھیوڈورس نے آپ کی فطرت کی اندر کی خوبی کو درست طور پر جانچا، جب اس نے کہا کہ آپ ایک فلسفی ہیں۔ کیونکہ احساسات فلسفی کا تفکر ہے اور فلسفے کا

آغاز سوچنے سے ہوتا ہے۔ وہ کوئی بڑا دانشور نہ تھا جس نے کہا کہ آئرس (آسمان کا پیامبر)(Iris) تھامس (سوچ)(Thaumas) کا بچہ ہے۔ کیا آپ نے اس کو جاننا شروع کیا کہ اس مفروضے کے حوالے سے اس مشکل کی وضاحت کی ہے۔ جسے ہم پروتاغورس سے منسوب کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ ابھی نہیں۔

سقراط: پھر آپ میرے مشکور ہوں گے۔ اگر میں پوشیدہ سچ آپ پر عیاں کر دوں ایک عظیم آدمی یا سکول کی۔

تھیاٹیٹس: میں یقیناً۔ آپ کا بڑا مشکور ہوں گا۔

سقراط: آپ ارد گرد ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کوئی غیر ابتدائیہ والا سن نہیں رہا۔ میرا غیر ابتدائیہ والا سے مراد وہ لوگ ہیں جو "کچھ نہیں"، پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن وہ کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ اور کون اس کی اجازت نہیں دے گا کہ کوئی عمل، نسل یا چیز جو نظر نہ آئے اس کا وجود ہو سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ در حقیقت۔ ایسے لوگ سقراط بہت سخت اور نا قابل اصلاح ہوتے ہیں۔

سقراط: جی ہاں میرے بیٹے۔ سخت درجے کی بربریت والے۔ وہ لوگ (بھائی) جن کا انکشاف میں آپ کے سامنے کرنے والا ہوں وہ کہیں غیر ذہین تھے۔ اُن کا پہلا اُصول ہے کہ یہ چیز حرکت ہے اور اسی پر اُن تمام چیزوں کا انحصار ہے، جن کے بارے میں ہم بات کر رہے تھے۔ یعنی کوئی اور چیز نہیں سوائے حرکت کے۔ جس کی دو اقسام ہیں۔ ایک فعل اور دوسری مفعول۔ دونوں لامحدود تعداد میں ہیں۔ ان کی رگڑ اور ملاپ سے ایک نسل پیدا ہوئی جو لامحدود ہے۔ اس کی دو اقسام ہونے کی بنا پر حس اور اس کا عنوان، پیدائش کے موقع پر ہمیشہ ایک ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔ ان احساسات کو مختلف نام دیے گئے ہیں جن میں سننے، دیکھنے، سونگھنے، حرارت، گرم، ٹھنڈے، درد، خواہش، خوف، خوشی اور کئی اور احساسات ہیں جن کے نام ہیں اور بے شمار ایسی جن کے نام نہیں ہین۔ ان میں ہر حس کا اپنا ایک خاص مقصد ہے۔ ہر قسم کا رنگ کی نظر آنے کی منسلک ایک گونا گونی ہے۔ اور ایسا ہی آواز اور سُننے کا معاملہ ہے۔ اسی طرح دوسری احساسات کے اور چیزیں جو اُن جیسی ہیں، کا معاملہ ہے۔ کیا آپ نے دیکھا۔ تھیاٹیٹس اس کہانی کے بعد میں آنے والے حصوں کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: در حقیقت میں نہیں جان سکا۔

سقراط: پھر غور کریں۔ میں کہانی ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ خلاصہ یا مقصد یہ ہے کہ تمام چیزیں حرکت

میں ہیں۔ جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ یہ حرکت دو اقسام کی ہے۔ ایک ہلکی اور دوسری تیز اور ست عناصر اسی جگہ میں حرکت کرتے ہیں اور اُن اشیا کے حوالے سے جو اُن کے نزدیک ہوں۔ اس طرح وہ جنم دیتی ہیں لیکن جو کچھ جنم دیا جاتا ہے وہ تیز تر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ آگے اور پیچھے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتا ہے۔ اس کو حس پر لاگو کریں۔ جب آنکھ اور مناسب چیز کا ملاپ ہوتا ہے اور سفیدی جنم پاتی ہے اور حساسیت اس کے ساتھ فطری طور پر ملتی ہے جو کہ اگر ان دونوں میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو جنم نہیں لے سکتی۔ تب جب آنکھ کی بصارت سے خارج ہوتی ہے تو اُس چیز سے، جس پر یہ پڑتی ہے، اس سے سفیدی خارج ہوتی ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے رنگ جنم لیتا ہے۔ اس طرح آنکھ میں بصارت پیدا ہوتی ہے اور پھر چیز کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسی طرح آنکھ بصارت کی حامل بن جاتی ہے۔ اس عمل میں چیز جو رنگ پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے وہ سفیدی مائل ہونے کا کردار ادا کرتی ہے۔ اس طرح یہ چیزیں سفیدی نہیں بلکہ سفید چیز دکھائی دیتی ہے۔ چیز پتھر ہو، لکڑی ہو یا کوئی بھی چیز ہو، اس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ اور یہ تمام چیزوں کے بارے میں درست ہے، وہ گرم ہوں، ٹھنڈی ہوں، سخت ہوں یا نرم، انھیں اس عمل کے دوران ایک سا جانا جائے گا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ رہا تھا کہ کسی چیز کے مکمل وجود کی بنا پر نہیں بلکہ ''ہو رہی'' کی بنا پر، یا ایک حرکت کی بنا پر، ایک دوسری سے ملاپ کے نتیجے میں، ان چیزوں کی ہر قسم جنم لیتی ہے۔ کیونکہ عامل (Agent) اور مریض علیحدہ ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان کوئی قابل اعتماد تعلق جنم نہیں پا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عامل کا اپنا کوئی وجود نہیں جب تک کہ اس کا مریض سے ملاپ نہ ہو۔ اسی طرح مریض کا اپنا کوئی وجود نہیں، جب تک اس کا عامل سے ملاپ نہ ہو۔ اور وہ جو ایک موقع پر کسی سے ملاپ کے دوران عامل کا کردار ادا کرے، وہ دوسری چیز کے ملاپ کے دوران یہ مریض میں بدل جاتا ہے۔ اور اس تمام بحث سے جیسا کہ میں نے پہلے کہا، کہ ایک عام تاثر پیدا ہوتا ہے کہ کسی چیز کا از خود کوئی وجود نہیں۔ بلکہ ہر چیز ہو رہی ہے اور ایک دوسری سے تعلق پر منحصر ہے اور ہونا مکمل طور پر ختم ہونا چاہیے۔ اگرچہ ہم عادتاً اور غفلت کی بنا پر ہم اپنی اس بحث میں یہ لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن عظیم فلسفی ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمیں نہ تو ''کوئی چیز'' یا ''کسی چیز'' سے تعلق ہونے نا ''میری''، نا ''یہ'' یا ''وہ'' یا ''کوئی اور نام'' استعمال کرنے کی

اجازت نہیں ہے۔ فطرت کی زبان میں تمام چیزیں پیدا کی اور فنا کی جا رہی ہیں، یہ وجود میں آ رہی اور نئی اشکال میں بدلتی رہتی ہیں۔ ان کو کوئی خاص نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ جو کوئی انھیں کسی خاص مقررہ نام سے منسوب کرنا چاہتا ہے، وہ آسانی سے رد کر دیا جاتا ہے۔ گفتگو کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کسی ایک خاص چیز کے بارے میں نہیں بلکہ مجموعی طور پر۔ اس طرح کے مجموعی الفاظ جیسا کہ آدمی یا پتھر، کسی جانور یا قسم کا نام ہے۔ او تھیاٹیٹس: کیا افواہیں شہد کی مانند میٹھی نہیں اور کیا آپ اس کا ذائقہ منہ میں پسند نہیں کرتے۔

تھیاٹیٹس: مجھے معلوم نہیں کیا کیا جائے۔ سقراط۔ کیونکہ در حقیقت میں یہ نہیں جان پایا کہ آپ اس طرح اپنی رائے دے رہے ہیں یا چاہتے ہیں کہ میں اس سے کوئی رائے اخذ کروں۔

سقراط: میرے دوست۔ آپ بھول گئے۔ کہ میں کبھی نہیں جانتا اور نہ ہی جاننے کے لیے پیشگوئی کرتا ہوں۔ ان معاملات کے بارے میں، آپ وہ آدمی ہیں جو مشکل میں ہے۔ میں تو ایک بنجر دایہ ہوں اور اس لیے ہی میں آپ کو سکون فراہم کر رہا ہوں اور ایک کے بعد دوسری اچھی چیز، آپ کو پیش کر رہا ہوں، آپ اُن کا ذائقہ چکھ سکتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے بالآخر میں آپ کو اپنی رائے قائم کرنے میں مدد دوں گا۔ جب یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ پھر ہم اس کا فیصلہ کریں گے کہ جو آپ نے جنم دیا ہے وہ صرف ایک فضول چیز ہے یا حقیقی اور اصلی چیز کو جنم دیا ہے۔ اس لیے اپنی روح کو تازہ رکھیں اور ایک آدمی کی طرح جواب دیں کہ آپ اس بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: مجھ سے آپ پوچھیں۔

سقراط: تب ایک بار پھر۔ کیا یہ آپ کی رائے ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ دیوتا، عظیم لوگ اور وہ سب چیزیں جن کا ابھی ہم ذکر کر رہے تھے۔

تھیاٹیٹس: جب میں آپ کو اس انداز میں بات کرتے ہوئے سنتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ جس بارے میں آپ بات کر رہے ہیں وہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے کو بالکل تیار ہوں۔

سقراط: پھر آئیں۔ اس بحث کو نامکمل نہ چھوڑیں۔ کیونکہ ابھی اس بارے میں ایک اعتراض اور اُٹھایا جائے گا۔ جو کہ بیماریوں اور خوابوں کے بارے میں ہوگا۔ خاص طور پر پاگل پن کے بارے میں۔ اسی طرح دیکھنے، سننے اور دوسری حواس کے بارے میں کئی فریب کاریوں کے بارے میں معاملہ

اُٹھایا جائے گا۔ کیونکہ ان سب کے بارے میں ''اسی پرسی'' (esse-percipi) کا نظریہ بلاجھجک غلط ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ خوابوں اور دھوکے کے بارے میں یقیناً ہماری سوچ غلط ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات سے پرے ہٹ کر کہ یہ وہ چیز جو دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جو دکھائی دیتا ہے، وہ کچھ نہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: لیکن پھر میرے بیٹے۔ کیسے کوئی اس بات پر راضی ہو سکتا ہے کہ علم سوچ ہے یا ہر آدمی کے لیے وہ ہے جو اسے دکھائی دیتا ہے۔

تھیاٹیٹس: مجھے یہ کہتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے سقراط۔ کہ میرے پاس جواب دینے کو کچھ نہیں۔ کیونکہ آپ نے مجھے ابھی یہ معذرت کرنے پر بُرا بھلا کہا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ پاگل یا خواب دیکھنے والا درست سوچتا ہے۔ جب وہ فرض کرتے ہیں ان میں کچھ یہ کہ وہ دیوتا ہیں اور دوسروں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اُڑ سکتے ہیں اور اپنی نیند میں اُڑ رہے ہیں۔

سقراط: کیا آپ کے ذہن میں کوئی اور سوال ہے جو اس عمل کے بارے میں اُٹھایا جا سکتا ہو۔ خاص طور پر خواب اور جاگنے کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: کیسا سوال؟

سقراط: ایک سوال جو آپ نے لوگوں کو اکثر کرتے سُنا ہوگا۔ آپ یہ کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس لمحے ہم سو رہے ہیں اور ہمارے تمام خیالات ایک خواب ہیں یا کہ ہم جاگ رہے ہیں اور ایک دوسرے سے جاگنے کی حالت میں گفتگو کر رہے ہیں۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ درحقیقت مجھے معلوم ہیں، ایک کو دوسرے سے مختلف کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں حقائق بہت اختصار سے جڑے ہونے کے باعث مشکل سے بیان کیے جا سکتے ہیں۔ اور یہ فرض کرنے میں کوئی مشکل نہیں کہ اسی بحث کے دوران ہم ایک دوسرے سے خواب میں بات کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح جب ہم خواب میں، ایک خواب کو بیان کر رہے ہیں تو دونوں حالتوں میں یکسانیت حیران کن ہے۔

سقراط: پھر آپ دیکھیں کہ حس کی حقیقت کے بارے میں شک آسانی سے پیدا ہو گیا ہے۔ جب اس میں

بھی شک ہے کہ ہم جاگ رہے ہیں یا سوئے ہوئے ہیں اور ہمارا وقت جاگنے اور سونے کے لیے برابر منقسم ہے۔ کسی بھی دائرہ میں روح اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس وقت ہمارے ذہن میں جو بھی خیالات موجود ہیں وہ سچ ہیں۔ اس طرح ہمارے ایک کی زندگی کے نصف عرصہ میں ہم سچ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور دوسرے کی زندگی کے نصف میں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان دونوں کے بارے میں ہم یکساں پُراعتماد ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: کیا یہی کچھ پاگل پن کے بارے میں نہیں کہا جائے گا اور دوسری بیماریوں کے بارے میں فرق صرف اتنا ہے کہ اوقات برابر نہیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اور کیا سچ اور جھوٹ کا تعین وقت کے دورانیہ سے کیا جائے گا۔

تھیاٹیٹس: یہ کئی طرح سے مضحکہ خیز ہوگا۔

سقراط: کیا آپ اس کا یقینی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے طریقوں سے کہ ان میں سے کون سی رائے درست ہے۔

تھیاٹیٹس: میرا نہیں خیال کہ میں کر سکتا ہوں۔

سقراط: پھر سنیں۔ بحث کی دوسری طرف کا بیان جو کہ بحث کے چیمپئن کی رائے ہے۔ وہ کہیں گے۔ جیسا کہ میرا خیال ہے۔ کیا وہ جو کسی چیز سے مکمل طور پر مختلف ہو۔ اس لیے کہ اس کی خوبی مختلف ہوگی۔ اور مشاہدہ کریں۔ تھیاٹیٹس۔ کہ لفظ ''دوسرے'' سے ''مکمل جزدی'' نہیں ''مکمل مختلف'' مراد لیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ سوال کرنا جیسا کہ آپ کرتے ہیں کہ جو مکمل طور پر دوسرا ہے وہ کسی طور پر اس جیسا نہیں ہو سکتا۔

سقراط: اس لیے اسے یقیناً مختلف تسلیم کیا جائے گا؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: پھر اگر کوئی چیز یکساں یا غیر یکساں، اس جیسی یا دوسری ہے۔ جب یہ اُس جیسی ہوتی ہے تو ہم اسے یکساں اور غیر یکساں ہو تو دوسری کہتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہم نہیں کہہ رہے تھے کہ بہت سارے اور لامتناہی عامل (Agent) ہیں اور اسی طرح بہت سارے متحمل (Patient)؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور یہ کہ مختلف ملاپ ایسے نتائج دیں گے جو یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوں گے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: مجھے، آپ کو یا کسی بھی چیز کو مثال کے لیے لیں۔ سقراط صحت مند بھی ہیں اور بیمار بھی۔ کیا وہ یکساں اور مختلف ہیں؟

تھیاٹیٹس: آپ کا مطلب صحت مند اور بیمار سقراط کا موازنہ کرنا ہے، مجموعی طور پر۔

سقراط: بالکل۔ یہی میرا مطلب ہے۔

تھیاٹیٹس: میں جواب دیتا ہوں کہ وہ مختلف ہیں۔

سقراط: اور اگر مختلف ہیں تو وہ دوسرے ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: کیا آپ سوئے ہوئے اور جاگتے سقراط کے بارے میں بھی یہی نہیں کہیں گے؟ یا کسی اور حالت میں جن کا ہم ذکر کر رہے تھے۔

تھیاٹیٹس: مجھے کرنا چاہیے۔

سقراط: تمام عاملوں کا سقراط میں متحمل (مریض) مختلف۔ اس کے مطابق کہ وہ بیمار ہے یا صحت مند۔

تھیاٹیٹس یقیناً۔

سقراط: اور میں جو متحمل ہوں اور وہ جو عامل سے ہر لحاظ سے مختلف چیز پیدا کرے گا؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: شراب جو پیتا ہوں جب میں صحت مند ہوتا ہوں تو یہ مجھے میٹھا اور خوش کن لگتا ہے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی یاد دلایا کہ عامل اور متحمل کا ملاپ ہوتا ہے جس سے مٹھاس پیدا ہوتی

ہے اور میٹھے پن کا خیال۔ جو کہ ایک ساتھ حرکت میں ہیں اور وہ خیال جو متحمل سے پیدا ہوتا ہے وہ زبان کو ذائقے دار بناتا ہے۔ اور مٹھاس کی خوبی جو اس میں سے پیدا ہوتی ہے اور شراب میں موجود ہے وہ اسے زبان کے لیے ہوگا اور میٹھا ہونے کی دونوں چیزوں کا موجب ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ اس بات کو پہلے ہی یاد (مان) کرلیا گیا ہے۔

سقراط: لیکن جب میں بیمار ہوں۔ مشروب حقیقی طور پر مختلف عمل کرتا ہے اور ایک علیحدہ شخص کے لحاظ سے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: شراب کے ایک گھونٹ اور سقراط کا ملاپ جو کہ بیمار ہے، بالکل مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ جو کہ زبان کے لیے ترش ذائقہ ہے۔ اس طرح شراب کی ترش پیدا کرنے کی حرکت جو کہ خود ترش ہے بلکہ کوئی چیز ترش پیدا کرتی ہے۔ جیسا کہ میں از خود احساس نہیں ہوتا بلکہ حس کا حامل بن جاتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اور کوئی چیز نہیں ہے کہ جس کے بارے میں میرا یہی ادراک ہو۔ کیونکہ مختلف چیز، مختلف ادراک دے گی۔ اور حس کے حامل شخص کو مختلف ادراک دے گی۔ اس طرح حس کا حامل شخص دوسرا یعنی مختلف بن جائے گا، نہ وہ چیز جو مجھ پر اثر کرتی ہے دوسری چیز سے مل کر وہی نتائج پیدا کرے گی یا نہ ہی اُس جیسی ہوگی۔ کیونکہ وہ مختلف چیزوں سے مختلف نتیجہ پیدا کریں گے اور مختلف ہو جاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: نہ تو میں یہ احساس حاصل کرسکتا ہوں اور نہ ہی چیز یہ خوبی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: جب میں سوچتا ہوں کہ میں کس چیز کے لحاظ سے حس کا مالک بنوں۔ تو کوئی چیز ادراک حاصل کرنے والی نہیں ہوسکتی۔ ادراک کچھ نہیں بلکہ ایک چیز یا تو یہ میٹھی ہوگی، کھٹی یا کسی دوسری خوبی کی حامل لیکن اس کا حس کے حامل کے ساتھ تعلق ضرور ہوگا۔ کوئی چیز میٹھی نہیں ہوسکتی جو میٹھی نہیں ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: تب کمی یہ ہے کہ ہم جو (ایجنٹ اور متحمل) ہیں یا ایسا ایک دوسرے سے تعلق کی بنا پر بن جاتے ہیں۔

ایک قانون ہے جو ایک کو دوسرے سے پابند کرتا ہے۔ لیکن کسی دوسری موجود چیز کو نہیں۔ نہ ہم میں سے کسی کو اپنے آپ، اس لیے ہم ایک دوسرے کے ہی پابند ہیں۔ اس طرح کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ایک چیز ہے یا ہوتی ہے۔ اسے ضرور کہنا چاہیے کہ ایک چیز موجود ہے جو کسی دوسری چیز سے تعلق کی بنا پر ہے۔ لیکن اسے خود یا کسی دوسرے کو کہنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے کہ کوئی چیز مکمل طور پر ہے یا ہو رہی ہے۔ یہ ہمارا نتیجہ ہے۔

تھیائیٹس: بالکل درست سقراط۔

سقراط: پھر وہ چیز جو مجھ پر عمل کرتی ہے اُس کا مجھ سے تعلق ہے اور کسی دوسرے سے نہیں۔ تو میں کوئی اور نہیں اس کی حس کا حامل ہوں۔

تھیائیٹس: یقیناً۔

سقراط: پھر میرا شعور میرے لیے سچا ہے۔ مجھ سے علیحدہ نہ کیے جانے کی بنا پر اور جیسا کہ پروٹاغورس کہتا ہے کہ میں، اپنا کیا ہے اور کیا نہیں ہے، کے لیے از خود منصف ہوں۔

تھیائیٹس: میں ایسا فرض کرتا ہوں۔

سقراط: پھر کیسے؟ اگر میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔ اور میرا ذہن کبھی "ہونے" اور "ہو رہے" کے معاملے میں کبھی نہیں اُلجھتا۔ کیا میں یہ جاننے میں ناکام ہو سکتا ہوں جو میرے ذہن میں ہے۔

تھیائیٹس: آپ نہیں کر سکتے۔

سقراط: پھر آپ یہ تصدیق کرنے میں بالکل درست تھے کہ علم صرف ایک ادراک (شعور) ہے اور اس کے معنی ایک ہی ہوں گے۔ ہومر کے لیے اور ہراکلیٹس کے لیے، سارے ساتھیوں کے لیے۔ آپ کہتے ہیں کہ سب حرکت اور جمود ہے یا عظیم پروٹاغورس کے لیے کہ آدمی تمام چیزوں کی پیمائش ہے یا تھیائیٹس کے لیے ان تمام چیزوں کے لحاظ سے علم ایک ادراک یعنی شعور ہے۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا۔ تھیائیٹس اور کیا یہ آپ کا نیا جنم لینے والا بچہ نہیں ہے۔ جس کو جنم دینے میں آپ کی مدد کی ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

تھیائیٹس: میں سوائے آپ سے اتفاق کرنے کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سقراط۔

سقراط: تب۔ یہ وہ بچہ ہے، وہ جیسا بھی ہو جسے میں اور آپ مشکل سے اس دنیا میں لائے ہیں اور اب وہ

جنم پا گیا ہے۔ ہمیں اُس کو لے کر رسم ادا کرنے کے آتش دان کے گرد ضرور چکر لگانا چاہیے۔ اور دیکھنا چاہیے کہ وہ پالنے پوسنے کے قابل بھی ہے یا صرف شرمساری اور فضول چیز۔ کیا اُس کی ہر صورت میں پرورش کرنی چاہیے اور اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ یا آپ اس کے رد کیے جانے کو برداشت کر سکیں گے اور جذباتی نہیں ہو جائیں گے، اگر اس آپ کے پہلے جنم پانے والے بچے کو آپ سے جدا کر دیا جائے۔

تھیوڈورس: تھیاٹیٹس ناراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اچھی فطرت کا مالک ہے۔ لیکن مجھے بتائیں خدا کے واسطے کہ سقراط کیا یہ سب کچھ سچ نہیں ہے۔

سقراط: تھیوڈورس آپ نظریات کے مشتاق ہیں اور اب معصومانہ انداز میں فرض کر رہے ہیں کہ میں ان سے بھرا ہوا تھیلا ہوں اور اُن میں اپنے ہم عصروں کو پچھاڑنے کے لیے ایک آسانی سے نکال سکتا ہوں۔ لیکن آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ان میں سے حقیقتاً کوئی بھی نظریہ میری پیداوار نہیں۔ میں اسے انھیں دوسروں کی عقل سے اخذ کرنے کے بارے میں کافی جانتا ہوں اور اسے اچھی نیت سے حاصل کرنے کا علم مجھے حاصل ہے اور اب میں از خود کچھ نہیں کہوں گا لیکن اپنے نوجوان دوست سے کچھ ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا۔

تھیاٹیٹس: کریں جو آپ چاہتے ہیں۔ سقراط آپ بالکل سچے ہیں۔

سقراط: کیا میں آپ کو بتاؤں تھیوڈورس مجھے کس چیز پر آپ کی پروٹاغورس سے شناسائی نے حیران کیا۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

سقراط: میں اُس کے اُصول سے خوش ہوا ہوں کہ جو دکھائی دیتا ہوں وہ ہر کسی کے لیے ہے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اُس نے اپنی سچ پر کتاب کا آغاز اس اعلان سے نہیں کیا کہ ایک سؤر یا کتا نما بندر یا دوسری عجیب الخلقت بدروح جن میں تجسس ہے وہ ساری چیزوں کی پیمائش ہیں۔ تب اُس نے اُس کے بارے میں ہماری رائے کی مذمت کے لیے بڑا کام کیا ہوتا کہ جب ہم اسے اُس کی عقل و دانش کی وجہ سے دیوتا کا سا احترام دے رہے تھے تو وہ مینڈک کے چھوٹے بچے سے بہتر نہیں۔ اس کے پیروکاروں کی بات نہ کی ہوتی۔ کیا اُس نے کوئی بڑا اثر نہ پیدا کیا ہوتا ہے کیونکہ اگر سچ صرف ہیجان ہے اور کوئی اور آدمی اُس سے بہتر کسی دوسرے کے احساسات کی تمیز نہیں کر سکتا

ہے یا اس سے بالاتر اُسے اس بات کا حق ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کر سکے کہ اس کی رائے جھوٹی تھی یا سچی بلکہ جیسا کہ ہم نے کئی بار دہرایا کہ ہر کوئی اپنا مکمل منصف ہے اور اس طرح ہر چیز جس کا وہ فیصلہ کرتا ہے وہ درست اور سچ ہے۔ میرے دوست۔ پروٹاغورس کو عقل اور ہدایت کے حوالے سے ترجیح کیوں دی جائے اور بہتر خراج تحسین کا حقدار کیوں ٹھہرایا جائے اور ہمیں غریب نظر انداز نہ کیے جانے والوں کو اس کی قدرت میں حاضر ہونا پڑے۔ اگر ہر کوئی اپنی عقل کا پیمانہ ہے۔ تو کیا ہر کسی کو اس بارے میں اس اُصول کے تحت بات نہیں کرنی چاہیے؟ میں کوئی بات مضحکہ خیز مکوم کے طور پر نہیں کرتا۔ جس میں سارا میرا بچہ جنم دلانے اور بات کرنے کا فن جاتا رہے۔ کیونکہ دوسروں کی رائے یا خیال کی نگرانی کرنا ایک حقیر اور بڑی غلطی ہوگی۔ اگر ہر آدمی اپنی رائے کے بارے میں سچا ہے اور یہ بات ہوگی اگر پروٹاغورس کا سچ، اصل سچ ہے اور فلسفی اپنی کتاب میں سے قدیمی یونانی علوم کے بارے میں انکشاف کر کے اپنا مذاق از خود نہیں اُڑا رہا۔

تھیوڈوس: وہ میرا دوست تھا۔ سقراط۔ جیسا کہ آپ کہہ رہے تھے۔ میں اس کو اپنی زبان سے رد نہیں کر سکتا۔ نہ ہی میں آپ سے اختلاف کر سکتا ہوں جبکہ میں آپ سے رضامند ہوں۔ براہِ مہربانی، آپ پھر تھیاٹیٹس کو لیں وہ بڑی عمدگی سے جواب دیتا دکھائی دیتا ہے۔

سقراط: اگر آپ نے لیسی ڈیمون کے پیلسٹرا (Lacedaemonion palestra) میں جانا تھا۔ تھیوڈورس۔ کیا ننگے پہلوانوں کو دیکھنا آپ کا حق ہوگا ان میں سے چند کی بظاہر حالت کمزور ہو۔ اگر آپ اپنے آدمی کی شناخت کا موقع فراہم نہ کریں۔

تھیوڈورس: کیوں نہیں سقراط: اگر وہ مجھے اجازت دیں گے جیسا کہ میں سوچتا ہوں، آپ دے دیں گے۔ میری عمر اور سختی کی بنا پر۔ کچھ اور نرم نوجوانوں کو آپ اپنے ساتھ مقابلہ کرنے دیں۔ مجھے اکھاڑے میں نہ گھسیٹیں۔

سقراط: آپ کی مرضی میری مرضی ہے۔ تھیوڈورس جیسا کہ فلسفی کہتے ہیں۔ اس لیے میں اپنی دانش میں واپس آ گیا ہوں۔ تھیاٹیٹس، مجھے بتائیں۔ اُس حوالے سے جو میں کہہ رہا تھا۔ کیا آپ حیرانگی میں گم نہیں ہوئے۔ میری طرح۔ جب اچانک آپ کو اس بات کا علم ہو کہ آپ عقل مند ترین لوگوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ یا درحقیقت دیوتاؤں کی سطح پر پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ آپ پروٹاغورس

کی پیمائش کو دیوتاؤں اور انسانوں کے لیے لاگو کرنے کا فرض کریں گے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ مجھے کرنا چاہیے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حیرانگی میں کھو گیا ہوں۔ پہلی ساعت میں، میں اس اُصول سے مکمل مطمئن تھا، کہ وہ جو ہوتا ہے ہر کسی کو دکھائی دیتا ہے، لیکن اب چیزوں کی ظاہری حالت تبدیل ہو گئی ہے۔

سقراط: کیوں میرے پیارے بیٹے۔ آپ نوجوان ہیں اس لیے آپ جلدبات سمجھ جاتے ہیں اور آپ کا ذہن ہر دلعزیز بحث سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پروٹاغورس یا کوئی اور جو اس کے حوالے سے بات کرے، بلاشبہ جواب میں کہے گا۔ اچھے لوگ نوجوان اور بوڑھے، آپ ملتے ہیں اور پُر جوش خطبہ دے دیتے ہیں اور دیوتاؤں میں شامل ہو جاتے ہیں جن کے وجود میں "ہونے" یا "نہ ہونے" کے بارے میں کچھ کہنے یا لکھنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ یا آپ انسان کی پستی جس کی بنا پر وہ حیوان کی سطح تک گر جاتا ہے، کی بات کرتے ہیں جو کہ ایک بحث کثرت کے ساتھ ہے۔ لیکن اس کے ثبوت میں آپ ایک لفظ یا اس کے اظہار کو پیش کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک سب کچھ ایک مفروضہ ہے۔ لیکن پھر بھی یقیناً آپ اور تھیوڈورس بہتر رائے دے سکتے ہیں کہ اس قسم کے اہم معاملات میں امکان اور زبانی دعوؤں کو تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں۔ وہ یا کوئی دوسرا ریاضی دان جس نے جیومیٹری (ہندسہ) میں امکانات اور اس قسم کے حوالے سے رائے دی وہ بالکل کسی اہمیت کا حامل نہیں ہو گا۔

تھیاٹیٹس: لیکن سقراط نہ آپ اور نہ ہی ہم اس قسم کی بحث سے مطمئن ہوں گے۔

سقراط: پھر آپ کا، تھیوڈورس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں معاملے کو کسی اور انداز میں دیکھنا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: ہاں، بالکل دوسرے طریقے سے۔

سقراط: اور طریقہ یہ ہو گا کہ پوچھا جائے کہ شعور علم جیسا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ہماری بحث کا اصل نکتہ یہی تھا۔ اور اس حوالے سے ہم نے کئی عجیب سوالات کیے۔ کیا ایسا نہیں کیا گیا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: کیا ہم کہیں گے کہ ہم ہر چیز جانتے ہیں جسے ہم دیکھتے اور سنتے ہیں۔ مثال کے طور پر۔ کیا ہم کہیں گے کہ نہ سیکھنے کی بنا پر ہم غیر ملکیوں کی زبان نہیں سنتے۔ جب وہ ہم سے بات کرتے ہیں یا ہمیں کہنا

چاہیے کہ ہم نہ صرف سُنتے ہیں بلکہ جانتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یا مزید برآں اگر ہم حروف دیکھتے ہیں جو ہم جانتے نہیں۔ کیا ہم کہیں گے کہ ہم انھیں دیکھتے نہیں۔ یا کیا ہم اس کا دعویٰ کریں گے کہ انھیں دیکھ کر ہمیں انھیں ضرور جاننا چاہیے۔

تھیائیٹس: ہم کہیں گے سقراط ہم جانتے ہیں جو ہم دراصل دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ کہنا ہے کہ ہم شکلیں دیکھتے اور جانتے ہیں اور حروف کے رنگ اور ہم سُنتے اور جانتے ہیں جو آگے ہو یا ان کی آواز کی کمی کو۔ لیکن بصارت اور سماعت سے یہ نہیں مان لیتے کہ کس گرائمر دان یا مترجم نے ان کے بارے میں سکھایا۔

سقراط: بہت عظیم تھیائیٹس۔ اور اس بارے میں کوئی تنازع نہیں ہوگا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں ترقی کریں۔ لیکن ابھی ایک اور مشکل پیدا ہونے والی ہے۔ جسے آپ نے ختم کرنا ہوگا۔

تھیائیٹس: وہ کیا ہے؟

سقراط: کوئی کہے گا کیا کہ کوئی شخص جس نے کوئی چیز کبھی لکھی ہو۔ اس کی یادداشت میں وہ چیز ہوگی جو اُس نے سیکھی ہو۔ یا نہ جانتا ہو کہ اس نے یاد کیا ہو جو اسے یاد نہ ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ میں نے ایک سادہ سوال کرنے کے لیے مشکل طریقہ اختیار کیا ہے۔ جو یہ ہے کہ کوئی آدمی جس نے سیکھا اور یاد کیا ہو وہ جاننے میں ناکام ہوسکتا ہے۔

تھیائیٹس: ناممکن۔ سقراط۔ ایسا فرض کرنا بھی نحوست ہے۔

سقراط: کیا میں پھر فضول، بے ہودہ گفتگو کر رہا ہوں۔ سوچیں کیا دیکھنا جاننا نہیں ہے۔ اور کیا بصارت شعور نہیں ہے۔

تھیائیٹس: درست۔

سقراط: اور اگر ہماری یہ تعریف برقرار ہے تو ہر آدمی جانتا ہے جو کچھ اُس نے دیکھا ہے۔

تھیائیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور آپ یہ مانیں گے کہ یادداشت کوئی چیز ہے۔

تھیائیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور کیا یادداشت کسی چیز کی ہوتی ہے یا کسی چیز کی نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً کسی چیز کی۔

سقراط: چیزیں سیکھی اور یاد رکھی جاتی ہیں۔ یہ ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اکثر آدمی یاد رکھتا ہے جو اس نے دیکھا ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: سچ۔

سقراط: اگر وہ اپنی آنکھیں بند کرے تو کیا وہ بھول جائے گا۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ ایسا کہنے کی کون جرأت کرے گا۔

سقراط: لیکن ہمیں ایسا کہنا چاہیے۔ اگر پچھلی بحث کو برقرار رکھنا ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ میں آپ کو سمجھتا ہوں۔ اگر میری یہ سخت رائے ہے کہ آپ درست کہہ رہے ہیں۔

سقراط: وہ جو دیکھتا ہے اور جانتا ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ شعور، بصارت اور علم کو ایک تسلیم کیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: لیکن وہ جس نے دیکھا اور اس کا اسے علم ہے جو اُس نے دیکھا اور یاد رکھتا ہے جب آنکھیں بند کرتا ہے وہ بھی جو مزید زیادہ نہیں دیکھتا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: دیکھنا جاننا ہے۔ اس لیے نہ دیکھنا نہ جاننا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: تب فرق یہ ہے کہ آدمی کو کسی چیز کا علم ہوگا جو وہ یاد رکھے گا اور نہیں جانتا کیونکہ وہ نہیں دیکھتا اور اس پر اس کی ہم نے غلط خیال کے طور پر تصدیق کی ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: تب یہ کہنا کہ علم اور شعور ایک ہیں۔ یہ نمایاں طور پر ناممکن ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: پھراس کافرق جاننا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: میں فرض کرتا ہوں کہ ہمیں ضروران میں فرق کرنا چاہیے۔

سقراط: ایک بار پھر ہمیں دوبارہ بحث شروع کرنا پڑے گی اور پوچھنا پڑے گا کہ علم کیا ہے؟ اور اب تھیاٹیٹس آپ کیا کرنے والے ہیں۔

تھیاٹیٹس: کس بارے میں؟

سقراط: ہم ایسے مرغ کی طرح جو بازی جیتا نہیں، بحث سے بھاگ جاتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

سقراط: ایک متنازعہ آدمی کے انداز میں ہم صرف الفاظ کے تسلسل سے مطمئن تھے اور خوش تھے کہ ہم اس طرح فائدہ حاصل کر سکتے تھے۔ اگر چہ پیش گوئی محض لفاظی والے نہیں بلکہ فلسفی ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ ہم غیرارادی طور پر بے عقل لوگوں کی قسم میں شامل ہو گئے ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کو سمجھ نہیں پایا۔

سقراط: تب میں اپنے آپ کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب ہم سوال پوچھتے ہیں کہ کیا ایک شخص جس نے لکھا ہو اور یاد رکھا ہو، وہ ناکام ہو سکتا ہے، جاننے میں۔ ہم نے دکھایا کہ ایک شخص جس نے دیکھا تھا وہ شاید یاد رکھے جب وہ اپنی آنکھیں بند رکھے اور دیکھ نہیں سکتا۔ اور پھر وہ اسی وقت یاد رکھے گا لیکن جانے گا نہیں۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔ اسی طرح پروٹاغورس کا من گھڑت قصہ صفر ہوا۔ اور آپ کا بھی جس کا یہ مؤقف ہے کہ علم ایسے ہی ہے جیسے شعور (ادراک)۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اب بھی میرے دوست۔ میں بلکہ شک کرتا ہوں کہ نتیجہ اس سے مختلف ہوتا۔ اگر پروٹاغورس جو پہلے دو مفروضوں کا موجد تھا وہ زندہ ہوتا۔ وہ ان کے بارے میں کوئی بڑی بات کرتا۔ لیکن وہ مر چکا۔ اب ہم اس کے یتیم بچے کی بے عزتی کر رہے ہیں حتیٰ کہ سرپرستوں کی جو اس نے ترکے میں چھوڑے۔ جن میں سے تھیوڈورس ہمارا دوست ایک ہے۔ وہ بھی کوئی اس ضمن میں مدد کرنے سے قاصر ہیں، اس لیے میرا خیال ہے کہ مجھے اس کا کام اپنے ذمے لے لینا چاہیے اور دیکھوں، انصاف ہوتا۔

تھیوڈورس: صرف میں ہی نہیں سقراط۔ ہپونیکس (Hipponicus) کا بیٹا کلیاس (Callias) اس کے یتیموں کا سرپرست ہے۔ میں بہت جلد زبان (تلفظ) کے علوم سے جیومیٹری کی طرف چلا گیا تھا۔ تاہم میں مشکور ہوں گا اگر آپ اُس کی مدد کریں۔

سقراط: بہت خوب تھیوڈورس۔ آپ دیکھیں میں کیسے اُسے بچانے کے لیے آگے آتا ہوں۔ اگر کوئی شخص الفاظ کے معنی کو جو بحث میں استعمال ہوں، انھیں نہیں سمجھتا۔ وہ شاید ان سے بھی بڑے بعید القیاس چیز میں ملوث ہوگا۔ کیا میں اس معاملے کی وضاحت آپ کو کروں یا تھیاٹیٹس کو۔

تھیوڈورس: ہم دونوں کو۔ اور چھوٹے کو جواب دینے دیں۔ اسے کم بے عزتی کا سامنا کرنا پڑے گا اگر وہ مغلوب ہوگیا۔

سقراط: پھر اب مجھے بارعب سوال پوچھنے دیں جو کہ یہ ہے کہ کیا کوئی شخص جانتا اور نہیں بھی جانتا جو کہ وہ جانتا ہو؟

تھیوڈورس: ہم اس کا کیسے جواب دیں گے۔ تھیاٹیٹس۔

تھیاٹیٹس: میں کہوں گا مجھے کہنا چاہیے۔

سقراط: وہ کر سکتا ہے اگر وہ کہے کہ دیکھنا جاننا ہے۔ جب آپ کو ایک کنویں میں قید کر دیا جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اور خود ستائش شخص اپنے ہاتھ سے آپ کی ایک آنکھ بند کر دے اور پوچھے کہ کیا آپ اُس کا لباس اُس آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں جو اُس نے بند کر رکھی ہے۔ آپ اُس ناگزیر آدمی کو کیسے جواب دیں گے۔

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے کہ اُس آنکھ سے نہیں جو بند کی گئی ہے بلکہ دوسری سے۔

سقراط: پھر آپ دیکھتے اور نہیں دیکھتے ایک ہی وقت میں۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ یقینی طور پر۔

سقراط: اُن میں سے کوئی بھی نہیں وہ جواب دے گا۔ میں نے آپ سے پوچھا نہ اس بات کا پابند کیا کہ کس حس میں آپ جانتے ہیں بلکہ صرف یہ کہ کیا آپ جانتے ہیں جس کا آپ کو علم نہیں۔ آپ نے وہ دیکھنا ثابت کر دیا جو آپ نہیں جانتے اور آپ نے پہلے ہی تسلیم کر لیا ہے کہ دیکھنا جاننا ہے اور نہ دیکھنا نہ جاننا ہے۔ میں اس سے نتیجہ اخذ کرنا آپ پر چھوڑتا ہوں۔ نتیجہ میرے دعوے کے برعکس ہے۔

سقراط: ہاں میرے معجزے اور ابھی آپ کے لیے اس کے بعد مزید بڑی چیز ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مخالف یہ پوچھے کہ کیا آپ تیز اور کند علم کے مالک ہو سکتے ہیں اور کیا آپ نزدیک سے جان سکتے ہیں فاصلے سے نہیں یا جانتے ہیں، ایک ہی چیز زیادہ اور کم شدت کے ساتھ اور اسی طرح بغیر اختتام کے۔ اس طرح کے سوال آپ کو ایک ہلکے مسلح مبلغ کر سکتا ہے۔ جس نے معاوضے کے لیے بحث کی۔ اُس نے آپ کے انتظار کے لیے جھوٹ بولا ہوگا اور جب آپ نے اپنا یہ مؤقف بنالیا کہ عقل علم ہے تو اُس نے سماعت، سونگھنے اور دوسری حواس پر حملہ کر دیا ہوتا۔ اُس نے آپ پر کوئی رحم نہیں کھایا ہوتا۔ جب آپ اس کے علاوہ اور تعریف کی نذر ہو جاتے تو اس نے آپ کو اپنے جال میں پھانس لیا ہوتا۔ جس میں سے آپ اُس وقت تک نہ نکل پاتے جب تک آپ اُس سے راضی نہ ہو جاتے کہ رہائی کے لیے اسے کتنی رقم ادا کی جائے گی۔ خوب۔ آپ پوچھیں کہ پروٹاغورس نے کس طرح اپنا مؤقف دوبارہ مضبوط کیا ہوگا۔ کیا میں اُس کی طرف سے جواب دوں۔

سقراط: وہ تمام چیزیں دوبارہ دہرائے گا۔ جن پر ہم اس کی طرف سے زور دے رہے ہیں۔ پھر وہ ہمارے ساتھ مایوسی کا اظہار کرے گا اور کہے گا، قابلِ قدر سقراط! ایک چھوٹے لڑکے سے پوچھا گیا؟ کیا وہی شخص یاد کر سکتا ہے اور نہیں جانتا وہی چیز اور لڑکے نے کہا نہیں کیونکہ وہ خوف زدہ تھا اور نہیں جان سکا کہ آگے کیا آنے والا ہے اور پھر سقراط مجھ بیچارے کا مذاق اُڑایا۔ سچ یہ ہے او نایاب سقراط۔ جب آپ میرے کسی کہے کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور جس شخص سے پوچھا جاتا ہے وہ غلطی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر اس نے جواب دیا اُس طرح جس طرح میں نے جواب دیا ہوتا پھر میں رد کر دیا گیا۔ لیکن اگر وہ کوئی اور جواب دیتا تب وہ رد کیا گیا نہ کہ میں، کیونکہ کیا آپ واقعی فرض کرتے ہیں کہ کیا کوئی شخص اُس یادداشت کو تسلیم کرے گا جو کہ کسی دوسرے آدمی کا تاثر ہے جو کہ ختم ہوگئی ہو لیکن اُس نے اس کا پہلے تجربہ کیا ہو۔ یقینی طور پر نہیں۔ یا کیا وہ اس تسلیم کرنے سے ہچکچاہٹ کا اظہار کرے گا کہ ایک ہی آدمی جانتا اور نہیں جانتا ایک ہی وقت میں۔ یا کیا وہ یہ اقرار کرنے سے گھبرائے گا۔ کیا وہ کبھی تسلیم کرے گا کہ کوئی چیز ایک جو مختلف ہو چکی وہ ویسی ہی ہے جیسا کہ وہ مختلف ہونے سے پہلے تھی۔ یا کیا یہ تسلیم کرے گا کہ ایک شخص بالکل ایک ہی ہے اور نہ کہ لامحدود اور کئی، جب اُس میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ میں الفاظ کے گورکھ دھندے میں اُلجھن کی

بجائے براہِ راست بات کرتا ہوں لیکن میرے اچھے جناب! وہ کہے گا آئیں زیادہ فراخدلانہ جذبے کے ساتھ بحث کریں اور یا یہ ظاہر کرے گا اگر آپ کرسکتے ہیں کہ ہمارے حسی تجربات نہ متعلقہ ہیں نہ انفرادی۔ اگر آپ انھیں ایسے مانتے ہیں ثابت کریں کہ ان میں وہ نتائج ملوث نہیں۔ اور یہ کہ ظہور، اگر آپ کے پاس اس کے لیے الفاظ ہیں، انفرادی طور پر ہوتا ہے۔ آپ کی بندروں اور سؤروں کے بارے میں گفتگو تھی۔ آپ کا از خود سؤر کی طرح کا رویہ ہے اور آپ اپنے سننے والوں کو اس جاہل کے انداز میں میری تحریروں کو سنا رہے ہو۔ لیکن یہ آپ کے لیے سودمند نہیں۔ کیونکہ میں اعلان کرتا ہوں کہ سچ وہ ہے جیسا لکھا گیا اور ہم میں سے ہر کوئی وجود اور عدم وجود کا پیمانہ ہے۔ اگرچہ کوئی دوسرا اس سے ہزار بار بہتر اور تناسب میں دوسری چیز کہے جیسی کہ اسے دکھائی دے۔ اور میں یہ کہنے سے کوسوں دور ہوں کہ عقل اور عقل مند آدمی کا کوئی وجود نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ عقل مند آدمی وہ ہے جو برائیوں کو دوسرے آدمیوں کے لیے اچھائیوں میں بدل دے جو اسے دکھائی دیں۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ مجھے میرے ان الفاظ کے بارے میں مزید زور دے کر وضاحت کرنے پر مجبور نہ کریں۔ لیکن ان کا مطلب واضح کرنے کے لیے میں ان کو آپ کے لیے بیان کروں گا۔ یاد رکھیں جو پہلے کہا جا چکا ہے کہ بیمار آدمی کے لیے اُس کا کھانا کڑوا ہوگا اور صحت مند آدمی کے وہی کھانا کڑواہٹ سے متضاد (کڑوا نہیں ہوگا)۔ اب میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ ایک آدمی کو دوسروں سے زیادہ عقل مند بنایا جانا چاہیے یا بنایا جاسکتا ہے۔ نہ ہی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیمار آدمی کا ایک تاثر ہے۔ اس لیے وہ احمق ہے۔ اور صحت مند آدمی کا تاثر اس سے مختلف ہے تو وہ عقل مند۔ لیکن ایک حالت دوسری میں تبدیلی کی متقاضی ہے۔ بُری اچھی حالت میں۔ جیسا کہ تعلیم میں حالت کی تبدیلی کو متاثر کرنا ہوتا ہے اور صوفی وہ کام جو طبیب ادویات سے کرتے ہیں، اپنے الفاظ سے کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی نے کبھی کوئی سچا خیال نہیں دیا۔ جس کو پہلے غلط کہا گیا۔ کیونکہ کوئی آدمی اس سے مختلف نہیں کہہ سکتا جو وہ محسوس کرتا ہے اور یہ ہمیشہ درست ہے۔ لیکن جیسا کہ ذہن کی کم تر عادت عمدہ فطرت کی حامل ہوتی ہے۔ اس لیے میں سوچتا ہوں کہ اچھا ذہن اچھا خیال پیدا کرتا ہے۔ اور یہ جنھیں نا تجربہ کار سچ کہتے ہیں۔ میں انھیں بہتر کہوں گا اور دوسروں سے سچا نہیں۔ اے میرے دوست سقراط میں عقل مند آدمیوں کو

مینڈک کا بچہ نہیں کہتا۔اس کے برعکس میں کہتا ہوں کہ وہ انسانی جسم کے طبیب ہیں اور پودوں کے مالی۔ کیونکہ مالی بھی پودوں سے بُرائی دور کرتے ہیں اور ان میں سے بیماریاں دور کر کے ان میں اچھی اور صحت مند حسی تجربات داخل کرتے ہیں، ہمیشہ قائم رہنے والے سچ۔ عقل مند اور اچھے اُستاد برائی کو دکھانے کی بجائے اچھائی کو اُبھارتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ بھی کسی حالت میں دکھائی دیتی ہے وہ اچھی اور عمدہ دکھائی دیتی ہے۔ جب تک اسے اس طرح مانا جاتا ہے۔ یہ اچھی اور عمدہ ہے۔ عقل مندی کا اُستاد بُرائی کی جگہ اچھائی پیدا کرتا ہے۔

ظاہری اور حقیقی دونوں صورتوں میں۔ اس طرح صوفی جو اپنے شاگردوں کو اس جذبے کے ساتھ تربیت دیتا ہے، وہ عقل مند آدمی ہے اور اس کے لیے وہ اچھے معاوضے کا مستحق ہے۔ اسی طرح ایک آدمی دوسرے سے زیادہ عقل مند ہے۔ کوئی غلط نہیں سوچتا۔ اور آپ، آپ کریں گے یا نہیں۔ آپ کو ایک پیمائش کرنے والی محنت کرنی چاہیے۔ ان بنیادوں پر مضبوط بحث کا سماں ہوتا ہے جسے اگر سقراط آپ چاہیں اور یہ آپ کو خوش کرے تو اس سے متضاد بحث سے رد کر سکتے ہیں۔ یا اگر آپ پسند کریں تو مجھ سے سوال کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس پر کوئی عقل مند شخص اعتراض نہیں کرے گا۔ یہ بالکل متضاد ہے۔ لیکن میں آپ سے اُستدعا کروں گا کہ آپ اچھے سوال کریں۔ کیونکہ یہ کہنے میں بڑا عدم تسلسل ہے کہ آپ میں نیکی کا جذبہ ہے اور اس لیے آپ ہمیشہ بحث میں غیر مناسب رویہ اختیار کرتے ہیں۔ غیر مناسب رویہ جس کی میں شکایت کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ زبان اور مباحثہ میں فرق نہیں کرتے۔ تنازع کھڑا کرنے والا اپنے مخالفین کو جس طرح چاہے، پھسلا سکتا ہے اور اُس کا مذاق اُڑا سکتا ہے لیکن زبان جاننے والا نیک نیت ہوگا اور وہ اپنے مخالف کی صرف اصلاح کرے گا اور اس کی غلطیوں کی نشان دہی کرے گا جن کا وہ اپنی غلطی یا ماضی میں اپنی رفاقت کی وجہ سے شکار ہوگیا۔ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ کا مخالف اپنے ابہام اور مشکل کا الزام اپنے سر تھوپے گا آپ پر نہیں۔ وہ آپ کی تقلید کرتے ہوئے محبت بھی کرے گا اور اپنے آپ سے نفرت۔ اس طرح وہ فلسفی سے فرار چاہے گا کہ وہ جو کچھ ہے اس سے مختلف ہوجائے گا۔ لیکن بحث کا دوسرا انداز جو اکثریت اپناتی ہے، کا اُس پر اُلٹ اثر ہوگا۔ جب وہ بڑا ہوتا ہے۔ فلسفی بننے کی بجائے وہ فلسفہ سے نفرت کرے گا۔

اس لیے میں آپ کے لیے تجویز کروں گا جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ آپ اپنے آپ کی متنازعہ کردار کے طور پر حوصلہ افزائی نہ کریں۔ بلکہ دوستانہ اور باصفت کردار کے طور پر سامنے آئیں۔ ہماری اس سے کیا مراد ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ تمام اشیا حرکت میں ہیں اور ہر انفرادی شخص کے لیے حالت کی وہ صورت ہے جو دکھائی دیتی ہے۔ اس طریقے سے آپ غور کریں گے کہ علم اور حواس ایک چیز ہیں یا مختلف۔ لیکن آپ بحث نہیں کریں گے جیسا کہ آپ اب کر رہے تھے۔ عام استعمال ہونے والے الفاظ اور ناموں سے جو کہ ہر لحاظ سے بے ڈھنگے اور ایک دوسرے کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ تھیوڈورس۔ یہ ایک معمولی مدد ہے جو میں آپ کے دوست کی کرنے کے قابل ہوں۔ اگر وہ زندہ ہوتا وہ اپنی مدد از خود کہیں زیادہ بہتر انداز میں کرتا۔

تھیوڈورس: آپ مذاق کر رہے ہیں سقراط۔ درحقیقت آپ کا اس کے لیے دفاع بڑا با حوصلہ اور مؤثر ہے۔

سقراط: شکریہ دوست۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ نے کہا کہ پروٹاغورس نے ہمیں سنجیدہ رویہ اختیار کرنے کو کہا جیسی کہ تحریر ہے۔ آدمی تمام چیزوں کا پیمانہ ہے۔ ایک مقدس چیز تھی اور وہ ہم تک پہنچا۔ ایک لڑکے کو گفتگو کا ذریعہ بنا کر اور اس نے کہا کہ لڑکے کی بزدلی اس کی بحث کے خلاف ہے۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ ہم نے اُس کا مذاق اڑایا۔

تھیوڈورس: میں یہ سب کچھ دیکھنے میں کیسے ناکام ہو سکتا تھا۔ سقراط۔

سقراط: خوب اور کیا ہمیں ایسے ہی کرنا چاہیے جسے وہ کہتا ہے؟

تھیوڈورس: ہر حال میں۔

سقراط: لیکن اگر اس کی خواہش کا احترام کیا جانا ہے تو آپ کو، مجھے بحث ضرور کرنی چاہیے تمام سنجیدگی کے ساتھ۔ اور ایک دوسرے سے سوال و جواب کرنے چاہئیں۔ کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہم میں باقی کچھ نہیں لیکن لڑکے، کسی دوسرے طریقے سے ہم اس تہمت سے کیسے بچ سکتے ہیں کہ اس کے نظریہ کے نئے تجزیہ میں، میں لڑکوں سے مذاق اُڑا رہا ہوں۔

تھیوڈورس: خوب۔ لیکن تھیاٹیٹس فلسفیانہ تحقیق کو بہتر انداز میں جاننے کا اہل نہیں، کئی بڑے آدمیوں سے جن کی بڑی بڑی داڑھیاں ہیں۔

سقراط: ہاں۔ تھیوڈورس۔ لیکن آپ سے بہتر نہیں۔ اس لیے براہِ مہربانی یہ خیال نہ کریں کہ میں ہر لحاظ سے

آپ کے گزرے ہوئے دوست کا دفاع کر پاؤں گا اور آپ کسی کا دفاع نہیں کریں گے۔ کسی بھی قیمت پر۔ میرے دوست اس وقت تک بات ختم نہ کریں جب تک ہم یہ نہیں جان جاتے کہ کیا آپ اشکال کا اصل پیمانہ ہیں یا تمام آدمی علم نجوم اور جیومیٹری کے علم میں برابر اور کافی حد تک پیمانہ ہیں۔ اور اسی طرح علم کی دوسری شاخوں کے بارے میں جن میں آپ کو ان سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

تھیوڈورس: وہ جو آپ کے پاس بیٹھا ہے۔ سقراط۔ وہ اپنے آپ کو آسانی کے ساتھ بحث میں شریک ہونے سے نہیں بچا سکتا۔ جب میں نے یہ کہا کہ آپ مجھے معاف رکھیں گے اور لیسی ڈیمون کے باشندوں کی طرح مقابلے کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔ میں بے وقوفانہ بات کر رہا تھا۔ مجھے آپ کا بلکہ موازنہ سکارن (Scirrhon) سے کرنا چاہیے جنھوں نے سفر کرنے والوں کو پہاڑوں سے اٹھا باہر پھینکا۔ کیونکہ لیسی ڈیمون کے باشندوں کے لیے اُصول یہ ہے کہ "مار دیا بھاگ جاؤ" لیکن آپ اپنے کام میں انٹائیس (Antaeus) کے انداز سے زیادہ مگن دکھائی دیتے ہیں۔ آپ اُس کو جو کوئی آپ تک پہنچا، اسے جانے نہیں دیتے جب تک آپ اسے باندھ نہ لیں اور اسے آپ سے بحث کے لیے مجبور کر دیا۔

سقراط: تھیوڈورس۔ آپ نے میری شکایت کی فطرت کو مختصراً ضرب لگائی ہے۔ لیکن میں پرانے زمانے کے دیو ہیکل سے زیادہ جھگڑالو ہوں۔ کیونکہ مجھے ہیرو کا کوئی کنارہ نہیں ملا۔ بہت سارے ہراکلیس (Heracles)، کئی تھیسی اس (Theseus)، الفاظ کے ان داتاؤں نے میرے سر پر ضرب لگائی ہے لیکن میں ہمیشہ کھردری مشق میں ہوں جو میری ایک جذبے کی طرح حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مہربانی۔ اب میرے ساتھ ایک مقابلہ کی کوشش کرو۔ اس سے آپ کا بھی فائدہ ہوگا اور میرا بھی۔

تھیوڈورس: میں راضی ہوں۔ مجھے لے جائیں جہاں آپ کی مرضی ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ قسمت کی مانند ہیں۔ کوئی آدمی کسی بحث سے نجات نہیں پا سکتا۔ جو آپ اُس کے لیے بنا دیں۔ لیکن میں آپ کی تجویز سے آگے جانے کو تیار نہیں۔

سقراط: ایک بار ہی کافی ہوگا۔ اب خاص کر احتیاط کریں تا کہ ہم اپنے آپ کو غیر دانشمندانہ انداز میں بے نقاب کر لیں، بچگانہ انداز میں گفتگو کر کے۔

تھیوڈورس: سقراط۔ میں غلطی سے بچنے کی اپنی بھرپور کوشش کروں گا۔

سقراط: سب سے پہلے، آئیں اپنے پُرانے اعتراض کی طرف چلیں اور دیکھیں کہ کیا ہم پروٹاغورس پر الزام دینے اور اس بنا پر اُس کی مخالفت کرنے میں درست تھے کہ پروٹاغورس نے یہ فرض کیا کہ عقل میں تمام برابر اور کافی ہیں۔ اگرچہ اس نے تسلیم کیا کہ اچھا اور بُرا بھی موجود ہے۔ اور یہ کہ اس حوالے سے وہ جسے اُس نے عقل مند قرار دیا وہ دوسروں سے اعلیٰ تھا۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: اگر پروٹاغورس زندہ ہوتا اور ہمارے جواب دینے کی بجائے وہ خود جواب دیتا تو ہماری بار بار بحث کرنے اور معاملے کا جائزہ لینے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن جیسا کہ وہ اب نہیں ہے اور کوئی شاید ہم پر بغیر سند کے اس کے حوالے سے بات کرنے پر الزام دے اگر ہم بحث کے بہتر نتیجے تک نہ پہنچے۔ کیونکہ ایک بڑا مقصد داؤ پر ہوگا۔

تھیوڈورس: بالکل ٹھیک۔

سقراط: پھر آئیں حاصل کریں تیسرے شخص کے بغیر۔ بلکہ اس کے اپنے بیان اور صرف چند الفاظ کی مدد سے سمجھوتے کی بنیاد رکھیں۔

تھیوڈورس: کس طریقے سے؟

سقراط: اس طریقے سے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ جو آدمی کو دکھائی دیتا ہے وہ اُس کے لیے ایسے ہی ہے۔

تھیوڈورس: ہاں ایسا وہ کہتا ہے۔

سقراط: اور کیا ہم نہیں یہ کہتے۔ پروٹاغورس ایک آدمی کی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بلکہ سارے انسانوں کی رائے بیان کرتے ہوئے جب ہم کہتے ہیں کہ ہر کوئی اپنے آپ کو کچھ چیزوں میں دوسروں سے بہتر خیال کرتا ہے اور دوسروں سے کم تر بعض چیزوں میں۔ خطرات کے لمحات میں جب وہ میدان جنگ کے خطرے میں، سمندر میں خطرے میں ہوتے ہیں یا بیماری کے خطرے میں ہوتے ہیں تو کیا وہ اپنے کمانڈر (رہنما) کو اس طرح نہیں دیکھتے جیسے کہ وہ دیوتا ہوں اور اُن سے نجات کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے کہ وہ اُن سے علم میں بہتر ہوتے ہیں۔ کیا دنیا مختلف جگہوں پر مختلف آدمیوں کے روزگار سے بھری پڑی نہیں ہے۔ کون ہیں جو اپنے آپ کے اُستاد اور حکمرانوں کی تلاش میں ہیں۔ اسی طرح جانوروں کے اُستاد اور حاکم بننے کے خواہاں ہیں۔ بہت

سارے ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سکھانے اور حکمرانی کرنے کے قابل ہیں۔ اب اس سارے عمل میں یہ بات لاگو ہوتی ہے کہ اُن میں جہالت اور عقل موجود ہیں۔ کم از کم اُن کی اپنی رائے میں۔

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: اور عقل کو وہ اصل خیال تصور کرتے ہیں اور جہالت کو غلط رائے سمجھتے ہیں۔

تھیوڈورس: بالکل۔

سقراط: پھر کس طرح پروٹاغورس آپ نے بحث سے کیسے برتاؤ کرنے کا خیال کیا۔ کیا ہم کہیں گے کہ آدمیوں کی رائے ہمیشہ سچ ہوتی ہے یا کبھی سچ اور کبھی جھوٹ۔ کسی بھی صورت میں نتیجہ وہی ہے اور اُن کی رائے ہمیشہ سچ نہیں ہے۔ بلکہ کبھی غلط اور کبھی سچ۔ مجھے بتائیں تھیوڈورس کیا آپ فرض کرتے ہیں کہ آپ خود یا پروٹاغورس کا کوئی اور پیروکار اس بات پر راضی ہوگا کہ کوئی دوسرے کو اپنی رائے میں جاہل تصور نہیں کرتا۔

تھیوڈورس: چیز ناقابل تصدیق ہے سقراط۔

سقراط: پھر بھی ہر بیہودگی اس نظریہ میں پائی جاتی ہے جو اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ آدمی ہر چیز کا پیمانہ ہوگا۔

تھیوڈورس: ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟

سقراط: فرض کریں کہ آپ اپنے ذہن میں عہد کر لیتے ہیں کہ کوئی چیز سچ ہوگی اور مجھے اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔ آئیں فرض کریں جیسا وہ رائے دیتا ہے کہ یہ آپ کے لیے سچ ہے۔ اب اگر ایسا ہے آپ کو یا تو کہنا چاہیے کہ باقی آپ کی رائے کا فیصلہ کرنے والے نہیں۔ یا ہم آپ کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ درست رائے رکھتے ہیں۔ لیکن کیا ہزار ہا ایسے نہیں کہ جب آپ فیصلہ کریں وہ آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے، مسلح ہو کر اور ان کی رائے آپ سے متضاد ہوتی ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے غلط فیصلہ کیا۔

تھیوڈورس: جی ہاں۔ ہزار ہا۔ درحقیقت سقراط۔ جیسا کہ ہومر کہتا ہے۔ کس نے مجھے یہ تکالیف کی دنیا دی۔

سقراط: خوب لیکن کیا ہم نے یہ کہنا ہے کہ آپ جو سوچتے ہیں کہ آپ کے لیے درست ہے وہ دوسرے دس

ہزار کے لیے غلط ہے۔

تھیوڈورس: کوئی اور اس سے نتیجہ اخذ کرنا ممکن نہیں۔

سقراط: پروٹاغورس کے اپنے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نہ ہی وہ اور نہ اکثریت کا خیال۔ جیسا کہ وہ سوچتے ہی نہیں کہ آدمی تمام چیزوں کی پیمائش ہے۔ کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں کہ پروٹاغورس نے جو سچ لکھا وہ کسی دوسرے کے لیے سچ نہیں؟ لیکن اگر آپ یہ فرض کریں کہ یہ اُس نے از خود سوچا اور اکثریت اُس سے متفق نہیں۔ آپ کو، اس کو آغاز کرنا چاہیے کہ آپ کوئی بھی تناسب لے لیں کئی ایک سے زیادہ ہیں۔ اس تناسب میں اُس کا سچ، سچ سے زیادہ جھوٹ ہے۔

تھیوڈورس: یہ تسلیم کیا جائے گا اگر سچ مختلف افراد کے نزدیک مختلف ہوگا۔

سقراط: اور بہترین مذاق یہ ہے کہ وہ اُن کی رائے کو سچ مانتا ہے جسے یقین ہے کہ اُس کی اپنی رائے غلط ہے۔ کیونکہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ تمام آدمیوں کی رائے سچی ہے۔

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: کیا وہ اِس کی اجازت نہیں دیتا کہ اُس کی رائے غلط ہے اگر وہ تسلیم کرتا ہے اُن کی رائے جو اسے غلط سمجھتے ہیں تو یہ سچ ہے۔

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: جبکہ دوسرے لوگ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ غلط کہتے ہیں۔

تھیوڈورس: وہ نہیں مانتے۔

سقراط: وہ۔ جیسا کہ اپنی تحریروں سے نتیجہ اخذ کرے گا۔ اس بات پر متفق ہے کہ اُس کی رائے سچی ہے۔

تھیوڈورس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: پھر ساری انسانیت۔ پروٹاغورس سے شروع ہو کر اس بات کو تسلیم کرے گی بلکہ مجھے کہنا چاہیے کہ وہ اس کی اجازت دے گی جب مانے گی کہ اس کے مخالفین کی رائے درست ہے۔ پروٹاغورس میں کہتا ہوں از خود یہ کہے گا کہ نہ کتا اور نہ ہی کوئی عام آدمی کسی چیز کی پیمائش ہے۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟

تھیوڈورس: جی ہاں۔

سقراط: اور پروٹاغورس کا سچ مشکوک ہے۔ وہ نہ تو اس کے لیے، نہ ہی کسی اور کے لیے، سچ ہے۔

تھیوڈورس: میرا خیال ہے۔ سقراط۔ میرے پُرانے دوست ہم بہت تیز بحث کر رہے ہیں۔

سقراط: لیکن میرا خیال نہیں کہ ہم سچ سے دور جا رہے ہیں۔ بلاشبہ جیسا کہ وہ بڑا ہے۔ اُس لیے اس کے بارے میں یہ اُمید کی جائے گی کہ وہ ہم سے زیادہ عقل مند ہے۔ اگر اس نے اپنی سوچ اپنے سے کمتر لوگوں کے خیال سے باہر نکالی ہوتی تو ہم دونوں کو بار بار اُٹھا باہر پھینکا ہوتا۔ مجھے فضول باتیں کرنے اور آپ کو میرے تصدیق کرنے کی وجہ سے اور ایک لمحے میں ہمیں رد کر کے جا چکا ہوتا۔ لیکن جیسا کہ اسے بلایا نہیں جا سکتا۔ ہمیں اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور اس بارے میں بات کرنی چاہیے جو ہمیں سچی لگے۔ ایک چیز جس سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ آدمیوں کی سمجھ میں بڑا فرق ہے۔

تھیوڈورس: اس رائے سے میں مکمل اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: کیا یہ فرق کے لیے مضبوط بنیاد نہیں ہوگی جو میں پروٹاغورس کے حوالے سے بیان کر رہا تھا جو کہ یہ ہے کہ زیادہ تر چیزیں اور سارے فوری حواس جن میں گرم، خشک، میٹھا ایسے ہی ہیں جیسے وہ دکھائی دیتے ہیں۔ اگر اختلاف رائے کرنے کی اجازت ہے تو یہ یقیناً صحت اور بیماری کے حوالے سے ہمیں کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ ہر عورت، بچے اور زندہ چیز کے لیے صحت کے بارے میں ازخود علم نہیں جس سے وہ اپنی بیماری کا خود علاج کر سکیں۔

تھیوڈورس: میں بالکل متفق ہوں۔

سقراط: پھر سیاست میں انصاف اور ناانصاف کی تصدیق کرتے ہوئے باعزت اور بے وقار، پاک اور ناپاک یہ ہر ملک میں ایک حقیقت ہے جیسی اسے ملک تصور کرتے ہیں اور انھیں قانونی بنایا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ان کا تعین کرتے وقت کوئی فرد یا ملک دوسرے سے زیادہ عقل مند نہیں۔ اب بھی پروٹاغورس کے پیروکار اس بات سے انکار نہیں کریں گے کہ اس بات کا تعین کرنے میں کہ آبادی کے لیے کیا مناسب ہے اور کیا نہیں۔ ایک ریاست دوسری سے اور مشیر ایک دوسرے سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں۔ وہ بمشکل اس بات پر اتفاق کریں گے کہ مشیر جو اس خیال سے کرتا ہے کہ یہ مناسب ہوگا وہ ہمیشہ واقعی مناسب ہوگا۔ لیکن دوسرے معاملے میں جب وہ انصاف اور ناانصافی،

خدا ترسی یا غیر پارسائی، وہ پُر اعتماد ہوتے ہیں کہ قدرت اور فطرت کے معاملات میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو سمجھوتے کے وقت اتفاق ہوتا ہے جب تک سمجھوتہ موجود رہتا ہے، اس سے اتفاق کیا جاتا ہے اور یہ کئی کا فلسفہ ہے۔ جو پروٹاغورس سے اتفاق نہیں کرتے۔ یہاں ایک اور نیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ تھیوڈورس۔ جو پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہونے کا خوف پیدا کرتا ہے۔

تھیوڈورس: خوب سقراط۔ ہمارے پاس کافی آرام دہ وقت ہے۔

سقراط: یہ درست ہے اور آپ کے الفاظ سے میرے ذہن میں ایک رائے اُبھری ہے جو میں نے اکثر دی ہے۔ وہ جنھوں نے اپنی زندگی کے دن فلسفہ کے خیال میں گزارے ہوں وہ جب عدالت میں جاتے ہیں تو مضحکہ خیز غلطی سرزد کرتے ہیں۔ جب انھیں عدالت میں حاضر ہو کر بات کرنا پڑے۔ یہ کس قدر فطری ہے!

تھیوڈورس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جن کو فلسفہ میں مہارت ہے ان کے آزاد خیالات اُن اپنی جوانی کے دنوں سے عدالتوں اور اس طرح کی جگہوں کے دروازے کھٹکھٹائے ہوتے ہیں۔ ایک آزاد آدمی کی پرورش ایک غلام سے مختلف ہوتی ہے۔

تھیوڈورس: اس میں کیا فرق دکھائی پڑتا ہے؟

سقراط: آرام کا وقت جس کا آپ نے ذکر کیا۔ جس میں آزاد آدمی ہمیشہ حکمرانی کر سکتا ہے۔ وہ امن میں بات کرتا ہے۔ ہماری طرح۔ وہ ایک چیز سے دوسری کے بارے میں شور کرتا ہے۔ اپنی مرضی سے۔ دوسری سے تیسری۔ اگر خیال اسے اس کی اجازت دے۔ وہ دوبارہ شروع کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم اب کر رہے ہیں۔ اس بارے میں سوچے بغیر کہ اس کے الفاظ چند ایک ہیں یا زیادہ اس کا واحد مقصد سچ حاصل کرنا ہے۔ لیکن وکیل ہمیشہ جلدی میں ہے۔ آبی گھڑیال (Clepsrdra) کا پانی اسے آگے لے جا رہا ہے۔ اور اسے اپنی مرضی سے رکنے کی اجازت نہیں دے رہا۔ اُس کی دشمنی اس پر حاوی ہے۔ اس کے حقوق لاگو کرنے، فردِ جرم، جیسے اُن کے محاورے کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسے اُس وقت عدالت میں پڑھا جاتا ہے اور اس سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ایک ملازم ہے اور مسلسل اپنے ساتھی غلام کو اپنے آقا کے سامنے متنازعہ بنا رہا ہے جو کہ نشست

پر سامنے بیٹھا ہوتا ہے اور معاملے کا نتیجہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ عدالت میں سماعت کبھی کسی لاتعلق معاملے کے بارے میں نہیں بلکہ ہمیشہ اس کے اپنے بارے میں ہوتی ہے۔ اور اکثر دور زندگی کے بارے میں ہوتی ہے۔ نتائج جن کے بارے میں وہ سنجیدہ اور ہوشیار ہو چکا اور جانتا ہے کہ اپنے آقا کی کس طرح خوشامد کی جائے گی اور اس کو اس کام میں ملوث کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کی روح چھوٹی اور غلط ہے۔ اُس کی حالت اُس غلام کی سی ہے جسے بچپن سے اُس کی آزادی، پرورش اور پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے سے محروم کر دیا جائے جو کہ اُس کی آزادی اور ایمانداری کے لیے لازم ہے اور اُس میں ابتدائی سالوں میں آسکتی تھی۔ جب بچپن کی نرمی غیر برابر تھی اسے چال بازی سے ان برائیوں میں دھکیل دیا گیا۔ ابتدا سے ہی اس نے دھوکا دینا اور وار کرنا سیکھا ہے، وہ اس بنا پر ٹیڑھا اور چکر باز ہو چکا ہے۔ اسی طرح اس کی جوانی آدمی بننے میں تبدیل ہوئی ہے۔ اس میں مضبوطی نہ ہونے کی بنا پر وہ اپنے آپ کو عقل مند تصور کرتا ہے۔ وکیل اس قسم کا ہوتا ہے۔ تھیوڈورس۔ کیا آپ فلسفی کی زندگی کے بارے میں جاننا چاہیں گے۔ جس کا ہمارے ساتھ بھائی چارہ ہے۔ یا ہمیں بحث کی طرف جانا چاہیے۔ ہم پر آزادی سے تجاوز کرنے کا الزام نہ دیں۔ جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

تھیوڈورس: نہیں۔ سقراط۔ اس وقت تک نہیں جب تک ہم اُس بحث کو ختم نہیں کر لیتے جو ہم کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ نے سچ کہا کہ ہم ایسی اخوت سے تعلق رکھتے ہیں جو آزاد ہے اور ہم بحث کے غلام نہیں۔ بلکہ بحث ہماری غلام ہے۔ اسے ہمارے آرام کا انتظار کرنا چاہیے۔ ہمارا منصف کون ہے؟ یا دیکھنے والے کہاں ہیں جنھوں نے ہماری بحث کو سنسر کرنا ہے اور منضبط کرنا ہے۔ کیا وہ شاعر ہونے چاہئیں؟

سقراط: پھر یہ جیسے آپ کی خواہش ہو۔ میں اپنا بیان کروں گا۔ کیونکہ کم تر معاملے کے بارے میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ فلسفہ کے آقاؤں نے اپنے بچپن سے یا کسی دوسرے سیاسی اجتماع کا راستہ نہیں دیکھا۔ انھوں نے کبھی قانون یا عدالتی ڈگریاں دیکھیں، نہ کبھی ان کے بارے میں سنا تحریری یا زبانی طور پر، سیاسی کوئی مقام یا عہدہ، کلب یا ضیافتیں۔ گانا گانے والی خوبصورت دوشیزائیں، کبھی اُن کے خوابوں میں بھی نہیں آئیں۔ آیا کوئی واقعہ شہر میں اچھا ہوا

ہے یا بُرا۔ کسی کو اپنے آبا و اجداد سے کیا بے وقاری ورثے میں ملی۔ مرد یا عورت۔ وہ معاملات ہیں جن کے بارے میں فلسفی اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ سمندر میں کتنے پیالے ہیں۔ نہ ہی وہ اپنی جہالت کے بارے میں جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مطمحِ نظر یہ نہیں کہ وہ شہرت پائیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اُس سے غیر متعلقہ چیزیں شہر کا حصہ ہیں۔ اُس کا ذہن انسان کے معمولی پن اور کچھ نہ ہونے کو حقیر سمجھتا ہے اور ان سے دور بھاگتا ہے۔ جیسا کہ پنڈر (Pindar) کہتا ہے کہ زمین، آسمان اور اس کے درمیان ہر چیز اور فطرت کی ہر چیز کے بارے میں سوال کرنا فلسفی کا کام ہے لیکن دنیاوی کسی چیز سے روابط اُس کی معراج نہیں۔

تھیوڈورس: اس سے سقراط آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط: میں اپنے معنی بیان کروں گا۔ تھیوڈورس۔ مذاق کے طور پر جس کے بارے میں باشعور تھریسیا کے باشندے (Thracian) سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس نے یہ مذاق تھیلس (Thales) کے بارے میں کیا تھا۔ جب وہ کنوئیں میں گر پڑا، ستاروں کو اوپر دیکھتے ہوئے اُس نے کہا کہ وہ یہ جاننے میں اس قدر خواہاں تھا کہ آسمان پر کیا ہو رہا تھا کہ وہ یہ نہ دیکھ سکا کہ زمین پر اُس کے قدموں کے آگے کیا تھا۔ یہ ایسا مذاق ہے جو تمام فلسفہ دانوں کے لیے برابر لاگو ہوتا ہے۔ کیونکہ فلسفی اپنے گھر کے اگلے گھر پڑوس سے مکمل بے خبر ہوتا ہے۔ وہ جہالت کا شکار ہوتا اپنے کام کے بارے میں نہیں لیکن وہ مشکل سے جانتا ہے کہ وہ انسان ہے کہ حیوان۔ وہ انسان کی اصلیت کا متلاشی ہوتا ہے اور یہ جاننے میں مصروف ہوتا ہے کہ فطرت کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ آپ مجھے سمجھتے ہیں تھیوڈورس۔

تھیوڈورس: میں آپ کو سمجھتا ہوں اور جو آپ کہتے ہیں وہ درست ہے۔

سقراط: میرے دوست ہر نجی اور عوامی موقع پر جیسا کہ میں نے پہلے کہا۔ جب وہ عدالت میں حاضر ہوتا ہے یا کسی بھی جگہ جہاں اُسے کسی چیز کے بارے میں بولنا پڑتا ہے۔ جو اُس کے قدموں کے پاس اور آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ ایک مذاق بن جاتا ہے۔ نہ کہ تھریسیا کا بلکہ عام ہجوم کا۔ کنوئیں میں گر کر یا کسی بھی قسم کی تباہی کا نشانہ بننے کی بنا پر اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے، اُس کا اناڑی پن خوفناک ہے اور ناتوانی کا تاثر دیتا ہے۔ جب اُس پر اس کا انکشاف کیا جاتا ہے تو اس کے پاس

اپنی احمقانہ حرکتوں کے جواب میں کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے کسی کے سکینڈل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا اور وہ اس پر دلچسپی نہیں لیتے۔ اس لیے اُس کی بے وقوفی پر لوگ ہنستے ہیں۔ جب دوسروں کی تعریف ہو رہی ہوتی ہے اور وقار بیان کیا جا رہا ہوتا ہے تو اسے اپنی سادگی کی وجہ سے قہقہے لگانے کے دورے پڑنے سے بچایا نہیں جا سکتا۔ اُس پر وہ پرلے درجے کا احمق دکھائی دیتا ہے۔ جب وہ کسی بادشاہ یا جابر کی تعریف سنتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ شاید کسی جانور رکھنے والے کی تعریف سُن رہا ہے۔ کسی گڈریا کی یا گائے، بھینس چرانے والے کی۔ شاید دودھ دھونے کی خوبی کی وجہ سے مبارک باد دی جا رہی ہے اور وہ یہ رائے دیتا ہے کہ مخلوق جس کے بارے میں وہ بات کرتے ہیں اور جس سے وہ دولت سمیٹتے ہیں وہ تھوڑی قابل کھوج اور زیادہ دھوکا دینے والی فطرت کی مالک ہے۔ پھر دوبارہ وہ یہ کہتا ہے کہ بڑا آدمی ایک گڈریے کی طرح بُرے رویہ کا حامل اور غیر تعلیم یافتہ ہوتا ہے کیونکہ اسے کوئی سکون نہیں ہوتا اور دیوار کے اندر قید ہوتا ہے جو کہ اُس کا کوہی قید خانہ (Mountain-pen) ہے، کسی ایسے جاگیردار جس کی دس ہزار ایکڑ زمین ہو یا اس سے زیادہ، ہمارا فلسفی اسے ایک معمولی حقیر چیز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ ساری دنیا کے بارے میں سوچنے کا عادی ہے۔ جب وہ ایک خاندان کے گیت گاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں ایک معزز شخص ہے کیونکہ اس کے آباؤاجداد کی سات نسلیں وہ پیش کر سکتا ہے جو امیر تھیں۔ وہ سوچتا ہے کہ ان کے جذبات جو یہ کہہ رہے ہوتے ہیں ان کے اناڑی پن اور تنگ نظری کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ جو کہ ساری چیز کو دیکھنے کے لیے تعلیم یافتہ ہیں۔ وہ یہ غور نہیں کرتے کہ ہر شخص کے آباؤاجداد میں ہزار ہا بزرگ تھے اور اُن میں غریب امیر، بادشاہ غلام سب شامل تھے۔ ہیلینائی لوگ، بربریت کے علمبردار، تعداد میں ان گنت۔ اور جب لوگ اپنے آباؤاجداد میں پچیس بزرگوں کا دعویٰ کرتے ہیں جس کا سلسلہ ایمفیٹریون (Amphitryon) کے بیٹے ہراکلیس سے جا ملتا ہے۔ وہ ان کے خیالات کی پستی کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ یہ اخذ کرتے ہیں کیونکہ قابل نہیں کہ ایمفیٹریون کا پچیسواں آباؤاجداد تھا جو کوئی ہوگا۔ وہ ایسی قسمت کا دھنی تھا کہ اس کے پچاس اور پھر اس سے بھی زیادہ آباؤاجداد تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس خیال سے خوش کرتا کہ وہ گن نہیں سکتا اور ایک چھوٹی ریاضی نے اُن کی بے حس شہرت سے نجات پائی ہوگی۔ اب ان تمام معاملات میں ہمارے فلسفی کا واسطہ

اناڑی لوگوں سے ہے۔ کیونکہ اس بارے میں سوچا جاتا ہے کہ وہ ان کی تحقیر کرے گا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ بے خبر ہے کہ اس کے آگے کیا ہے اور ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔

تھیوڈورس: یہ بالکل درست ہے، سقراط۔

سقراط: لیکن میرے دوست۔ جب وہ دوسروں کو بالائی ہوا میں لاتا ہے اور اپنی خوشیاں قربان کرتا ہے۔ انصاف دینا انصاف کی سوچ میں اپنی فطرت کے مطابق اور ان کے اختلافات کی سوچ میں ایک دوسرے سے اور دوسری چیزوں کے بارے میں۔ یا ایک بادشاہ یا امیر آدمی کی جگہ سے حکومت کے غور و خوض کے لیے۔ آدمی کی خوشی اور مصیبت میں عام طور پر کہ وہ کیا ہیں اور ایک آدمی انھیں کیسے حاصل اور کیسے اُن سے بچ سکتا ہے۔ جب اُن کا تنگ قانونی اور چھوٹا ان تمام چیزوں کے بارے میں جاننے میں بے قرار ہے۔ وہ فلسفی سے انتقام لیتا ہے کیونکہ روشنی سے چوند جانے کی وجہ سے جس میں وہ لٹکا ہوا ہے۔ جب وہ نیچے خلا میں دیکھتا ہے۔ جو کہ اُس کے لیے عجیب و غریب تجربہ ہے۔ وہ مایوس اور کھویا ہوا ہونے کی بنا پر اور ٹوٹے ہوئے الفاظ ادا کرنے کی وجہ سے مذاق کا سبب بن جاتا ہے۔ نہ تھریسیا کے باشندے یا کسی دوسرے اور کے لیے نہیں بلکہ عام عوام کے ہجوم کے لیے۔ کیونکہ اُن کی حالات پر نظر نہیں ہوتی۔ لیکن ہر آدمی کے لیے جس نے غلام کی زندگی میں نشو ونما نہیں پائی۔ اس طرح کے دو کردار ہیں۔ تھیوڈورس۔ ایک آزاد آدمی کا جو سکون اور آزادی میں پلا بڑھا اور تربیت پائی جسے آپ فلسفی کہتے ہیں۔ اس کو ہم الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ سادہ دکھائی دیتا ہے اور کسی کام کا نہیں جب اسے کوئی معمولی کام سرانجام دینا پڑے، جیسا کہ بستر کے کپڑے پیک کرنا۔ سلاد کو رنگ دینا یا بول چال میں چاپلوسی کرنا۔ دوسرا کردار وہ ہے جو آدمی یہ سارا کام خوبصورتی اور صفائی سے سرانجام دیتا ہے۔ لیکن یہ چاہتا ہے کہ اپنا چوغہ ایک معزز آدمی کی طرح کیسے پہنا جا سکتا ہے۔ وہ گفتار میں ماہر ہونے کے باوجود وہ زندگی بسر نہیں کرتا جو وہ لوگ بسر کرتے ہیں جن پر آسمان مہربان ہوتا ہے یا ہمیشہ قائم رہنے والے لوگ جو زندگی گزارتے ہیں۔

تھیوڈورس: اگر آپ ہر کسی کو مطمئن کر سکیں اور راضی کر سکیں۔ سقراط۔ جیسا کہ آپ نے مجھے کیا۔ آپ کی سچ کی بنا پر لوگوں میں برائیاں کم اور امن و محبت زیادہ ہوگی۔

سقراط: بُرائی کبھی ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ اچھائی کا الٹ ہر حال میں موجود رہے گا۔ آسمان پر دیوتاؤں میں

جنگ نہ ملنے کی وجہ سے لازم ہے کہ وہ فنا ہونے والی فطرت پر اُڑتی رہے اس زمین پر۔ اس لیے ہمیں زمین سے آسمان کی طرف اُڑنا چاہیے جس قدر جلدی ہم اُڑ سکیں۔ زمین سے اُڑ جانا ایسے ہی ہے کہ دیوتا بن جانا۔ جس حد تک ایسا ممکن ہو دیوتا بن جانا۔ اس قدر ہی پاک، عقل مند اور انصاف پن بن جانا ممکن ہے۔ لیکن میرے دوست آپ دنیا کو آسانی سے اس بات پر راضی نہیں کر سکتے کہ انھیں بُرائی سے بچنے اور نیکی کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نہ ہی صرف اس لیے کہ آدمی اچھا دکھائی دے جو وجہ دنیا کی طرف سے بتائی گئی ہے اور میرے نزدیک یہ ایک بڑھیا بیوی کی دہرائی گئی بات ہے۔ جبکہ سچ یہ ہے کہ خدا غیر متقی نہیں ہے۔ وہ مکمل سچا اور درست ہے۔ اور ہم میں جو زیادہ متقی ہے وہ اس جیسا ہے۔ اس میں انسان کی سچی ہوشیاری اور کچھ نہ ہونے اور آدمی بننے کی چاہت نظر آتی ہے کیونکہ یہ جاننا کہ یہ سچ کیا ہے۔ عقل اور نیکی ہے۔ اور اس سے بے خبری بُرائی اور غلطی ہے۔ دوسری تمام قسم کی عقل یا ہوشیاری جو دکھائی دیتی ہے۔ جیسی کہ سیاستدانوں کی ہوشیاری ہو۔ یا فن کی عقل اناڑی پن اور کھردرا پن ہے۔ غیر متقی شخص یا ایسی باتیں کہنے والا یا ناپاک چیزوں کا مبلغ بہتر ہے ان کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اس دھوکے میں کہ ان کی بدمعاشی ہوشیار پن ہے۔ کیونکہ آدمیوں کے لیے اعلیٰ وقار شرم میں ہے۔ وہ خیال کرتے اور دوسرے کو سُنتے ہیں کہ وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ''یہ نہیں یہ کسی کے لیے بہتر نہیں بلکہ زمین پر بوجھ ہیں۔'' لیکن جیسا کہ آدمیوں کے بارے میں ہے کہ وہ ریاست میں با حفاظت رہنے والے ہونے چاہئیں۔ آئیں انھیں بتائیں کہ وہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ، وہ کچھ ہیں جو وہ سوچتے ہیں، آپ کے بارے میں۔ کیونکہ وہ ناانصافی کا جرمانہ نہیں جانتے۔ جو انھیں تمام چیز سے بالاتر جاننا چاہیے۔ نہ سزا، نہ موت جیسا کہ وہ فرض کرتے ہیں جن سے اکثر بُرائی بچ نکلتی ہے لیکن وہ جرمانے سے نہیں بچ نکلتی۔

تھیوڈورس: وہ کیا ہے؟

سقراط: دو طریقے ہیں جو ہمیشہ سے طے کیے گئے ہیں ان کے لیے۔ ایک رحمت اور پاکیزہ آفاقی دوسرا دیوتاؤں کے بغیر یہ روح کا راستہ لیکن وہ انھیں نہیں دیکھتے۔ یا سوچتے نہیں کہ وہ کیا غلطی کی بنا پر ایک کی طرح بڑھ رہے ہیں جبکہ دوسرے کی طرح وہ بُرائی کی وجہ سے اپنی زندگی کی غلطیوں کے

لیے جواب دہ ہیں۔ یہ ان کے لیے جرمانہ ہے۔ اور اگر ہم انھیں بتائیں کہ جب تک وہ اپنی عیاری کو ترک نہیں کریں گے۔ معصومیت کی جگہ انھیں موت کے بعد اُس وقت قبول نہیں کرے گی اور حتیٰ کہ زمین پر اپنی زندگی کے دوران ہمیشہ اپنی بُرائی کی پسندیدگی کا غلام رہیں گے اور میرے دونوں کا ساتھ ان کو اپنے قبضے میں رکھے گا۔ جب وہ یہ سُنتے ہیں تو اپنی اعلیٰ عیاری کی بنا پر، وہ احمق کی بات سُنتے دکھائی دیں گے۔

تھیوڈورس: بالکل سچ۔ سقراط۔

سقراط: بالکل سچ میرے دوست جیسا کہ میں بہتر جانتا ہوں۔ لیکن ان کے معاملے میں ایک خصوصیت ہے جب وہ اپنی نجی زندگی میں فلسفے کی ناپسندیدگی کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اگر اُن میں حوصلہ ہو کہ وہ بحث سُن سکیں اور فرار اختیار نہ کریں تو وہ بالآخر اپنے آپ سے بُری طرح عدم اطمینان کا شکار ہوتے ہیں، ان کا اُصول ختم ہو جاتا ہے اور وہ بچوں کی مانند بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ یہ تاہم اب حد سے تجاوز ہے، جس سے ہمیں اس وقت اجتناب کرنا چاہیے۔ یا وہ حد سے باہر نکل جائیں گے اور اصل بحث اس میں غرق ہو جائے گی۔ اگر آپ راضی ہوں تو ہم اصل نکتہ کی طرح واپس آ جائیں گے۔

تھیوڈورس: اپنی طرف سے سقراط۔ میں بلکہ اس میں تجاوز کروں گا کیونکہ میں اس عمر میں ان کی پیروی کرنا آسان سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر آپ کی خواہش ہے تو آئیں بحث کی طرف واپس چلیں۔

سقراط: کیا ہم اس نکتہ تک نہیں پہنچ پائے جس میں دائمی گفتار کے حامیوں کا کہنا ہے کہ چیزیں ایسی ہیں جیسی وہ ہر ایک کو نظر آتی ہیں۔ وہ بڑے اعتماد سے اس چیز کو برقرار رکھے ہوئے تھے کہ احکامات جو حکومت منصفانہ سمجھتی ہے وہ حکومت کے لیے ہی منصفانہ ہوتے ہیں۔ جب وہ لاگو کیے جاتے ہیں۔ یہ خاص طور پر انصاف کے بارے میں کہا گیا تھا۔ لیکن جہاں تک اچھے کا واسطہ ہے کوئی بھی زیادہ دیر تک حکومت کے ان دعووں پر مطمئن نہیں رہ سکتا جنھیں حکومت نے اچھے سمجھ کر نافذ کیا۔ جب وہ نافذ تھے وہ واقعی اچھے تھے جو یہ کہتا ہے وہ "اچھے" کے لفظ سے مذاق کرتا ہے اور اصل سوال کا سامنا نہیں کرے گا۔ یہ تضحیک ہوگی۔ کیا ایسا نہیں ہوگا۔

تھیوڈورس: یقیناً۔ ایسا ہوگا۔

سقراط: اسے نام کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اُس چیز کا کہنا چاہیے جو اُس نام کے پیچھے

سوچی گئی ہے۔

تھیوڈورس: درست۔

سقراط: جو کوئی نام استعمال کیا جائے اچھایا قرین مصلحت قانون سازی کا مقصد ہے اور جہاں تک اُس کی رائے کا تعلق ہے ریاست تمام قوانین قرین مصلحت کے نام پر نافذ کرتی ہے۔ کیا قانون سازی کا کوئی اور نام بھی ہوسکتا ہے؟

تھیوڈورس: یقیناً نہیں۔

سقراط: لیکن مقصد ہمیشہ حاصل کرلیا جاتا ہے؟ کیا اکثر غلطیاں نہیں کی جاتیں؟

تھیوڈورس: ہاں میرا خیال ہے اکثر غلطیاں کی جاتی ہے۔

سقراط: میرا خیال ہے غلطی کا امکان زیادہ نمایاں طور پر بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اگر ہم سوال پوری قسم کے حوالے سے کریں جس میں اچھائی اور سوچ آتی ہے تو ساری قسم کو مستقبل کے حوالے سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور قوانین اس خیال کے تحت بنائے جاتے ہیں کہ وہ آنے والے وقتوں میں مفید ہوں گے جو کہ دوسرے الفاظ میں مستقبل ہے۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: اب فرض کریں کہ ہم پروٹاغورس یا اُس کے پیروکاروں میں سے کسی سے ایک سوال پوچھتے ہیں۔ اے پروٹاغورس۔ ہم اُس سے کہیں گے۔ آدمی ایسا ہے جیسا کہ آپ اعلان کرتے ہیں۔ تمام چیزوں کی پیمایش، سفید، ہلکی، بھاری، سب چیزوں کے لیے وہ منصف ہے۔ کیونکہ اُن میں اُس کا اپنا اُصول کارفرما ہے اور جب وہ سوچتا ہے چیزیں ایسی ہیں جیسی وہ انھیں اپنی زندگی میں پاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ کیا ہے اور اس کے لیے کیا سچ ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

تھیوڈورس: جی ہاں۔

سقراط: کیا آپ اپنے اُصول کو وسیع کرتے ہیں۔ پروٹاغورس۔ ہم اُس سے مزید پوچھیں گے۔ مستقبل کے لیے اور حال کے لیے بھی۔ اور کیا اُس کا اُصول صرف یہ نہیں کہ اُس کی رائے میں کیا ہے بلکہ یہ کہ کیا ہوگا۔ اور کیا چیزیں ہمیشہ ایسے ہی ہوتی ہیں جیسی وہ توقع کرتا ہے۔ مثال کے طور پر حرارت کا معاملہ لے لیں۔ جب ایک عام آدمی یہ سوچتا ہے کہ اسے بخار ہونے والا ہے اور یہ کہ اس قسم کی

حرارت پیدا ہو رہی ہے۔ ایک دوسرا آدمی جو طبیب ہے۔ اُس کی رائے مختلف ہے۔ جس کی رائے درست ہونے والی ہے؟ یا کیا وہ دونوں ہی درست ہیں۔ اُسے اُس کی اپنے فیصلے میں بخار ہونے والا ہوگا نہ کہ طبیب کے فیصلے کے مطابق۔

تھیوڈورس: یہ کس قدر مہمل ہے۔

سقراط: اور شراب پیدا کرنے والا۔ میری رائے میں اگر میں غلط نہیں تو انگور کی مٹھاس اور خشک پن کے بارے میں بہتر رائے رکھتا ہے جو کہ ابھی تک منجھے ہوئے کھلاڑیوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: اور موسیقی کی ترتیب میں ایک موسیقار تربیتی ماسٹر سے بہتر جانتا ہے۔ اس کی نسبت جسے موسیقی ماسٹر موافقت خیال کرے گا، اس کے اُلٹ۔

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: اور باورچی مہمان سے بہتر منصف ہوگا۔ مہمان جو کہ باورچی نہیں۔ مسرت اُس کھانے سے اخذ کی جائے گی جو تیاری کے مراحل میں ہے۔ موجودہ وقت یا ماضی کے حوالے سے مسرت کا ہم ابھی ذکر نہیں کر رہے۔ لیکن کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر کوئی مسرت کا از خود بہتر منصف ہوگا۔ جو دکھائی دے گا اور مستقبل میں اس کے لیے ہوگا۔ نہیں۔ کیا آپ نہیں۔ پروٹاغورس بہتر اندازہ کر سکتا ہے کہ کون سی بحث عدالت میں سب کو مطمئن کرے گی عام آدمی کی بجائے۔

تھیوڈورس: یقیناً۔ سقراط۔ وہ پیشگوئی کیا کرتا تھا سخت زوردار انداز میں کہ وہ اس معاملے میں دوسرے تمام لوگوں میں اعلیٰ ترین ہے۔

سقراط: یقیناً ہوگا۔ درست۔ کس نے اُس کے ساتھ گفتگو کے لیے بڑی قیمت ادا کی ہوگی۔ اگر وہ اپنے مہمان کو یہ بات سمجھانے کے قابل ہو گیا ہوگا کہ نہ کوئی پیغمبر، نہ ہی کوئی اور دوسرا اس سے بہتر بتانے کے قابل ہوگا جو ہوگا اور مستقبل میں ہونے والا دکھائی دیتا ہے جو کسی کے لیے ہو سکتا ہے۔

تھیوڈورس: کون درحقیقت ایسا ہے؟

سقراط: قانون سازی اور سوچ کا تعلق بھی مستقبل سے ہے۔ اور ہر کوئی تسلیم کرے گا کہ ریاستیں قانون بنانے میں اکثر اپنے اعلیٰ مفادات میں ناکام رہتی ہیں۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: پھر ہم آپ کے اُستاد (آقا) کے خلاف پوری طرح بحث کر سکتے ہیں کہ اُسے ماننا چاہیے کہ ایک آدمی دوسرے سے زیادہ عقل مند ہوگا۔ اور یہ کہ عقل مند پیمانہ ہے۔ لیکن میں جو کہ کچھ نہیں جانتا۔ وہ قطعاً احترام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو پروٹاغورس کا وکیل مجھ پر ابھی تھوپ رہا تھا۔ آیا میں کسی چیز کا ناپ ہوں کہ نہیں؟

تھیوڈورس: یہ اس کا بہترین ادراک ہے۔ اگرچہ وہ اس وقت بھی پکڑا گیا جب سچ کو اس نے دوسروں کی رائے قرار دیا۔ جنھوں نے اپنی رائے میں اسے مکمل جھوٹ کہا تھا۔

سقراط: بہت سارے طریقے ہیں تھیوڈورس۔ جن میں اس اُصول کو رد کیا جا سکتا ہے کہ ہر آدمی کی ہر رائے درست ہے۔ لیکن یہ ثابت کرنے میں زیادہ مشکل ہے کہ احساس کی حالتیں جو آدمی میں موجود ہیں اور جن میں سے رائے اور حسی تجربات پیدا ہوتے ہیں ان حالتوں کے مطابق کیا وہ بھی غلط ہیں۔ بڑی حد تک امکان ہے کہ میں ان کے بارے میں احمقانہ انداز میں بات کر رہا ہوں۔ کیونکہ وہ ناقابل الزام ہو سکتی ہیں اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے واضح ثبوت ہیں اور یہ کہ وہ علم کا معاملہ ہے۔ وہ غالباً ٹھیک ہوں گے۔ جس معاملے میں ہمارا دوست تھیاٹیٹس اب تک کوئی قابل قدر کام نہیں کر پایا۔ جب اُس نے شعور اور علم کی شناخت کی۔ اس لیے آئیں ہم اس معاملے کو قریب لائیں۔ جیسا کہ پروٹاغورس کے وکیل چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم نے کائنات کے بیچ کے گرد ایک دائرہ کھینچ لیا، کیا یہ نظریہ مضبوط ہے کہ نہیں؟ کسی بھی طرح اس معاملے میں چھوٹی جنگ جاری نہیں ہے اور اس کے جنگجو بھی چند ایک نہیں ہیں۔

تھیوڈورس: یہ واقعی چھوٹی جنگ نہیں۔ کیونکہ یونیا (Ionia) میں فرقہ تیز تر پھیلتا ہے۔ ہراکلیٹس کے پیروکار اس نعرے کے طاقتور ماننے والے ہوں گے۔

سقراط: تب ہم پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے میرے دوست تھیوڈورس کہ ہم اس سوال کی ابتدا سے جانچ پڑتال کریں کیونکہ اسے وہ خود پیش کر رہے ہیں۔

تھیوڈورس: یقیناً ہم اس کے پیش کردہ ہیں۔ ہراکلیٹس کے ان قیاس جن کے بارے میں آپ کہتے ہیں اتنے ہی پُرانے ہیں جتنے کہ ہومر یا اس سے بھی زیادہ پُرانے۔ افیزیا کے لوگ (Ephesians) ازخود

جن کی انھیں جاننے کی پیشگوئی کی ہے وہ پاگل پن کی حد تک اس کے علمبردار ہیں اور آپ اُن کے ساتھ اس موضوع پر بات نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُن کی کتابوں کے مطابق وہ ہمیشہ حرکت میں ہیں۔ لیکن اس پر بحث یا سوال کی صورت میں اور آہستہ سے سوال کرنا اور جواب دینا ہوتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ کہ وہ فرار اختیار کر سکتے ہیں۔ یا ان ساتھیوں میں یہ مصمم ارادہ کہ ان میں سکون کی حالت کا کوئی ذرہ موجود نہیں۔ یہ اس کی نفی کی پوری طاقت سے زیادہ ہے۔ اگر آپ اُن میں کسی ایک سے بھی یہ سوال پوچھیں وہ تیر کش کی طرح مختصر جواب آپ پر دے مارے گا۔ اگر آپ اس کی وجہ پوچھیں کہ اُس نے کیا کہا۔ تو آپ پر نئے الفاظ سے حملہ کر دیا جائے گا۔ جن میں سے کوئی حل نہیں نکلے گا، نہ ہی وہ ایک دوسرے سے بحث میں نتیجہ نکالتے ہیں۔ ان کا سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ کسی مستقل اُصول کو نہ تو بحث کے دوران اور نہ ہی وہ ذہنوں میں بٹھایا جائے۔ یہ خیال کرتے ہوئے جیسا کہ میں اندازہ کرتا ہوں کہ ایسا کوئی اُصول اُن کی رائے میں رکھنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ان کی رکنے کی حالت سے جنگ ہے۔ اس لیے اس حالت کو ہر جگہ سے نکال باہر کرنے کے لیے وہ ہر وہ کچھ کرتے ہیں۔ جو وہ کر سکتے ہیں۔

سقراط: میرا خیال ہے۔ تھیوڈورس۔ آپ نے اُن کو صرف جنگ کی حالت میں دیکھا ہے۔ لیکن امن کے زمانے میں ان کے ساتھ کبھی نہیں رہے۔ کیونکہ وہ آپ کے دوست نہیں۔ ان کا امن کا نعرہ صرف خوشی کے زمانے میں لگایا جاتا ہے۔ جیسا کہ میرا خیال ہے۔ صرف اُن پیروکاروں کے لیے جنھیں وہ اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں۔

تھیوڈورس: پیروکاروں۔ میرے محترم ان کا کوئی نہیں۔ اس طرح کے آدمی ایک دوسرے کے پیروکار نہیں ہیں۔ لیکن وہ اپنی مرضی سے بڑھتے ہیں اور کہیں سے بھی حوصلہ افزائی پاتے ہیں۔ اُن میں سے ہر کوئی اپنے پڑوسی سے یہ کہتے ہوئے کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ ان آدمیوں سے جیسا کہ میں کہہ رہا تھا۔ آپ کوئی وجہ نہیں پا سکتے۔ ان کی مرضی سے یا اس کے بغیر ہمیں سوال ان سے حاصل کرنا ہے اور خود اُس کا تجربہ کرنا ہے۔ جیسے کہ ہم جیومیٹری کا مسئلہ کر رہے ہوں۔

سقراط: بالکل درست۔ لیکن پہلے کیا گیا سوال لیتے ہوئے۔ یا ہم نے پُرانے لوگوں سے یہ نہیں سنا جو عقل زیادہ تر شاعروں سے سیکھتے تھے جن میں ٹیتھائیس (Tethys) اور اوشین (Oceanus) ہیں کہ

تمام چیزوں کا منبع ندیاں ہیں اور یہ کہ کوئی چیز سکون پذیر نہیں۔ اب جدت پسندوں نے بھی اپنی اعلیٰ عقل و دانش میں یہ کھلم کھلا اعلان کیا ہے۔ جوتے بنانے والا بھی شاید ان سے سیکھ لے۔ اور پھر احمقانہ انداز میں نہ سوچے کہ کچھ چیزیں حالت سکون اور دوسری حالت حرکت میں ہیں۔ یہ سیکھ کر کہ ساری چیزیں حرکت کی حالت میں ہیں۔ وہ اچھی طرح اپنے اُستادوں کا احترام کرے گا۔ میں تقریباً اس کا متضاد نعرہ بھول گیا ہوں۔ تھیوڈورس۔

"اکیلا ایک ہی جگہ پر موجود رہتا ہے، جو کہ سب کے لیے نام ہے۔"

یہ پارمینڈس، میلیسس (Melissus) اور ان کے پیروکاروں کی زبان ہے، جو مضبوطی سے یہ اس مؤقف پر ڈٹے رہتے ہیں کہ سب ایک ہے اور اپنے آپ میں موجود ہے اور حرکت کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی جگہ نہیں۔ ہم کیا کہیں گے میرے دوست۔ ان سب لوگوں کو۔ کیونکہ آگے بڑھنے کے لیے قدم بہ قدم ہم پوری طرح جنگجوؤں میں گھرے ہوئے ہیں اور جب تک ہم اپنے واپس ہٹنے کا تحفظ نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے جذباتی پن کا جرمانہ ادا کریں گے۔ ان کھلاڑیوں کی مانند جنھیں لکیر پر ہی گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اور مختلف سمتوں میں انھیں دو جماعتیں گھسیٹتی ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے، بہتر ہے کہ ہم ان سے شروع کریں جنھیں ہم نے پہلے مخاطب کیا۔ "دریاؤں کے دیوتا" اور اگر ہم ان میں کوئی سچ پا سکیں ہم ان کی مدد کریں گے کہ وہ ہمیں اوپر کھینچیں۔ اور دوسروں سے نجات کے لیے کوشش کریں گے۔ لیکن اگر اس کے فریق زیادہ سچائی سے بولتے دکھائی دیں تو ہم پارٹی سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ جو ان کے لیے ناقابل حرکت کو حرکت میں لائیں گے اور اگر ہم پائیں کہ ان میں کسی کے پاس بھی کچھ کہنے کو نہیں تو ہم مضحکہ خیز حالت میں ہوں گے۔ اپنی کمزور رائے کا اس قدر بڑا خیال کرنا اور مشہور و دانا ہم لوگوں کو مسترد کیے جانے کی بنا پر، او تھیوڈورس! کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اس معاملے میں جس میں اتنا خطرہ موجود ہو اس میں بحث کو آگے بڑھانے کا کوئی فائدہ ہے۔

تھیوڈورس: نہیں۔ سقراط۔ اس بات کی جانچ پڑتال نہ کرنا کہ دونوں فریقین کے پاس کہنے کو کیا ہے۔ بالکل ناقابل برداشت ہوگا۔

سقراط: تب ہمیں جانچ پڑتال ضرور کرنی چاہیے۔ جب آپ جو بحث شروع کرنے میں اس قدر ہچکچاہٹ کا

شکار تھے بات کو آگے بڑھانے کے اس قدر خواہاں ہیں تو حرکت کی قسم، سوال دکھائی دیتا ہے، جس سے ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ ان کا اس سے کیا مقصد ہے جب وہ کہتے ہیں کہ تمام چیزیں حرکت میں ہیں؟ کیا صرف ایک ہی قسم کی حرکت ہے؟ یا بلکہ میں یہ سوچتا ہوں کہ دو؟ میں اس بارے میں آپ کی رائے دریافت کرنا چاہوں گا۔ اپنی رائے سے علاوہ اضافی طور پر جس میں شاید میں غلطی کر بیٹھوں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بتائیں کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتی ہے یا اپنے مرکز پر ہی گھومتی ہے کیا وہ یہ نہیں جسے حرکت کہا جاتا ہے۔

تھیوڈورس: جی ہاں۔

سقراط: اس طرح اب ہمارے پاس، قسم کی حرکت موجود ہے۔ لیکن جب ایک چیز ایک جگہ پر رہ کر عمر رسیدہ ہو جاتی ہے یا سفید سے سیاہ میں بدل جاتی ہے یا نرم سے سخت۔ یا کسی اور تبدیلی کی نذر ہو جاتی ہے تو کیا اسے پہلی قسم کی حرکت سے مختلف حرکت کی قسم نہیں کہا جائے گا۔

تھیوڈورس: میرا یہی خیال ہے۔

سقراط: بلکہ یہ کہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر حرکت کی دو اقسام ہو گئیں۔ ''تبدیلی'' اور ''اسی جگہ پر ہونے والی حرکت'' کی اقسام۔

تھیوڈورس: آپ درست کہہ رہے ہیں۔

سقراط: اب یہ فرق کر لینے کے بعد آئیں ان سے مخاطب ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ چیز حرکت میں ہے۔ ان سے پوچھیں کہ کیا تمام چیزوں میں صرف یہی دو قسم کی حرکت ہے۔ یعنی جگہ کی تبدیلی اور اسی جگہ پر ہونے والی حرکت۔ اور کیا ایک ہی چیز دونوں حرکتیں کرتی ہے یا ایک، ایک قسم کی اور دوسری چیز، دوسری قسم کی حرکت کرتی ہے۔

تھیوڈورس: در حقیقت مجھے علم نہیں اس کا کیا جواب دیا جائے لیکن میرا خیال ہے وہ کہیں گے کہ ساری چیزیں دونوں حرکتیں کرتی ہیں۔

سقراط: ہاں دوست۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں تو انھیں یہ کہنا پڑے گا کہ ایک ہی قسم کی چیزیں حالت سکون اور حالت حرکت میں ہیں اور یہ کہنے میں سچ نہیں ہوگا کہ ساری چیزیں حرکت میں ہیں اس کی نسبت کہ ساری چیزیں سکون کی حالت میں ہیں۔

تھیوڈورس: ایسا ہی ہوگا، یقیناً۔

سقراط: اور اگر وہ حرکت میں ہیں اور کوئی چیز حرکت سے خالی نہیں تو تمام چیزوں میں ایک ہی قسم کی حرکت ہونی چاہیے۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: ایک اور نکتے پر غور کریں۔ کیا ہم نے حرارت پیدا ہونے، سفیدی کی وضاحت کے حوالے سے انھیں نہیں سمجھا۔ کسی انداز میں جو کہ اس طرح ہے۔ کیا وہ یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ ان میں سے ہر کوئی عامل اور متحمل کے درمیان حرکت کر رہا ہے۔ اس اختلاف کے ساتھ کہ متحمل کو طاقت حاصل کنندہ خیال کیا جاتا ہے اور اس طرح یہ ماورائے حساس بن جاتا ہے اور عامل معیار کی بجائے جو ہر بن جاتا ہے۔ مجھے شک ہے کہ معیار آپ کے لیے نئی اور عجیب وغریب چیز ہوگی۔ جسے آپ نہیں سمجھ سکتے ہیں اس سے کچھ اخذ کرنے کے لیے۔ تب میں ٹھوس مثالیں لوں گا۔ میرا مطلب ہے کہ پیدا کرنے والی قوت یا عامل کبھی نہ تو حرارت بن سکتا ہے نہ ہی سفیدی بلکہ گرم اور سفید اور ایسا ہی دوسری چیزوں کے بارے میں ہے۔ کیونکہ دوبارہ دہرانا چاہیے، جو کچھ میں نے پہلے کہا۔ نہ ہی عامل نہ ہی متحمل کا کوئی مکمل وجود ہے لیکن جب وہ باہم ملتے ہیں اور حسی تجربات اور دوسری چیزوں کو جنم دیتے ہیں تو ایک یقینی چیز کا معیار بن جاتا ہے اور دوسرا ناورائے حساس، کیا آپ کو یاد ہے؟

تھیوڈورس: یقیناً۔

سقراط: آپ اُن کے نظریہ کی تفصیلات بلا جانچ پڑتال کیے چھوڑ سکتے ہیں لیکن ہمیں ان سے یہ ایک سوال کرنا نہیں بھولنا چاہیے جس کے بارے میں ہمارا واسطہ ہے۔ ''کیا ساری چیزیں حرکت اور روانی میں ہیں؟''

تھیوڈورس: جی ہاں، ان کا جواب ہوگا۔

سقراط: وہ دونوں طریقوں میں حرکت کرتی ہیں جن کا فرق ہم نے ابھی کہا۔ یہ بھی کہا جائے گا۔ وہ اپنی جگہ پر بھی حرکت کرتے ہیں اور جگہ بھی تبدیل کرتے ہیں۔

تھیوڈورس: یقیناً۔ اگر حرکت مکمل ہوگی۔

سقراط: اگر وہ جگہ تبدیل نہ کریں بلکہ ایک ہی جگہ پر حرکت کریں۔ ہمیں یہ کہنے کے قابل ہونا چاہیے کہ کس

قسم کی چیزیں حرکت اور بہاؤ میں ہیں۔

تھیوڈورس: بالکل۔

سقراط: لیکن اب۔ جب سفید سفید چلتا رہتا ہے اور سفیدی از خود حرکت اور تبدیلی کے عمل میں ہے۔ جو کہ ایک رنگ سے دوسرے میں تبدیل ہو رہے ہیں اور کبھی جمود کا شکار نہیں ہوتے۔ کیا کسی رنگ کے نام کو درست طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے؟

تھیوڈورس: یہ کیسے ممکن ہے۔ سقراط۔ اس معاملے میں یا کسی دوسرے معیار کے معاملے میں۔ کیا اب جب ہم بات کر رہے ہیں۔ چیز تبدیلی کے مراحل میں ہے۔

سقراط: آپ حواس کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جیسا کہ دیکھنا، سننا یا دوسری قسم کے حواس ہیں۔ کیا دیکھنے اور سننے کی کوئی رکاوٹ ہے۔

تھیوڈورس: یقیناً نہیں۔ اگر ساری چیزیں حرکت میں ہیں۔

سقراط: پھر ہمیں دیکھنے کے بارے میں، نہ دیکھنے کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ نہ ہی کسی دوسری حس کے بارے میں۔ اگر ساری چیزیں حرکت میں حصہ لیتی ہیں۔

تھیوڈورس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اب بھی شعور علم ہے۔ اس لیے کم از کم میں اور تھیاٹیٹس یہ کہہ رہے تھے۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: پھر جب آپ سے پوچھا گیا تھا کہ علم کیا ہے؟ ہم نے اس کا جواب نہ دیا کہ علم کیا ہے اس کے مقابلے میں کہ علم کیا نہیں ہے۔

تھیوڈورس: میرا خیال ہے، نہیں۔

سقراط: تب یہ ایک عمدہ نتیجہ ہے۔ ہم نے اپنے پہلے جواب کو درست کر لیا۔ یہ ثابت کرنے کی شدید خواہش کے ذریعے کہ کوئی چیز حالت سکون میں نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز بھی سکون کی حالت میں نہیں تو ہر جواب کوئی بھی عنوان ہو، وہ درست ہے۔ آپ کہیں کہ اس طرح ایک چیز ہے اور نہیں بھی۔ یا اگر آپ ترجیح دیں "ہو جاتی ہے" اس طرح۔ اور اگر ہمیں کہیں کہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ تو پھر ہمیں سکون کی وضاحت کرنے والے الفاظ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرنی چاہیے۔

تھیوڈورس: بالکل درست۔

سقراط: جی ہاں۔ تھیوڈورس۔ سوائے یہ کہنے کے کہ ''اس طرح'' اور ''اس طرح نہیں''، لیکن آپ کو اس طرح کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح اور اس طرح نہیں میں کوئی حرکت نہیں۔ اس درس کے پیروکاروں کے پاس بھی اپنے آپ کو بیان کرنے کے لیے ابھی تک الفاظ نہیں۔ اس کے لیے انہیں ضرور نئی زبان سیکھنی ہوگی۔ میں ایک لفظ بھی اس کا نہیں جانتا جو ان کے لیے مناسب ہو۔ ''شاید'' ''نہیں کیسے''، جو کہ مکمل طور پر لامحدود ہے۔

تھیوڈورس: جی ہاں۔ یہ انداز ہے بات کرنے کا جس میں وہ بالکل سکون میں ہوں گے۔

سقراط: اس طرح تھیوڈورس۔ ہم نے آپ کے دوست کے دعوے سے نجات کے بغیر اس کو قبول ہے کہ یہ آدمی ہر چیز کا ناپ ہے۔ بلکہ صرف ایک عقل مند آدمی ہے، پیمانہ ہے۔ نہ ہی ہم اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ شعور علم ہے۔ یقیناً دائمی بہاؤ کے خیال کی بنا پر نہیں۔ جب تک کہ شاید ہمارا دوست تھیاٹیٹس ہمیں اس بات پر مطمئن نہ کرے کہ یہ شعور علم ہے۔

تھیوڈورس: بہت خوب۔ سقراط۔ اب جب پروٹاغورس کے اُصول کے بارے میں بحث مکمل ہوگئی ہے۔ میں جواب دینے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ ہمارا سمجھوتا اس بات پر ہی تھا۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ تھیوڈورس۔ جب تک کہ آپ اور سقراط اس دعوے پر بحث مکمل نہ کرلیں جو یہ کہتے ہیں کہ ساری چیزیں حالت سکون میں ہیں۔ جیسا کہ آپ ظاہر کررہے تھے۔

تھیوڈورس: آپ تھیاٹیٹس۔ جو کہ ایک نوجوان بدمعاش ہو۔ ہمارے ایک بڑے کو وعدہ توڑنے پر نہ اکساؤ بلکہ سقراط کو باقی بحث کے لیے جواب دینے کے لیے تیار ہوجاؤ۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ اگر ان کی خواہش ہے۔ بلکہ میں نے ساکن ہونے کے دعوے کے بارے میں سنا۔

تھیوڈورس: سقراط کو بحث کے لیے دعوت دیں۔ گھڑسوار کو کھلے میدان میں دعوت دیں۔ بلکہ اس سے پوچھیں اور وہ جواب دے گا۔

سقراط: تاہم تھیوڈورس۔ مجھے ڈر ہے کہ میں تھیاٹیٹس کی درخواست پوری نہیں کر پاؤں گا۔

تھیوڈورس: پوری نہیں کر پائیں۔ کس وجہ سے؟

سقراط: وجہ یہ ہے کہ میری ایک قسم کی ضد ہے۔ میلیسس اور دوسروں کے لیے اس قدر نہیں جو یہ کہتے ہیں

کہ ''سب ایک ایک اور ساکن ہے۔ جیسا کہ بزار رہنما پارمینیڈس جسے ہومر کی زبان میں باوقار اور منفرد ترین کہا جائے گا۔ مجھے شرمندگی ہونی چاہیے کہ میں اُسے اُس حوصلے سے ملا جو اس کے لحاظ سے کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ میں اس سے اس وقت ملا جب وہ بوڑھا ہو چکا تھا وہ مجھے بہت زیادہ قابل اور ذہین آدمی محسوس ہوا۔ اور مجھے خوف ہے کہ ہم اس کے الفاظ کو سمجھ نہ پائیں گے اور اس کا مطلب سمجھنا مشکل ہوگا۔ علاوہ ازیں میں سمجھتا ہوں کہ علم کی فطرت جو ہماری بحث کا موضوع ہے۔ وہ بلاٹوک وارد ہونے والے مہمانوں کی وجہ سے ذہن سے اوجھل ہو جائے گی۔ اگر ہم ایسے مہمانوں کو مخل ہونے کی اجازت دیں گے۔ اس کے علاوہ یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اگر اس پر عام طریقے سے غور کیا گیا تو یہ اس سے ناانصافی ہوگی اور اگر پوری طرح اس پر بحث کی گئی تو اس سے علم کے علاوہ دوسرے سوال دھندلے ہو جائیں گے۔ نہ تو ایک اور نہ ہی دوسری وجہ کو مخل ہونے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ لیکن مجھے دایہ کے فن کا حامل ہونے کی وجہ سے اسے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو تھیاٹیٹس کے خیالات میں علم کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔ ایسا کریں اگر آپ کریں گے۔

سقراط: تب اب تھیاٹیٹس مضمون کا ایک اور طریقے سے جائزہ لیں۔ آپ نے جواب دیا کہ علم شعور ہے؟

تھیاٹیٹس: میں نے یہ کہا تھا۔

سقراط: اگر آپ سے کوئی پوچھے کس چیز سے آدمی کالے اور سفید رنگوں کو دیکھتا ہے اور کس چیز کی بنا پر وہ اونچی اور مدھم آوازوں کو سنتا ہے۔ آپ کہیں گے اگر میں غلطی پر نہیں تو ''آنکھوں اور کانوں سے''۔

تھیاٹیٹس: مجھے یہی کہنا چاہیے۔

سقراط: الفاظ اور محاورات کا آزادانہ استعمال پابندی کی بجائے آزاد تعلیم کی خوبی ہے اور اس کا الٹ خودنمائی ہے۔ لیکن بعض اوقات پابندی لازم ہوتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ آپ نے جو ابھی جواب دیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ زیادہ درست یہ کہنا ہوگا کہ ہم آنکھوں اور کانوں سے سنتے اور دیکھتے ہیں یا آنکھوں اور کانوں کے ذریعے۔

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے ''کے ذریعے'' سقراط، ''کے ساتھ'' کی بجائے۔

سقراط: ہاں میرے بیٹے۔ کوئی یہ فرض نہیں کر سکتا کہ ہم میں سے ہر کوئی جیسا کہ ٹروجن گھوڑے کی طرح اس

میں بے شمار بغیر جڑے حواس ہیں۔ جو کہ ایک فطرت میں اکٹھی نہیں ہوتیں۔ ذہن یا جو بھی اچھا لگے، ہم اسے کہہ سکتے ہیں جو کہ چیزیں ہیں، جن کے ذریعے ہم حس کو سمجھتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں اس معاملے میں رضامند ہوں۔

سقراط: یہ وجہ ہے کہ کیوں میں اس قدر پابند ہوں کیونکہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ہم کالے اور سفید رنگ کو آنکھ کے ذریعے دیکھتے ہیں اور دوسری چیزوں کو جسم کے دوسرے حصوں کے ذریعے ہم انھیں جسم کے ایک ہی حصے سے نہیں حاصل کر پاتے۔ اگر آپ سے پوچھا جائے تو آپ شاید ایسے تمام خیالات جسم سے منسوب کر دیں۔ شاید تاہم بغیر مداخلت کیے آپ کو جواب دینے کی آزادی دیتا ہوں تب مجھے بتائیں کہ جن اجزا کے ذریعے ہم آپ سخت، گرم، ہلکے، میٹھے اور دوسرے حواس کو جانتے ہیں، کیا وہ جسم کے حصے نہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً جسم کے ہی حصے ہیں۔

سقراط: آپ تسلیم کریں گے کہ آپ جو چیز، ایک چیز کے ذریعے معلوم کرتے ہیں، وہ دوسرے سے نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر اسے سماعت کے ذریعے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ یا سماعت کی چیز کے ذریعے دیکھنا ممکن نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اگر آپ ان دونوں کے بارے میں سوچیں تو مشترکہ طور پر آپ ان دونوں کو کسی ایک کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے۔

تھیاٹیٹس: ایسا نہیں ہو سکتا۔

سقراط: آواز اور رنگوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔ پہلے آپ یہ تسلیم کریں گے کہ یہ دونوں موجود ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں! اور یہ کہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اپنے آپ جیسی ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اور دونوں دو ہیں اور مکمل علیحدہ۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: کیا آپ مزید یہ رائے دے سکتے ہیں کہ دونوں ایک جیسی ہیں یا ایک دوسرے سے مختلف۔

تھیاٹیٹس: میں یہ کہنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔

سقراط: ان سب سے آپ نے کیا نتیجہ نکالا۔ کیونکہ نہ سننے سے اور نہ ہی دیکھنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں کہ ان میں کوئی چیز مشترک ہے۔ زیر بحث نکتہ کی وضاحت کی مجھے اجازت دیں۔ اگر یہ پوچھنے کا کوئی مطلب ہو کہ کیا آوازیں اور رنگ میں کھارا پن ہے کہ نہیں۔ آپ مجھے یہ کہیں گے کہ کون سا شعبہ اس سوال سے متعلق ہے۔ یہ دیکھنے یا سننے کا نہیں، کوئی اور ہوگا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ذائقے کا شعبہ۔

سقراط: بہت خوب۔ اب مجھے بتائیں کہ وہ قوت کیا ہے جو ان میں تمیز کرتی ہے۔ نہ صرف باشعور چیزوں کے بارے میں بلکہ تمام تر چیزوں کے بارے میں۔ کائنات کا تخیل۔ وہ جنھیں ''ہو رہی'' اور ''نہیں ہو رہی'' کہا جاتا ہے۔ وہ دوسری چیزوں کے بارے میں جن کے متعلق ہم ابھی بات کر رہے تھے۔ کس جزو کو آپ ان خیالات کا کام سونپیں گے۔

تھیاٹیٹس: آپ ہو رہے، نہیں ہو رہے، یکساں غیر یکساں، ایک جیسا اور مختلف کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اتحاد اور دوسرے اعداد کے بارے میں جنھیں عقل کی چیزوں پر لاگو کیا جاتا ہے۔ آپ کا پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے کس جزو کے ذریعے روح طاق اور جفت اعداد کے بارے میں جانتی ہے اور اسی طرح کے دوسرے ریاضی کے سوالات۔

سقراط: آپ نے میرا مطلب بہترین انداز میں سمجھا۔ تھیاٹیٹس۔ یہی چیز ہے جس کا میں پوچھ رہا ہوں۔

تھیاٹیٹس: درحقیقت سقراط۔ میں جواب نہیں دے سکتا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ان کا عقل کی چیزوں کے برعکس کوئی علیحدہ حصہ نہیں۔ بلکہ یہ دماغ ہے۔ وہ اپنی طاقت سے کائنات کی ساری چیزوں کے بارے میں سوچتا ہے۔

سقراط: آپ بے مثال ہیں۔ تھیاٹیٹس۔ نہ کہ فضول جیسا کہ تھیوڈورس کہہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ جو خوبصورتی سے بولتا ہے وہ خود بھی خوبصورت ہے اور اچھا۔ خوبصورتی کے علاوہ آپ نے مجھے ایک طویل بحث سے نجات دلا کر مجھ پر رحم کیا ہے۔ اگر آپ کو اس بارے میں یقین ہے کہ روح کچھ چیزوں کا ازخود جائزہ لیتی ہے اور دوسرے جسم کے دیگر حصوں کے ذریعے۔ کیونکہ یہ اپنی رائے تھی اور میں چاہتا تھا کہ آپ اس سے رضامند ہوں۔

تھیاٹیٹس: میں اس بارے میں مکمل طور پر واضح ہوں۔

سقراط: اور کس حصے کو آپ خوشبو سے منسلک کریں گے کیونکہ یہ ہمارے خیالات کی سب سے زیادہ عالمگیر چیز ہے۔

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے اس قسم سے جس کے بارے میں روح ازخود جاننے کی خواہاں ہے۔

سقراط: کیا آپ کہیں گے کہ ایک جیسا، یکساں، غیر یکساں اور دوسرے سے متعلق ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: کیا آپ اچھے بُرے معزز اور کم تر کے بارے میں بھی یہی کہیں گے۔

تھیاٹیٹس: یہ میں اُن خیالات سے منسوب کرتا ہوں جو لازمی طور پر منسلکہ ہیں اور جن کے بارے میں روح معلوم کرتی ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل سے چیزوں کا تقابلی جائزہ لے کر۔

سقراط: کیا وہ ان چیزوں کی سختی کو نہیں جانتا جو چھونے میں سخت ہیں اور نرمی کو جو چیزیں چھونے میں نرم ہیں؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: لیکن ان کی خوشبو اور وہ جو ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے اختلاف اور اس اختلاف کی ضروری فطرت۔ روح ازخود ان کا جائزہ لے کر فیصلہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ سادہ حسی تجربات (Sensations) جو جسم کے ذریعے روح تک پہنچتے ہیں وہ پیدائش کے وقت جانوروں اور انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی عکاسی اور استعمال بہت سست ہے اور مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر وہ کبھی حاصل ہو جائیں تو اس کا ذریعہ تعلیم اور طویل تجربہ ہوگا۔

تھیاٹیٹس: یقینی طور پر۔

سقراط: کیا ایسا آدمی سچ حاصل کر سکتا ہے جو ہونے کے عمل کو پانے میں ناکام رہے؟

تھیاٹیٹس: ناممکن۔

سقراط: کیا وہ جو کسی چیز کے سچ کو نہیں پا سکتا وہ اس چیز کا علم رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ نہیں کر سکتا۔

سقراط: پھر علم عقل کے اظہار میں نہیں بلکہ ان کی وجوہات میں شامل ہے۔ اسی طرح صرف اظہار میں سچ

اور وجود کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: اور کیا دو عوامل کو ایک ہی نام سے پکاریں گے۔ جب اُن میں اس قدر بڑا فرق ہے؟

تھیاٹیٹس: ایسا کرنا یقیناً ٹھیک نہیں ہوگا۔

سقراط: اور آپ سننے، دیکھنے، سونگھنے، ٹھنڈا یا گرم ہونے کو کیا نام دیں گے؟

تھیاٹیٹس: مجھے ان سب کو سمجھنا کہنا چاہیے۔ ان کو اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

سقراط: کیا جاننا ان کا مشترک نام ہوسکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: جس کا جیسا ہم کہتے ہیں سچ کے حصول میں ہوا پنے سے زیادہ کوئی حصہ نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: اس لیے نہ ہی سائنس یا علم میں؟

تھیاٹیٹس: نہیں۔

سقراط: پھر شعور تھیاٹیٹس، علم یا سائنس جیسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے کہ نہیں۔ سقراط۔ اب پوری طرح فرق ثابت ہوگیا کہ علم شعور سے مختلف ہوگا۔

سقراط: لیکن ہماری بحث کا اصل مقصد یہ جاننا تھا کہ علم کیا ہے؟ اس کی بجائے کہ یہ کیا نہیں ہے۔ اسی دوران ہم نے کچھ ترقی کی ہے۔ کیونکہ ہم علم کو شعور میں مزید بالکل تلاش نہیں کرتے۔ لیکن اس کی بجائے دوسرے عمل میں۔ جس میں ذہن تنہا ہے اور ہونے کے ساتھ مصروف ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا مطلب ہے سقراط۔ اگر میں غلطی نہیں کررہا جسے سوچنا یا رائے دینا کہتے ہیں۔

سقراط: آپ درست سمجھے ہیں اور میرے دوست اب دوبارہ اسی نقطے سے آغاز کریں اور جو پہلے تھا اسے مکمل طور پر ذہن سے صاف کرکے یہ دیکھیں کہ کیا آپ کسی واضح مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ نہیں۔ اور ایک بار پھر کہیں کہ علم کیا ہے؟

تھیاٹیٹس: میں نہیں کہہ سکتا، سقراط کہ ساری رائے علم ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک رائے غلط ہو۔ لیکن میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ علم سچی رائے ہے۔ میرا یہ جواب ہے اور اگر بعد میں یہ غلط ثابت ہوگیا تو

پھر کوئی اور جواب تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔

سقراط: یہ طریقہ ہے، جس طرح آپ کو جواب دینا چاہیے۔ تھیاٹیٹس۔ نہ کہ گزشتہ ہچکچاہٹ کے سے انداز میں۔ کیونکہ آپ دلیری کا مظاہرہ کریں گے تو ہم دو میں ایک فائدہ حاصل کرلیں گے۔ یا تو ہم وہ حاصل کرلیں گے جو تلاش کر رہے ہیں یا کم از کم یہ سوچیں گے کہ ہمیں اس بات کا پتا چل گیا ہے جس کا ہمیں پہلے پتا نہ تھا۔ کسی بھی صورت میں ہمیں بڑا بھاری انعام ملے گا۔ اور اب بتائیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا دو قسم کی رائے ہے۔ ایک سچی اور دوسری جھوٹی۔ اور کیا آپ علم کی تعریف سچ کے طور پر کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ میری موجودہ رائے کے مطابق۔

سقراط: یہ اب بھی ہمارے لیے رائے کے حوالے سے بحث کی بحالی کا موجب ہے؟

تھیاٹیٹس: آپ کس چیز کے بارے میں اشاروں کنائیوں میں کہہ رہے ہیں؟

سقراط: ایک نکتہ ہے جو اکثر میرے لیے مشکل پیدا کرتا ہے۔ میرے اور دوسرے دونوں کے لیے ایک مسئلہ ہے۔ میں ذہن کے تجربے کی فطرت کے منبع کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ جس کا میں حوالہ دیتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: دعا کریں وہ کیا ہے؟

سقراط: غلط رائے کیسے دی جا سکتی ہے۔ یہ مشکل اب بھی میرے ذہن کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔ اور ابھی بھی میں بے یقینی کا شکار ہوں کہ کیا میں سوال کو چھوڑ دوں گا یا کسی دوسرے نئے انداز میں اسے دوبارہ شروع کروں گا۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ دوبارہ شروع کریں۔ کم از کم اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ اس کا کوئی معمولی سا بھی امکان ہے کہ کیا آپ اور تھیوڈورس ابھی اس بارے میں بہت سچے طریقے سے رائے نہیں دے رہے تھے؟ کہ اس طرح کی بحث میں ہمیشہ اپنی مرضی سے وقت صرف کرنا چاہیے۔

سقراط: آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اور شاید اپنی بحث کا دوبارہ آغاز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کسی بڑے نامکمل کام سے، چھوٹا بہتر ہے جو اچھے طریقے سے مکمل ہو جائے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: خوب اور پھر مشکل کیا ہے؟ کیا ہم غلط رائے کے بارے میں بات نہیں کرتے اور کہتے کہ ایک آدمی کی رائے غلط اور دوسرے کی درست ہوتی ہے۔ جیسا کہ ان دونوں صورتوں میں فطری فرق موجود ہے۔

تھیاٹیٹس: ہم یقیناً ایسا کہتے ہیں۔

سقراط: تمام چیزیں جانی جاتی ہیں یا نہیں۔ میں وسطی، سیکھنے کے شعور کو بحث سے خارج کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کا ہمارے اس سوال سے کوئی واسطہ نہیں۔

تھیاٹیٹس: اس میں کوئی شک نہیں۔ سقراط۔ اگر آپ اس کو خارج کر دیتے ہیں اور کوئی متبادل نہیں سوائے ایک چیز کے بارے میں جاننے یا نہ جاننے کے۔

سقراط: اس نکتہ کا فیصلہ اب کیے جانے کی بنا پر، کیا یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ شخص جس کی ایک رائے ہے۔ اس کی رائے کسی چیز کے بارے میں ہوگی جس کے بارے میں جانتا ہے یا نہیں جانتا۔

تھیاٹیٹس: انسے چاہیے۔

سقراط: وہ جو جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ اور وہ جو نہیں جانتا وہ نہیں جان سکتا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: پھر ہمیں کیا کہنا چاہیے۔ جب ایک شخص کی رائے غلط ہے تو کیا وہ خیال کرتا ہے کہ جو وہ جانتا ہے وہ کوئی دوسری چیز ہے۔ اس لیے وہ دو چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ کیا وہ اس وقت دونوں سے جاہل ہے؟

تھیاٹیٹس: یہ ناممکن ہے۔ سقراط۔

سقراط: لیکن شاید وہ کسی ایسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے جس کے بارے میں نہیں جانتا۔ جیسا کہ کوئی دوسری چیز جس کا اسے علم نہیں۔ مثال کے طور پر وہ نہ تو تھیاٹیٹس کو جانتا ہے، نہ سقراط کو، پھر وہ خیال کرتا ہے کہ سقراط تھیاٹیٹس ہے اور تھیاٹیٹس سقراط؟

تھیاٹیٹس: ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

سقراط: لیکن وہ یقیناً یہ فرض نہیں کر سکتا کہ کیا جانتا ہے، کہ ''کیا ہوگا'' اور وہ نہیں جانتا کہ ''کیا نہیں ہوگا''۔

تھیاٹیٹس: یہ بدروح ہوگی۔

سقراط: پھر غلط رائے کہاں ہے؟ کیونکہ اگر ساری چیزیں یا تو ''معلوم'' ہیں یا ''نامعلوم''۔ ہر کوئی رائے

نہیں ہو سکتی جو اس تبادل کے تحت نہ پڑتی ہو۔ اور اس طرح جھوٹی رائے بھی خارج از امکان قرار دے دی گئی ہے۔

تھیٹیس: بالکل درست۔

سقراط: فرض کریں کہ ہم سوال کو جاننے یا نہ جاننے کے دائرے سے باہر ہونے یا نہ ہونے کے دائرہ کار میں لے جاتے ہیں۔

تھیٹیس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

سقراط: شاید ہم "ہوگا" کے سادہ سچ کے بارے میں شک نہیں کرتے کہ وہ جو کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے۔ جس کا کوئی وجود نہیں۔ وہ ضرور غلط سوچے گا۔ جو کچھ دوسرا ہوگا، وہ اس کے ذہن کی حالت ہوگی۔

تھیٹیس: ایسا بھی ناممکن نہیں ہے۔ سقراط۔

سقراط: پھر فرض کریں کہ کوئی ہمیں کہتا ہے۔

تھیٹیس: کیا کسی شخص کے لیے اس چیز کے بارے میں سوچنا ممکن ہے جس کا وجود نہیں ہے۔ خواہ وہ از خود وجود میں آئی ہو یا کوئی دوسری چیز اُس کی موجودگی کا باعث بنی ہو اور فرض کریں ہم جواب دیتے ہیں "ہاں وہ کر سکتا ہے" جب وہ سوچتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ یہ ہمارا جواب ہوگا۔

تھیٹیس: جی ہاں۔

سقراط: لیکن کیا اس کا کوئی مدمقابل بھی ہے۔

تھیٹیس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

سقراط: کیا کوئی آدمی کوئی چیز دیکھ سکتا ہے اور نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے باوجود۔

تھیٹیس: ناممکن۔

سقراط: لیکن اگر وہ ایک چیز دیکھتا ہے۔ وہ کوئی چیز دیکھتا ہے جو موجود ہے۔ کیا آپ فرض کرتے ہیں کہ ایک وہ ہمیشہ نہ موجود ہونے والی چیزوں میں پایا جائے گا۔

تھیٹیس: میں ایسا نہیں کرتا۔

سقراط: تب اگر کوئی چیز دیکھتا ہے تو وہ، وہ چیز دیکھتا ہے جس کا وجود ہے۔

تھیا ٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: وہ جو کوئی کچھ سنتا ہے وہ کچھ سنتا ہے جس کا وجود ہے۔

تھیا ٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: وہ جو کسی چیز کو چھوتا ہے وہ اس چیز کو چھوتا ہے جو ایک ہے اور اس کا وجود ہے؟

تھیا ٹیٹس: یہ بھی درست ہے۔

سقراط: کیا وہ سوچتا ہے کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے؟

تھیا ٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: کیا وہ جو سوچتا ہے، کس چیز کے بارے میں سوچتا ہے۔ جو موجود ہے؟

تھیا ٹیٹس: میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: پھر وہ جو کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا وہ کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا؟

تھیا ٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: وہ جو نہیں سوچتا وہ بالکل نہیں سوچتا؟

تھیا ٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: پھر کوئی کسی ایسی چیز کے بارے میں سوچ نہیں سکتا۔ جس کا وجود نہیں تھا۔ از خود وجود میں آئی ہوئی چیز یا دوسری چیز کی وجہ سے وجود میں آنے والی چیز ہو؟

تھیا ٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: پھر غلط سوچنا اس سوچ سے مختلف ہے جس کا سرے سے وجود نہیں؟

تھیا ٹیٹس: یہ ایسا دکھائی دے گا۔

سقراط: پھر غلط رائے کا ہم میں کوئی وجود نہیں۔ نہ ہونے اور نہ ہی علم کے دائرہ کار میں؟

تھیا ٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: لیکن کیا یہ اس چیز کی وضاحت نہیں جو ہم اس نام سے بیان کرتے ہیں؟

تھیا ٹیٹس: کیا؟

سقراط: کیا ہم یہ فرض نہیں کریں گے کہ غلط رائے یا خیال ایک خلاف دستور چیز ہے۔ کوئی آدمی شاید اپنے

ذہن میں تبادلہ کرے گا اور کہے گا کہ ایک حقیقی چیز دوسری حقیقی چیز ہے۔ کیونکہ وہ ان کے لیے ہمیشہ سوچتا ہے وہ جو موجود ہے لیکن ایک چیز کی جگہ دوسری رکھتا ہے۔ اور اپنے خیالات کھو دینے پر وہ شاید کہے کہ اس کی رائے غلط ہے۔

تھیائیٹس: اب مجھے لگ رہا ہے کہ آپ نے اصل سچ بولا ہے۔ جب ایک آدمی کم تر کو اعلیٰ کی جگہ یا اعلیٰ کو کم تر کی جگہ رکھتا ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس کی رائے غلط ہے۔

سقراط: میں نے دیکھا تھیائیٹس کہ آپ کا خوف ختم ہو گیا ہے اور اب آپ نے مجھے حقیر سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

تھیائیٹس: آپ ایسا کس بنا پر کہہ رہے ہیں؟

سقراط: آپ سوچتے ہیں۔ اگر میں غلط نہیں کہہ رہا کہ آپ کا حقیقی جھوٹ سنسر سے محفوظ ہے اور یہ کہ میں کبھی نہیں پوچھوں گا کہ کیا کوئی تیز ہو سکتا ہے جو سست ہے۔ یا بھاری جو ہلکا ہے۔ یا کوئی دوسری خود تضاد والی چیز جو اپنی فطرت کے مطابق کام کرتی ہے۔ لیکن میں اس بات پر اصرار نہیں کروں گا۔ کیونکہ غیر ضروری طور پر آپ کی حوصلہ شکنی کرنا میری خواہش نہیں۔ اسی طرح آپ مطمئن ہیں کہ غلط رائے خلاف دستور ہے یا کسی اور چیز کا خیال۔

تھیائیٹس: میں سوچتا ہوں۔

سقراط: آپ کے نقطۂ نظر کے مطابق ذہن کی ایک چیز کو دوسری کی مانند سمجھنا ممکن ہے۔

تھیائیٹس: درست۔

سقراط: لیکن ذہن یا سوچنے کی قوت جو انھیں ایک جگہ سے ہٹاتی ہے ان دونوں چیزوں یا ایک کا شعور رکھتی ہے۔

تھیائیٹس: یقیناً۔

سقراط: دونوں اکٹھی یا ایک کے بعد دوسری کے بارے میں۔

تھیائیٹس: بہت خوب۔

سقراط: کیا آپ اس سے میرے مطلب کو سمجھ رہے ہیں؟

تھیائیٹس: وہ کیا ہے؟

سقراط: میرا مطلب وہ گفتگو ہے جو روح اپنے آپ کرتی ہے، کسی چیز کے بارے میں سوچتے ہوئے۔ میں

وہ کہتا ہوں جو مشکل سے سمجھتا ہوں۔ لیکن روح جب سوچتی ہے تو ایسے لگتا ہے کہ وہ مجھ سے باتیں کر رہی ہے۔ ایسے جیسے سوال کر رہی ہو اور پھر از خود جواب دے رہی ہو۔ تصدیق اور انکار کرتے ہوئے اور جب کوئی کسی فیصلے پر پہنچ چکا ہو یا مرحلہ وار یا ایک جھٹکے کے ساتھ اور آخر کار اتفاق کر چکا ہو تو اس کو رائے کہتے ہیں۔ تب میں کہتا ہوں کہ رائے قائم کرنے کے لیے بولنا ضروری ہے۔ اس طرح رائے ''کہا ہوا لفظ'' ہے۔ میرا مطلب ہے اپنے آپ سے خاموشی کے ساتھ، نہ کہ زور سے یا کسی دوسرے کو۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

تھیاٹیٹس: میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔

سقراط: تب جب کوئی آدمی ایک چیز کو دوسری چیز کا خیال کرے تو وہ اپنے آپ سے کہہ رہا ہے کہ ایک چیز دوسری ہے؟

تھیاٹیٹس: ہاں۔

سقراط: لیکن کیا آپ کو یاد ہے کہ لیکن آپ نے اپنے آپ سے کہا ہو کہ معزز، کم تر ہے۔ یا غیر منصفانہ، منصفانہ یا سب سے بہتر یہ کہ کیا آپ نے کبھی اپنے آپ کو اس بات پر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ ایک چیز دوسری ہے۔ جی نہیں۔ سوتے ہوئے بھی نہیں۔ یا کبھی آپ نے اپنے آپ کو پرکھنے کی کوشش کی کہ طاق حقیقت ہے یا اس طرح کی کوئی بات؟

تھیاٹیٹس: کبھی نہیں۔

سقراط: کیا آپ فرض کرتے ہیں کہ کیا کسی آدمی نے ہوش میں یا اس کے بغیر اپنے آپ کو پر ذہنی طور پر اس بات پر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ بیل گھوڑا ہے یا دونوں ایک ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: لیکن اگر سوچنا کسی سے بات کرنا ہے۔ کوئی آدمی دو چیزوں کے بارے میں بولتے اور سوچتے ہوئے یہ نہیں کہے گا کہ ایک دراصل دوسری ہے۔ اور مجھے اس میں مزید اضافہ ضرور کرنا چاہیے کہ آپ نے جو کہ تنازع سے محبت کرنے والے ہو، بھی ''دوسرے'' کا لفظ استعمال کیا ہوتا۔ [اس پر اصرار نہ کیا ہوتا کہ ''دوسرا'' اور ''ایک'' دونوں ''ایک'' ہیں۔] میرا مطلب ہے کہ کوئی بھی یہ نہیں سوچتا کہ معزز، کم تر ہے یا اس طرح کوئی دوسری چیز۔

تھیاٹیٹس: میں لفظ دوسرا چھوڑ دوں گا۔ سقراط میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں جو آپ کہتے ہیں۔

سقراط: اگر کسی آدمی کے خیال میں یہ دونوں موجود ہیں تو وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ ان میں ایک دوسرا ہے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اگر ان میں سے صرف ایک اس کے ذہن میں ہے، دوسری نہیں تو کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ ایک دوسرا ہے؟

تھیاٹیٹس: درست۔ کیونکہ ہمیں فرض کرنا چاہیے تھا کہ وہ سوچتا ہے جو اس کے خیالات میں بالکل نہیں ہے۔

سقراط: پھر کوئی بھی جس کے ذہن میں دونوں یا ان میں کوئی ایک چیز ہو وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ ایک دوسرا ہے۔ اس لیے وہ جو یہ کہتا ہے کہ غلط رائے خلاف دستور ہے وہ احمقانہ بات کرتا ہے۔ کیونکہ پچھلی بحث سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا غلط رائے ہم میں موجود ہو سکتی ہے؟

تھیاٹیٹس: نہیں۔

سقراط: لیکن اگر اسے قبول نہیں کیا جاتا تو ہمیں کئی فضولیات میں دھکیل دیا جائے گا؟

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

سقراط: میں آپ کو نہیں بتاؤں گا جب تک میں اس معاملے پر ہر طریقے سے غور کرنے کی کوشش نہ کروں۔ کیونکہ مجھے شرم آنی چاہیے۔ اگر مجھے فضول نتائج مجبوراً تسلیم کرنے پڑیں جس بارے میں، میں بات کرتا ہوں۔ لیکن اگر ہمیں حل مل جائے اور ان فضولیات سے نجات پالیں تو ہم انھیں دوسروں کی مشکلات تصور کریں گے۔ اور مضحکہ خیزی ہمارے حصے میں نہیں آئے گی۔ جبکہ دوسری صورت میں اگر ہم مکمل طور پر ناکام ہو گئے تو میرا خیال ہے کہ ہم بحث کو اپنے پاؤں تلے مسلنے کی اجازت دیں گے۔ جیسا کہ سمندر کی وجہ سے بیمار ہونے والے کو، ملاح اپنے پاؤں تلے روند دیں۔ اس طرح یہ ہمارے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ اب سنیں میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس مشکل سے کیسے نجات پانے کی امید کرتا ہوں؟

تھیاٹیٹس: مجھے سنا دیں۔

سقراط: میرا خیال ہے کہ ہم اس غلطی پر تھے کہ ایک آدمی سوچ سکتا ہے جو وہ جانتا ہے کہ کیا ہوگا اور کیا نہیں؟ اور یہ کہ ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے ایسا دھوکا ممکن ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا کہنے کا مقصد ہے جیسا کہ میں اس وقت سمجھا ہوں کہ میں ہوسکتا ہے سقراط کو جانتا ہوں اور کچھ فاصلے پر کسی ایسے شخص کو دیکھوں جسے میں نہیں جانتا۔ اور جسے میں غلطی سے سقراط سمجھ لوں۔ تب یہ دھوکا ہوگا۔

سقراط: لیکن کیا ہم نے اس حالت کو چھوڑ نہیں دیا۔ کیونکہ اس میں فضولیات شامل ہیں کہ ہمیں وہ جاننا چاہیے جو ہم جانتے ہیں یا اور نہیں جانتے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: آئیں مجھے کسی اور انداز میں بات کرنے دیں۔ جو شاید پسندیدہ معاملہ ہو یا نہیں لیکن جیسا کہ ہم بڑی مشکل میں ہیں۔ ہر بحث کو آزمانا چاہیے۔ پھر مجھے بتائیں کہ میں یہ کہنے میں درست ہوں کہ آپ شاید ایک چیز سیکھ لیں جو ایک وقت آپ نہیں جانتے تھے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً آپ ایسا کر سکتے ہیں۔

سقراط: اور پھر ایک اور پھر دوسرا؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: میں آپ کو ایک خیال دوں گا کہ آدمی کے ذہن میں موم کا بلاک ہوتا ہے جو کہ مختلف آدمیوں کا مختلف ہوتا ہے۔ سخت، نمدار اور کم وبیش ایک کے مقابلے میں اس کی اصلیت زیادہ ہوتی اور کچھ میں درمیانی معیار کی۔

تھیاٹیٹس: میں دیکھتا ہوں۔

سقراط: آئیں یہ کہیں کہ یہ گولی یادداشت کا تحفہ ہے۔ میوسس (Muses، موسیقی کی دیوی) کی ماں اور جب ہم کسی چیز کو یاد کرنا چاہتے ہیں جو ہم نے دیکھی یا سُنی ہوتی ہے یا اُس کے بارے میں اپنے ذہن میں سوچا ہوتا ہے۔ ہم اُس موم کو اپنے خیالات یا سوچ میں لاتے ہیں اور اس میں اُس چیز کا تاثر پاتے ہیں جس طرح کہ ایک چھلے کی میل کا نشان ہوتا ہے۔ اس چیز کو ہم یاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں جب تک اُس چیز کا تصور ہمارے ذہن میں موجود رہتا ہے۔ لیکن جب یہ تصور ختم ہو جاتا ہے یا یہ ظاہر نہیں ہوتا تو ہم ایسی چیز کو بھول جاتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

سقراط: اب جب ایک شخص کے پاس یہ علم ہے اور وہ اس چیز پر غور کر رہا ہے جو وہ دیکھتا، سنتا یا سوچتا ہے تو اس طرح شاید غلط رائے پیدا نہیں ہوگی۔

تھیائیٹس: کس طریقے سے؟

سقراط: جب وہ سوچتا ہے کہ جو چیز وہ جانتا ہے۔ کسی وقت ایسی ہوگی اور کسی وقت ایسی کہ وہ نہیں جانتا۔ ہم پہلے اس چیز کے امکان سے انکار کر کے غلطی پر تھے۔

تھیائیٹس: پھر آپ اپنے پہلے والے بیان کو کیسے تبدیل کریں گے۔

سقراط: مجھے بات کا آغاز ناممکن معاملات کی فہرست سے کرنا چاہیے جنھیں اس میں سے خارج کرنا چاہیے۔ (1) کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ ایک چیز دوسری ہوگی۔ جب وہ ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ لیکن ان دونوں کا عکس اُس کے ذہن میں موجود ہے، نہ ہی ایک چیز کسی غلطی سے دوسری ہو سکتی ہے جب وہ صرف ایک ہی چیز کو جانتا ہے اور دوسری کے بارے میں نہ اُس کا کوئی تاثر ہے اور نہ ہی وہ جانتا ہے۔ نہ وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ ایک چیز جسے وہ نہیں جانتا، وہ دوسری چیز ہے جسے وہ نہیں جانتا۔ یا وہ جسے نہیں جانتا وہ، وہ چیز ہے جسے وہ جانتا ہے، (2) نہ ہی وہ ایک چیز جسے وہ سمجھتا ہے وہ دوسری چیز ہے۔ یا وہ چیز جسے وہ جانتا ہے وہ کوئی دوسری چیز ہے جسے وہ نہیں جانتا۔ یا کوئی وہ چیز جسے وہ نہیں جانتا وہ کوئی اور چیز ہے جسے وہ نہیں جانتا۔ یا وہ چیز وہ نہیں جانتا وہ کوئی چیز ہے جسے وہ سمجھتا ہے، نہ ہی پھر (3) وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ ایک چیز جو وہ جانتا ہے اور جس کا تاثر اس کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ عقل کے ساتھ مل سکتی ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے، وہ کچھ اور ہے اور جس کا عکس اس کے ذہن میں موجود ہے۔ عقل سے ملاپ کا حامل یہ آخری معاملہ۔ اگر ممکن ہو تو اب بھی دوسروں کے بارے میں زیادہ ناقابل سمجھ ہے۔ (4) نہ ہی سوچ سکتا ہے کہ ایک چیز جو وہ جانتا اور سمجھتا ہے اور جس کے ساتھ یادداشت عقل سے مسابقت رکھتی ہے کوئی اور ہے، جس کو وہ جانتا ہے۔ نہ ہی جب تک یہ اتفاق کرتے ہیں وہ سوچ سکتا ہے کہ ایک چیز جس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ کوئی دوسری چیز ہے جسے وہ جانتا ہے یا کوئی چیز جسے وہ سمجھتا یا جانتا نہیں اسے وہ نہیں جانتا۔ نہ ہی پھر وہ یہ فرض کر سکتا ہے کہ ایک چیز جسے وہ نہ جانتا ہے نہ سمجھتا ہے کسی دوسری چیز کی طرح ہے، جسے وہ نہیں جانتا۔ یہ ساری چیزیں غلط رائے کے امکان کو رد کرتی ہیں جو کہیں اگر کوئی ہو سکتے ہیں تو یہ وہ درج ذیل ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟ اگر آپ مجھے بتادیں تو شاید میں آپ کو بہتر انداز میں سمجھ سکوں۔ لیکن اس وقت میں آپ کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔

سقراط: ایک آدمی شاید یہ سوچے کہ کچھ چیزیں جنھیں وہ جانتا ہے یا جن کے بارے میں وہ خیال کرتا یا جانتا ہے اور نہیں جانتا، کچھ دوسری چیزیں ہیں، جو وہ سمجھتا اور جانتا ہے یا کچھ وہ چیزیں جو وہ نہیں جانتا یا کچھ چیزیں جنھیں وہ جانتا اور سمجھتا ہے دوسری چیزیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کو اب پہلے سے کہیں کم سمجھتا ہوں۔

سقراط: پھر مجھے ایک بار پھر سنیں۔ میں تھیوڈورس کو جانتے ہوئے اور اس کا تصور ذہن میں لیے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور یہ بھی کہ تھیاٹیٹس کس قسم کا آدمی ہے۔ ایک ہی وقت میں انھیں دیکھتا ہوں اور دوسرے وقت میں انھیں نہیں جانتا۔ ایک وقت پر انھیں چھوتا ہوں اور دوسرے وقت میں نہیں۔ یا ایک وقت میں انھیں سنوں گا اور سمجھوں گا کسی دوسرے انداز میں اور کسی دوسرے وقت میں انھیں نہیں سمجھوں گا۔ لیکن پھر بھی مجھے وہ یاد ہیں اور انھیں ذہن میں جانتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: پھر سب سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ سمجھیں کہ ایک شاید سمجھے یا نہ سمجھے باشعور طریقے سے جو وہ جانتا ہے۔

تھیاٹیٹس: سچ۔

سقراط: اور وہ جو وہ نہیں جانتا۔ کبھی نہیں سمجھے گا اور کبھی سمجھے گا۔

تھیاٹیٹس: یہ بھی درست ہے۔

سقراط: دیکھیں۔ کیا اب آپ مجھے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ سقراط تھیوڈورس اور تھیاٹیٹس کو پہچان سکتا ہے۔ لیکن وہ ان میں سے کسی کو نہیں دیکھتا۔ نہ ہی وہ انھیں کسی دوسرے انداز میں سمجھتا ہے۔ وہ کسی بھی طور پر اپنے ذہن میں کسی امکان کے تحت یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تھیاٹیٹس تھیوڈورس ہے۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہا۔

تھیاٹیٹس: آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں۔

سقراط: تب یہ پہلا معاملہ تھا جس بارے میں نے گفتگو کی۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: دوسرا معاملہ یہ تھا کہ میں آپ میں سے ایک کو جانتے اور دوسرے کو نہ جانتے ہوئے۔ کسی کو بھی نہ سمجھتے ہوئے۔ کسی کے بارے میں نہیں سوچ سکتا کہ کس کو جانتا اور کس کو نہیں جانتا۔

سقراط: تیسرے معاملے میں۔ آپ دونوں میں کسی کو بھی جانتے ہوئے میں یہ نہیں سوچ سکتا کہ آپ میں ایک کو جیسے میں نہیں جانتا وہ دوسرا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ مجھے خارج کیے جانے والے معاملات کو دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں، میں آپ کے بارے میں غلط رائے قائم نہیں کر سکتا تھیوڈورس اور آپ کے بارے میں۔ اس صورت میں کہ دونوں کو جانتا ہوں یا اُس صورت میں جب میں آپ کو نہیں جانتا۔ یا جب میں ایک کو جانتا ہوں اور دوسرے کو نہیں اور ایسا ہی سمجھنے کے بارے میں۔ کیا آپ مجھے سمجھتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: میں سمجھتا ہوں۔

سقراط: غلط رائے کا صرف ایک ہی امکان ہے کہ جب آپ کو اور تھیوڈورس کو جانتے ہوئے اور دونوں کا عکس موم کے بلاک پر ہونے کے باوجود آپ کو کچھ فاصلے سے دیکھوں اس طرح یہ دیکھنا نامکمل ہو، میں اپنی یادداشت کا درست تاثر، درست ساعت کے تاثر کو فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اسے اس کی تصویر میں جگہ دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر میں کامیاب ہو گیا شناخت ہو جائے گی۔ لیکن اگر میں ناکام ہوتا ہوں اور انھیں ادل بدل کر دیتا ہوں، پاؤں غلط جوتے میں ڈالنے کی طرح، اسے اس طرح کہا جائے گا کہ آپ دونوں میں کسی ایک کے عکس کو غلط تاثر پر ڈالتے ہوئے یا اگر میرا ذہن شیشے میں عکس دیکھنے کی طرح جو دائیں سے بائیں منتقل ہوتا ہے۔ کسی ویسے ہی عکس کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے۔ پھر خلافِ دستور یا غلط رائے جنم لیتی ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں سقراط۔ آپ نے رائے کی قسم بیان کی ہے۔ حیران کن درستی سے۔

سقراط: یا پھر۔ جب میں آپ دونوں کو جانتا ہوں اور آپ میں سے ایک کو پہچانتا اور جانتا ہوں لیکن دوسرے کو نہیں۔ اور میرے علم کا اس سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ وہ یہ معاملہ تھا جسے میں نے ابھی آپ کے سامنے رکھا تھا اور آپ نے اسے سمجھا نہیں۔

تھیاٹیٹس: میں نے نہیں سمجھا۔

سقراط: میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی آپ میں ایک کو جانتا اور سمجھتا ہے اور اس کا علم بھی اس کے عکس سے مسابقت رکھتا ہے تو وہ اسے کبھی دوسرا شخص خیال نہیں کرے گا، جسے وہ جانتا اور سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک معاملہ تھا جسے فرض کیا گیا تھا۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: لیکن مزید ایک معاملے کو خارج کر دیا گیا۔ جیسا کہ اب ہم کہتے ہیں کہ شاید اس سے غلط رائے سامنے آئے۔ جب دونوں کو جانتے ہوں اور دیکھتے یا کوئی اور باشعور خیال ہوتے ہوئے میں متعلقہ تجسس کے بارے میں میل پانے میں ناکام ہوتا۔ ایک بڑے تیر کمان کی طرح میں نشانہ کھو دیتا اور مذکورہ نشان کی بجائے تیر کہیں دور پھینک دیتا اور اسے جھوٹ کہا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔ اسے درست طور پر ایسا کہا گیا ہے۔

سقراط: پھر جب شعور مہروں یا تصور میں موجود ہے اور ذہن غائب شعور کی مہر کو موجود پر لگا دیتا ہے۔ اس قسم کے کسی معاملے میں ذہن کو دھوکا دیا گیا ہے۔ مختصراً اگر ہمارا نظریہ مضبوط ہے تو چیزوں کے بارے میں کوئی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ جنھیں آدمی نہیں جانتا یا اس نے کبھی نہیں سوچی ہوتیں۔ لیکن صرف ان چیزوں میں دھوکا یا غلطی ہو سکتی ہے جنھیں وہ جانتا ہے۔ صرف اس رائے میں تبدیلی ہوتی ہے اور متبادل کے طور پر درست اور غلط ہو جاتی ہے۔ درست اس وقت جب شعور اور مہریں ٹھیک ملاپ کرتی ہیں اور غلط اس وقت جب وہ ٹیڑھی اور غلط ملتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: کیا سقراط! یہ باوقار انداز میں نہیں کہا گیا۔

سقراط: باوقار انداز میں کہا گیا۔ لیکن تھوڑا انتظار کریں اور وضاحت سنیں پھر آپ زیادہ بہتر انداز میں ایسا کہہ سکیں گے۔ کیونکہ سچے انداز میں سوچنا عظیم اور دھوکا دینا نکما ہو گا۔

تھیاٹیٹس: بلاشبہ۔

سقراط: سچ اور غلط (جھوٹ) کا منبع اس طرح ہے جبکہ کسی کی روح میں موم کافی مقدار میں ہے اور بہتر مکمل طور پر تیار کی گئی تو تصور جو حواس میں سے گزر کر اور دل میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ ہومر ایک قصے میں کہتا ہے۔ روح کو موم کے لیے یکساں بتانے کا اشارہ دینے کا مطلب یہ میں کہتا ہوں صاف اور واضح اور کافی مقدار میں موم کا حامل ہونے کی وجہ سے دائمی ہے۔ اس طرح کے معاملات میں

آسانی سے سیکھا اور آسانی سے اسے یاد رکھا جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے خیالات سچے ہوتے ہیں۔ کیونکہ کافی جگہ ہوتی ہے اور خیالات کا واضح تصور ہونے کی بنا پر یہ بلاک میں مطلوبہ جگہ پر تیزی سے پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے افراد کو عقل مند کہا جاتا ہے۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: مکمل طور پر۔

سقراط: لیکن جب کسی کا دل آزردہ ہوتا ہے ایک خوبی جس کے بارے میں سارے عقل مند شاعر کہتے ہیں۔ مٹی والی یا نہ صاف، نرم یا بہت سخت۔ پھر ذہن میں ایک نقص ہوگا۔ نرم سیکھنے میں اچھے لیکن بھول جانے کا امکان ہوتا ہے۔ جبکہ سخت کا معاملہ اس سے اُلٹ ہے۔ کھردرا، کنکریلا اور ناہموار اور وہ جن میں مٹی کی آمیزش ہوتی ہے یا اپنی ترکیب میں آلودہ ہوتی ہیں، ان کا تصور غیر نمایاں ہوتا ہے اور سخت۔ کیونکہ ان میں کوئی گہرائی نہیں ہوتی اور نرم بھی غیر نمایاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تصور جلد غائب ہو جاتا ہے۔ تب بھی بڑا پن غیر نمایاں ہے۔ جب وہ سب ایک چھوٹی روح میں دھکیل دیے جاتے ہیں۔ جس میں پہلے ہی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ یہ فطرتیں ہیں جن کی رائے غلط ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی چیز کو سنتی، دیکھتی یا ان کے بارے میں سوچتی ہیں تو وہ درست چیز کو درست تصور تک پہنچانے میں سست ہوتی ہیں۔ اور اپنی احمقانہ روش کی وجہ سے انھیں الجھا دیتی ہیں اور غلط سوچنے، دیکھنے اور سننے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھیں چیز کے بارے میں علم میں دھوکا دیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: کوئی آدمی سقراط اس سے سچ نہیں کہہ سکتا۔

سقراط: پھر اب ہم غلط رائے کے خیال کو بھی مانتے ہیں؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اور درست رائے کے بارے میں بھی؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: ہم نے تفصیل سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ رائے کی دو اقسام ہیں۔

تھیاٹیٹس: بلاشبہ۔

سقراط: افسوس۔ تھیاٹیٹس۔ آدمی کس قدر تھکا دینے والی مخلوق ہے جو گفتار کا شوقین ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ ایسا کس وجہ سے کہہ رہے ہیں؟

سقراط: کیونکہ میں اپنی بیوقوفی پر آزردہ ہوں اور بہت زیادہ تھکا ہوا۔ کیونکہ جسے دوسرا قیاس (Term) آدمی کی فطرت کہے گی جو سوال کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ہمیشہ بحث کرتا ہے۔ جس کے خالی پن کو سطحی نہیں کہا جاسکتا اور وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔

تھیاٹیٹس: لیکن کس چیز کی وجہ سے آپ کا دل بیٹھ گیا ہے؟

سقراط: میں صرف دلی طور پر آزردہ ہی نہیں بلکہ مکمل مایوس ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ سقراط کیا غلط رائے نہ تصورات کے تقابل اور نہ ہی خیالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ لیکن کیا ایسا خیال اور تصور کے ملاپ سے ہوتا ہے؟ جی ہاں۔ میں کہوں گا کہ اس نے باوقار عظیم دریافت کی ہے۔

تھیاٹیٹس: میں کوئی وجہ نہیں پا رہا کہ ہمیں اپنے اس کام کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ سقراط۔

سقراط: وہ کہے گا۔ آپ کا بحث کرنے کا مطلب ہے کہ ایک آدمی جسے صرف ہم سوچتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں۔ انھیں گھوڑوں کی وجہ سے الجھایا نہیں جاسکتا جنھیں ہم دیکھتے یا چھوتے نہیں۔ صرف اس بارے میں سوچتے ہیں لیکن اسے قبول نہیں کرتے۔ یہ میرا یقین ہے کہ میرا مطلب ہوگا۔ میں یہ کہوں گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: خوب۔ پھر وہ کہے گا۔ اس بحث کے مطابق گیارہ نمبر کا ہندسہ جس کے بارے میں صرف سوچا گیا ہے اسے کبھی غلطی سے بارہ نہیں کہا جاسکتا جو صرف خیال ہے۔ آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے کہ بارہ اور گیارہ کے درمیان غلطی پیدا ہوسکتی ہے۔ لیکن ایسی ہی غلطی اس وقت پیدا نہیں ہوسکتی جب یہ دونوں ہندسے ذہن میں ہیں۔

سقراط: خوب۔ لیکن کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ کسی نے کبھی اپنے ذہن میں پانچ اور سات کا نہیں سوچا۔ میرا مطلب پانچ یا سات آدمی یا گھوڑے نہیں۔ بلکہ پانچ یا سات جو موم کے بلاک پر جیسا ہم نے کہا، ثبت ہیں۔ اور جس میں غلط رائے کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔ کیا کسی آدمی نے کبھی اپنے آپ

سے یہ سوال نہیں کیا کہ کتنے اعداد بنتے ہیں جب انھیں اکٹھا کیا جاتا ہے اور جواب جو کہ گیارہ ہے۔ جبکہ دوسرا سوچے گا کہ یہ بارہ ہے۔ یا کیا سارے اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ وہ بارہ نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ نہیں۔ بہت سارے یہ خیال کریں گے کہ یہ گیارہ ہے۔ بس۔ بڑے عدد میں غلطی کا امکان زیادہ ہے۔ کیونکہ میں سوچتا ہوں کہ آپ عام طور پر اعداد کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے۔

سقراط: بالکل ٹھیک اور میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ بارہ کے عدد کو جو کہ موم کے بلاک پر ہے اسے گیارہ فرض کر لیا جائے؟

تھیاٹیٹس: ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

سقراط: پھر کیا ہم دوبارہ پرانی مشکل میں واپس نہیں آ جاتے۔ کیونکہ جو ایسی غلطی کرتا ہے وہ ضرور سوچتا ہے کہ ایک چیز جسے وہ جانتا ہے، وہ دوسری ہے۔ لیکن یہ جیسا کہ ہم نے کہا نا ممکن ہے اور اسے اس بات کا نا قابل تردید ثبوت مانا گیا کہ غلط رائے کا کوئی وجود نہیں۔ کیونکہ آدمی ایک ہی چیز کو ایک ہی وقت میں جانتا ہوگا اور نہیں بھی۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔ تب رائے کو خیال اور عقل کے الجھاؤ کے طور پر واضح نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس طرح ہم نے خیالات کے بارے میں کوئی غلطی نہ کی ہوتی۔ اس طرح ہم یہ کہہ کر مشکور ہیں کہ یا تو غلط رائے کا وجود نہیں یا آدمی نہیں جانتا کہ وہ کیا جانتا ہے۔ آپ کون سے متبادل کو ترجیح دیں گے؟

تھیاٹیٹس: یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ سقراط۔

سقراط: پھر گفتگو ان دونوں کو قبول نہیں کرے گی۔ لیکن جیسا کہ ہم اپنی مرضی کر سکتے ہیں۔ فرض کریں کہ شرم سے بالاتر کام کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یہ وہ کیا ہے؟

سقراط: آئیں "جاننے" کے فعل کی وضاحت کریں۔

تھیاٹیٹس: لیکن یہ شرم والا معاملہ کیوں ہے؟

سقراط: آپ اس بات سے آگاہ دکھائی نہیں دیتے کہ ہماری شروع سے اب تک ساری بحث علم کی تلاش تھی۔ جس کی فطرت کے بارے میں ہم نہیں جان سکتے۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ میں اس سے پوری طرح آگاہ ہوں۔

سقراط: پھر کیا شرم کی بات نہیں کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ علم کیا ہے؟ جاننے کے فعل کی وضاحت کرنے کے لیے۔ سچ یہ ہے کہ تھیاٹیٹس کہ ہم نے یہی بحث کی ہے، بغیر نتیجہ کے۔ ہم بُری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ ہزاروں بار ہم نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں اور نہیں جانتے اور ہمارے پاس سائنس یا علم ہے کہ نہیں۔ تاکہ یہ جان سکیں کہ ہم ایک دوسرے سے کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم غافل ہیں۔ اگرچہ ہم اس لفظ کو استعمال کر سکتے ہیں جب سائنس یا علم سے محروم کر دیے جائیں۔

تھیاٹیٹس: لیکن سقراط اگر ان الفاظ سے احتراز کیا جائے تو پھر بحث آپ کیونکر کریں گے۔

سقراط: میں نہیں کر سکتا۔ ایک آدمی کی حیثیت سے لیکن یہ معاملہ مختلف ہوگا اگر میں زبان کا سچا پیرو ہوں۔ اور اس قسم کا آدمی موجود ہوتا تو اس نے ہمیں ایسے الفاظ استعمال کرنے سے باز رہنے کا کہا ہوتا۔ لیکن اسی دوران وہ ہم میں کسی غلطی کو برداشت نہ کرتا۔ جن کا میں نے نوٹس لیا ہے۔ لیکن اس خیال سے ہم کوئی بڑے دانا نہیں ہیں۔ کیا مجھے یہ مہم جوئی کرنی چاہیے کہ جاننا کیا ہے؟ کیونکہ میرا خیال ہے یہ کوشش کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

تھیاٹیٹس: تب تمام تر طریقوں سے۔ اور پھر کوئی آپ کو غلطی ہو نہیں پائے گی اگر آپ ممنوعہ الفاظ کا استعمال کریں۔

سقراط: کیا آپ نے عام فعل "جاننا" کے بارے میں سنا ہے؟

تھیاٹیٹس: میرا خیال ہے کہ میں نے سنا ہے لیکن اس وقت مجھے یہ یاد نہیں ہے۔

سقراط: وہ "جاننے" کے لفظ کی وضاحت "علم ہونا" کے طور پر کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: میں اس میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا چاہوں گا کہ "علم کا مالک ہونا"۔

تھیاٹیٹس: ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہے؟

سقراط: شاید ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن پھر بھی میں چاہوں گا کہ آپ میرا نقطہ نظر سنیں تاکہ آپ میری اس کی جانچ کرنے میں مدد کریں۔

تھیاٹیٹس: میں ایسا کروں گا اگر کر سکا۔

سقراط: مجھے جاننے اور مالک ہونے میں فرق کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کوئی لباس خریدتا اور

اسے اپنے پاس رکھتا ہے۔ جسے وہ پہنتا نہیں۔ اس صورت میں ہمیں یہ کہنا چاہیے، نہ کہ اس کے پاس ہے بلکہ یہ کہ وہ اس کا مالک ہے۔

تھیائیٹس: یہ درست وضاحت ہوگی۔

سقراط: کیا ایک آدمی مالک ہوگا لیکن پھر بھی اسے علم نہیں ہوگا، اس صورت میں جس کا ذکر کر رہا ہوں۔ اب آپ ایک آدمی کی مثال لے سکتے ہیں جس نے جنگلی پرندے کو پکڑ لیا ہو۔ فاختہ یا کوئی اور جنگلی پرندہ اور اسے جنگلے میں بند کر لیا ہو جو اس نے ان پرندوں کے لیے گھر پر بنا رکھا ہو۔ ہمیں اُس کے بارے میں ایک صورت میں یہ کہنا چاہیے کہ یہ ہمیشہ سے ان کے پاس تھے کیونکہ وہ ان کی ملکیت ہیں۔ کیا ہم ایسا نہیں کہیں گے۔

تھیائیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اب بھی۔ ایک دوسری صورت میں اس کے پاس ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوگا۔ لیکن وہ اُس کی طاقت میں ہیں اور یہ کہ اس نے انھیں ہاتھوں میں رکھا ہے۔ اور انھیں پکڑ سکتا ہے جب وہ چاہتا ہے وہ جس کو چاہے اسے پکڑ سکتا ہے اور چھوڑ سکتا ہے اگر یہ اسے پسند ہو۔

تھیائیٹس: درست۔

سقراط: ایک بار پھر۔ ہم نے جو کیا اس سے موم پر ذہن میں ایک خاکہ بن گیا۔ آئیں اب فرض کریں کہ ہر آدمی کے ذہن میں تمام پرندوں کے لیے ایک چڑیا گھر کا خاکہ موجود ہے۔ کچھ دوسروں سے علیحدہ پھڑ پھڑاتے ہوئے۔ دوسرے چھوٹے گروہوں میں۔ کچھ اکیلے اُڑتے ہوئے ہر جگہ ہر طرف۔

تھیائیٹس: آئیں اس طرح کے چڑیا گھر کا خیال اپنے ذہن میں رکھیں اور اس کا جو اس کے بعد بحث سامنے آئے گی۔

سقراط: آپ فرض کر سکتے ہیں کہ پرندے علم کی اقسام ہیں اور یہ کہ جب ہم بچے تھے۔ یہ خانہ خالی تھا۔ جب کبھی آدمی نے علم حاصل کر لیا اور اسے اپنے جنگلے میں بند کر لیا تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس نے یہ چیز سیکھی یا دریافت کی جو کہ علم کا عنوان ہے اور یہ جاننا ہے۔

تھیائیٹس: اس کی تصدیق کی گئی۔

سقراط: مزید جب کوئی ان علوم یا سائنس میں سے کسی کو حاصل کرنا چاہیے یا سیکھ لے اور سیکھ کر پھر اسے بھلا

دے تو پھر وہ اپنے آپ کو کس طرح بیان کرے گا؟ کیا ان کو پکڑا ہوا اور اپنی ملکیت میں ایک ہی الفاظ میں کہا جائے گا۔ میں اپنا مطلب ایک مثال سے واضح کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ ریاضی ایک فن ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اس کو ایک قسم کا شکار خیال کریں عام طور پر جفت اور طاق کی سائنس کے بعد۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کو سمجھ گیا ہوں۔

سقراط: فن کا استعمال کرنے کے بعد اگر میں غلطی پر نہیں۔ اعداد کا تصور ریاضی دان کے ہاتھوں میں ہے اور وہ انھیں ایک دوسرے میں تبدیل کر سکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور اُن کو تبدیل کرنے کے دوران کہا جائے گا کہ انھیں سکھایا گیا اور سکھانے کے بعد جب اُن کو ملکیت میں لایا چکا تو کہا جائے گا کہ وہ انھیں جانتا ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: اب دیکھیں اس کے بعد کیا آتا ہے۔ تمام مکمل ریاضی دانوں کو تمام اعداد و شمار کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ تمام اعداد کی سائنس اس کے ذہن میں ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اور وہ اپنے ذہن میں موجود اعداد کو توڑ پھوڑ سکتا ہے اور ایسی چیزیں جو گنی جا سکتی ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ کر سکتا ہے۔

سقراط: اور توڑنے کا مطلب یہ غور کرنا ہے کہ یہ اور یہ اعداد کس حد تک جا سکتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: اس طرح وہ کسی ایک ایسی چیز کی تلاش کرتا دکھائی دیتا ہے جو وہ جانتا ہے۔ اسی طرح جیسے کہ وہ نہیں جانتا اس بارے میں۔ کیونکہ ہم نے پہلے ہی یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ سارے ہندسے جانتا ہے۔ کیا آپ نے یہ مشکل اُٹھاتے کبھی دیکھا ہے؟

تھیاٹیٹس: میں نے دیکھا ہے۔

سقراط: آپ شاید فاختہ کے خیال کو نہ سمجھ پائیں اور کہیں کہ علم کے بارے میں تحقیق دو اقسام کی ہے۔ ایک قسم ملکیت سے قبل کی ہے جو کہ ملکیت حاصل کرنے کے لیے ہے اور دوسری حاصل کرنا اور اسے اپنے قبضے میں رکھنے کی قسم کی ہے۔ جسے پہلے ہی حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس طرح جب آدمی نے کوئی چیز کافی عرصہ پہلے سیکھ لی ہو وہ شاید علم کو اپنے قبضے میں رکھے جو کہ اس وقت شاید اس کے ذہن میں نہیں ہے۔

تھیائیٹس: سچ۔

سقراط: یہ وجہ تھی میرے پوچھنے کی کہ ہمیں کس طرح بات کرنی چاہیے۔ جب ایک ریاضی دان ہندسوں کے بارے میں کچھ کہے یا گرائمر دان پڑھے۔ کیا ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ جانتا ہے۔ وہ واپس اپنے آپ کی طرف آتا ہے۔ جو وہ پہلے ہی جانتا ہے۔

تھیائیٹس: ایسا کہنا فضول ہوگا۔ سقراط۔

سقراط: کیا ہم کہیں گے کہ وہ پڑھنے یا اعداد کے بارے میں بتانے جا رہا ہے جو وہ نہیں جانتا۔ اگرچہ ہم نے تسلیم کیا ہے کہ وہ سارے اعداد اور حروف جانتا ہے۔

تھیائیٹس: یہ دوبارہ فضول بات ہوگی۔

سقراط: پھر کیا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم ناموں کے بارے میں احتیاط نہیں کرتے۔ کوئی بھی جاننے اور سیکھنے کے الفاظ کو اپنی مرضی سے توڑ مروڑ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ ہم نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ علم رکھنا اسے استعمال کرنا یا جاننا نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آدمی اس کا مالک نہیں ہو سکتا جس کا وہ پہلے ہی مالک ہے۔ اس لیے کسی بھی صورت میں آدمی نہیں جانتا جو وہ جانتا ہے۔ لیکن وہ شاید اس بارے میں غلط رائے قائم کرلے۔ کیونکہ اسے شاید اس مخصوص چیز کا علم نہ ہو بلکہ کسی دوسری چیز کا۔ جبکہ علم کی مختلف قسمیں چڑیا گھر میں موجود ہیں اور ان میں سے ایک حاصل کرنے کی خواہش میں وہ غلط قسم کو حاصل کر لیتا ہے۔ یہ کہتا ہے۔ جب وہ گیارہ کو بارہ سوچتا ہے جو اس کے ذہن میں تھا۔ جب وہ کبوتر حاصل کرنا چاہتا تھا۔

تھیائیٹس: یہ حقیقی دانشمندانہ وضاحت ہے۔

سقراط: لیکن جب وہ ایک حاصل کر لیتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ جب اُسے دھوکا نہیں ہوتا اور اس کی رائے

رکھتا ہے۔اس طرح شاید غلط اور سچی رائے سامنے آسکتی ہے۔ جو پہلے غائب تھی۔ میں یہ کہنے کی بھی جرأت کروں گا کہ آپ میرے اس خیال سے اتفاق کرتے ہیں۔ کیا آپ نہیں کرتے؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اس طرح ہم نے آدمی کے جاننے کی مشکل سے نجات پالی ہے۔ جو وہ جانتا ہے جو کہ ہم اس کم تر چیز کی طرف نہیں دھکیل دیے گئے کہ وہ اُس کا مالک نہیں ہوتا جس کا وہ مالک ہوتا ہے۔ آیا اس کو دھوکا ہوگا کہ نہیں لیکن پھر بھی مجھے خطرہ ہے کہ ایک بڑی مشکل ابھی سامنے ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

سقراط: ایک علم دوسرے میں تبدیل ہونے سے کیسے غلط رائے بن سکتا ہے؟

تھیاٹیٹس: آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

سقراط: پہلی صورت میں ایک آدمی جس کو ایک چیز کا علم ہے وہ اس سے بے خبر ہوسکتا ہے۔ جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے علم کی وجہ سے۔ کیا یہ بیہودگی نہیں کہ وہ یہ فرض کرلے کہ ایک دوسری چیز یہ ہوگی۔ اور یہ دوسری چیز ہوگی۔ اپنے ذہن میں اس چیز کا علم ہونے کی وجہ سے اب بھی کسی چیز کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ تمام چیزوں سے لاعلم ہونا چاہیے۔ آپ یہ بھی رائے دیں گے کہ جہالت آدمی کو سکھاتی ہے اور اندھا پن آدمی کو دیکھنے کے قابل بناتا ہے، اور جیسا کہ علم اسے جاہل بناسکتا ہے۔

تھیاٹیٹس: سقراط۔ شاید ہم اپنے پرندوں کے بارے میں علم کی قسم جاننے میں غلطی پر ہوں۔ جبکہ اس طرح جہالت کی بھی اقسام ہونی چاہئیں۔ ذہن میں موجود ہونے سے پکڑنے والا، ایک وقت میں علم اور کبھی جہالت پکڑ لیتا ہے۔ اس طرح وہ جہالت سے غلط رائے قائم کرتا ہے اور علم سے اس چیز کے بارے میں درست رائے قائم کرتا ہے۔

سقراط: میں آپ کی تعریف نہیں کرسکتا۔ تھیاٹیٹس لیکن پھر بھی آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنے الفاظ پر غور کریں۔ آئیں آپ جو کہتے ہیں اس کی تصدیق کریں۔ آپ کی رائے کے مطابق وہ جو جہالت کا شکار ہے وہ غلط رائے قائم کرے گا۔ میں کیا درست کہہ رہا ہوں؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: وہ یقیناً نہیں سوچے گا کہ اُس کی رائے غلط ہے۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: وہ یہ سوچے گا کہ اُس کی رائے درست ہے اور وہ خیال کرے گا کہ وہ ان چیزوں کے بارے میں جانتا ہے جن کے بارے میں اسے دھوکا ہوا ہے۔

تھیا ٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: اس طرح طویل بحث کرنے کے بعد ہم ایک بار پھر اپنی ابتدائی مشکل سے دوچار ہیں۔ زبان کا ماہر ہم پر لعن طعن کرے گا۔ اے میرے دوست۔ وہ کہے گا کہ ہنستے ہوئے اگر آدمی علم اور جہالت کی قسمیں جانتا ہے۔ کیا ان میں تمیز کر سکتا ہے۔ اگر وہ دونوں میں کسی کو نہیں جانتا تو کیا وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ جس کے بارے میں جانتا ہے وہ دوسری نہیں ہے، جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا۔ یا اگر وہ ایک جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ ایک جو وہ جانتا ہے، وہ دوسری نہیں۔ یا کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ علم کی کوئی دوسری اقسام بھی ہیں۔ جو درست اور غلط پرندے کی تمیز کرے اور جنھیں مالک کسی اور پنجرے میں علیحدہ رکھتا ہے یا موم کے تصور میں آپ کے احمقانہ عکس کے مطابق۔ جسے وہ شاید کہے کہ وہ جانتا ہے اس کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ۔ حتیٰ کہ اس وقت جب وہ اس کے ذہن میں نہیں۔ اس طرح ایک دائمی دائرے میں آپ گھومنے پر مجبور ہیں۔ لیکن آپ کوئی ترقی نہیں کر پائیں گے۔ ہم اس کے جواب میں کیا کہیں گے؟ تھیا ٹیٹس۔

تھیا ٹیٹس: درحقیقت سقراط مجھے معلوم نہیں کہ ہم کیا کہیں گے؟

سقراط: کیا اس کے الزامات درست نہیں۔ اور کیا بحث یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہم غلط رائے جاننے کی صورت میں غلط ہیں جب تک کہ ہم یہ معلوم نہ کر لیں کہ علم کیا ہے؟ ہمیں پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے، اس کے بعد غلط رائے کے بارے میں۔

تھیا ٹیٹس: میرے پاس آپ سے اتفاق کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ سقراط اُس وقت تک جب تک بحث جاری ہے۔

سقراط: مزید برآں پھر ہمیں کیا کہنا چاہیے کہ علم کیا ہے؟ اور کیا ہم حوصلہ تو نہیں چھوڑ رہے؟

تھیا ٹیٹس: یقیناً۔ میں حوصلہ نہیں چھوڑوں گا اگر آپ نہ چھوڑیں۔

سقراط: ہمارے پہلے خیال کے بارے میں درست تعریف کیا ہوگی؟

تھیاٹیٹس: میں اپنے پہلے والے خیال کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سقراط: وہ کیا تھا؟

تھیاٹیٹس: ہم نے کہا تھا علم سچی رائے ہوگی اور سچی رائے یقیناً غلط نہیں ہوگی۔ اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج اچھے ہوں گے۔

سقراط: وہ جو دریا میں راستہ بنایا ہے۔ تھیاٹیٹس تجربہ بتائے گا اور اگر ہم مزید بحث کرتے ہیں تو ہم شاید ان نکات تک پہنچ جائیں جن کے متلاشی ہیں۔ لیکن اگر ہم اسی جگہ رکیں ہیں جہاں ہیں تو پھر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

تھیاٹیٹس: بالکل سچ۔ آئیں بحث کو آگے بڑھائیں اور کوشش کریں۔

سقراط: بحث جلد اختتام پذیر ہوگی۔ کیونکہ سارا پیشہ ہمارے خلاف ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے ہے؟ پیشے سے آپ کی کیا مراد ہے؟

سقراط: داناؤں کا پیشہ جنھیں وکیل اور مقرر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو تیار کرتے ہیں اور انھیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں جو وہ پسند کرتے ہیں لیکن وہ سکھاتے نہیں ہیں۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسے کوئی اُستاد ہیں جو دوسروں کو مطمئن کر سکتے ہیں حقائق کے بارے میں جن میں ڈاکہ زنی، یا ہنگامے، جن کے وہ عینی شاہد نہیں۔ جبکہ ''آبی گھڑیال'' میں تھوڑا پانی بہہ رہا ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔ وہ صرف انھیں راضی کر سکتا ہے۔

سقراط: کیا آپ یہ نہیں کہیں گے کہ راضی کرنا، انھیں رائے قائم کرانے کے مترادف ہے؟

تھیاٹیٹس: یہ یقیناً ہوگا۔

سقراط: پھر منصفوں کو مقدمات کے بارے میں ترغیب دی جاتی ہے جو آپ دیکھ کر جان سکتے ہیں۔ کسی دوسرے طریقے سے نہیں۔ اور جب وہ شہادتوں سے مقدمات کے بارے میں سچی رائے قائم کرتے ہیں، وہ بغیر علم کے فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر بھی انھیں درست ترغیب دی جاتی ہے۔ اگر انھوں نے درست فیصلہ کیا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: پھر اگر میرے دوست آپ کی رائے عدالت اور علم کے بارے میں ایک ہے۔ تو مکمل منصف بغیر

علم کے فیصلہ نہیں دے گا۔ اس لیے مجھے اس بات سے انکار کرنا چاہیے کہ وہ ایک جیسے نہیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: سقراط! یہ فرق ہے اس سے جو میں نے اس بارے میں کسی سے سنا۔ لیکن میں اسے بھول گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اصل رائے جس کے ساتھ سبب کا ملاپ ہو علم ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں دانشمندانہ رائے نہ ہو، وہ علم نہیں۔ یہ واحد بات تھی جو اس نے کی۔

سقراط: بہت خوب۔ لیکن وہ جاننے کے قابل اور اس سے اُلٹ کی تمیز کیسے کرتا ہے؟ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لیے وہ کچھ دہرائیں جو اس نے کہا۔ پھر میں جان پاؤں گا کہ کیا آپ نے اور میں نے ایک ہی کہانی سُنی۔

تھیاٹیٹس: مجھے معلوم نہیں کہ میں اُسے دہرا سکتا ہوں لیکن اگر کوئی آدمی مجھے بتائے تو میرا خیال ہے میں اس کو سمجھ سکتا ہوں۔

سقراط: پھر میں آپ کو ایک خواب کے جواب میں خواب سناؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ میرے ذہن میں ایک خواب تھا۔ میں نے خواب میں سنا کہ ابتدائی حروف اور عناصر جس سے ساری چیزوں جن میں، میں اور آپ بھی شامل ہیں کی کوئی وجہ یا وضاحت نہیں ہے۔ آپ صرف ان کو نام دے سکتے ہیں۔ لیکن کوئی ان کی تصدیق یا ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وجود کی صورت میں نہ وجود ہونا پہلے ہی لاگو ہے۔ جن میں کسی کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ کا مقصد صرف کسی چیز کے بارے میں کچھ کہنا ہے تو اسے 'یہ'، 'وہ'۔ 'ازخود' یا 'ہر ایک' نہیں کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ہر چیز پر لاگو ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے علیحدہ ہیں۔ جبکہ اگر پہلے عنصر کو بیان کیا جاسکے اور اس کی اپنی تعریف ہے۔ تو ان کے بارے میں ان سب سے بالاتر بات کی جائے گی۔ لیکن ان ابتدائی عناصر میں سے کسی کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ ان کا صرف نام رکھا جاسکتا ہے۔ جو چیزیں ان کے ساتھ شامل ہوتی ہیں انھیں مشترکہ نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس طرح حروف یا عناصر شعور والی چیزیں ہیں۔ نہ تو ان کی تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ ہی انھیں معلوم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حروف یا ان کے ملاپ سے بننے والے حروف کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو اصل رائے کی حیثیت سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بغیر مناسب وضاحت کے سچی رائے قائم کرے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اُس کے ذہن نے غیر معمولی مشق کی ہے لیکن اس کو علم نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جو کسی چیز کا سبب بیان نہیں کر سکتا۔ اسے

دراصل اس چیز کا کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن وہ دانش مندانہ وضاحت کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ تو علم میں مکمل ہے اور اس میں شاید وہ تمام چیزیں موجود ہوں گی جن کا میں انکار کر رہا ہوں۔ کیا وہ تم وہ تھی جو آپ کو خواب میں ظاہر ہوئی۔

تھیاٹیٹس: مختصراً۔

سقراط: اور اسے آپ درست رائے تسلیم کرتے ہیں کہ جو دانشمندانہ وضاحت یا تعریف کی حامل ہو وہ علم ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل۔

سقراط: پھر ہم یہ فرض کریں گے تھیاٹیٹس کہ آج اس غیر معمولی انداز میں ہم نے سچ پالیا ہے جو ماضی میں بہت سارے عقل مند بڑھاپے کے بغیر نہیں پا سکے تھے۔

تھیاٹیٹس: سقراط ہر صورت میں اس بیان سے میں مطمئن ہوں۔

سقراط: جو کہ غالباً درست ہے کیونکہ علم تعریف اور سچی رائے سے ہٹ کر کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن اب تک ایک نکتہ موجود ہے جس سے میں پوری طرح مطمئن نہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہے؟

سقراط: جو کہ سب سے زیادہ پُر تکلف نکتہ دکھائی دے۔ وہ یہ کہ حروف اور عناصر نامعلوم ہوتے ہیں لیکن حروف تہجی کا ملاپ معلوم ہوتا ہے۔

تھیاٹیٹس: اور کیا وہ غلط تھا؟

سقراط: ہمیں جلد معلوم ہو جائے گا کیونکہ ہم اس وقت ضامن ہیں ان کے جو لکھنے والے نے الفاظ استعمال کیے۔

تھیاٹیٹس: کیا ضمانت؟

سقراط: حروف۔ جو کہ حروف تہجی اور عناصر ہیں جو کہ ملاپ ہے۔ اس نے اس کا سبب بیان کیا۔ کیا اس نے نہیں کیا حروف تہجی میں سے؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔ اس نے کیا۔

سقراط: آئیں۔ ان کو لیں اور ان کی جانچ کریں یا بلکہ اپنے آپ کا امتحان لیں۔ وہ کیا طریقہ تھا جس سے

ہم نے حروف سیکھے۔ سب سے پہلے۔ کیا ہم یہ کہنے میں درست ہیں کہ حروف تہجی کی تعریف ہے لیکن خود حروف کی کوئی تعریف نہیں؟

تھیاٹیٹس: میرا خیال یہی ہے۔

سقراط: میرا خیال بھی یہی ہے۔ کیونکہ فرض کریں کہ کوئی آپ سے کہے کہ میرے نام کے حصے کے حروف تہجی ادا کریں۔ تھیاٹیٹس۔ وہ کہتا ہے ''ایس او''؟

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے ''ایس'' اور ''او''۔

سقراط: وہ حروف تہجی کی تعریف ہے جو آپ کریں گے۔

تھیاٹیٹس: مجھے کرنی چاہیے۔

سقراط: میری خواہش ہے کہ آپ ''ایس'' کی بھی ایسی ہی تعریف کریں۔

تھیاٹیٹس: لیکن کوئی عنصر کے عنصر کو کیسے بیان کر سکتا ہے۔ میں صرف یہ جواب دے سکتا ہوں کہ ''ایس'' موافق ہے۔ ایک ہلکی آواز جو اس حرف کی ادائیگی میں پیدا ہوتی ہے۔ ''بی'' اور اکثر دوسرے حروف نہ تو حروف علت اور نہ ہی آواز پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح حروف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی کوئی تعریف نہیں۔ کیونکہ ان میں بہت زیادہ فرق والے جو کہ سات حروف علت ہیں ان کی بھی ایک آواز ہے لیکن کوئی تعریف نہیں ہے۔

سقراط: تب میں فرض کرتا ہوں کہ ہم اب تک علم کے بارے میں اپنے خیال میں درست ہیں۔

تھیاٹیٹس: ہاں سقراط میرا یہی خیال ہے۔

سقراط: خوب، لیکن کیا ہم یہ کہنے میں درست ہیں کہ حروف تہجی معلوم کیے جا سکتے ہیں لیکن حروف نہیں؟

تھیاٹیٹس: میرا یہی خیال ہے۔

سقراط: کیا ایک حروف تہجی سے مراد دو حروف ہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ ہیں یا واحد خیال جو اس سے پیدا ہوتا ہے؟

تھیاٹیٹس: مجھے کہنا چاہیے کہ ہمارا مطلب سارے حروف ہیں۔

سقراط: دو حروف تہجی کی مثال لے لیں۔ ''ایس'' اور ''او'' جو میرے نام کا پہلا حصہ ہیں۔ کیا وہ حروف تہجی جانتا ہے، اسے ان دونوں کا علم ہونا چاہیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: وہ جانتا ہے کہ "ایس" اور "او" کیا ہیں؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: کیا وہ علیحدہ علیحدہ ان سے بے خبر اور تب بھی دونوں کے بارے میں جانتا ہے۔

تھیاٹیٹس: اس طرح فرض کر لینا بے مقصد اور غلط ہے۔

سقراط: لیکن اگر وہ دونوں کو نہیں جان سکتا ان کو علیحدہ جانے بغیر پھر اگر اس نے کبھی حروف تہجی کو جاننا ہے تو اسے پہلے حروف جاننے چاہئیں۔ اس طرح عمدہ نظریہ غائب ہو گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: حیران کن سُرعت کے ساتھ۔

سقراط: جی ہاں۔ ہم نے اس کی مناسب طریقے سے نگرانی نہیں کی۔ شاید ہمیں کہنا چاہیے تھا کہ ایک حروف تہجی حروف نہیں بلکہ صرف ایک حرف ہے۔ ان میں سے سامنے آنے والا خیال ان میں سے مختلف قسم کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔ یہ دوسرے سے زیادہ قریب خیال ہے۔

سقراط: احتیاط کریں۔ میرے نظریے کے حوالے سے بزدلی یا اس سے انحراف نہ کریں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ حقیقت میں ایسا نہیں۔

سقراط: آئیں فرض کریں۔ جیسا کہ ہم اب کہیں گے کہ حروف تہجی ایک ایسی قسم ہے جو ایک جیسے عناصر کے باہم ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ الفاظ یا دوسرے عناصر۔

تھیاٹیٹس: بہت خوب۔

سقراط: اور اس کے حصے نہیں ہونے چاہئیں۔

تھیاٹیٹس: کیوں؟

سقراط: کیونکہ جس کے حصے ہوتے ہیں وہ سارے حصوں کا ایک ہونا چاہیے۔ یا آپ کہیں گے کہ ایک حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ایک واحد خیال ہوتا ہے جو کہ تمام حصوں سے مختلف۔

تھیاٹیٹس: مجھے کرنا چاہیے۔

سقراط: کیا آپ کہیں گے کہ سب اور مکمل ایک ہیں یا مختلف۔

تھیاٹیٹس: میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں فوراً جواب دوں۔ میں جواب دوں گا کہ یہ مختلف ہوں گے۔

سقراط: میں آپ کی تیاری کی تصدیق کرتا ہوں۔ تھیاٹیٹس لیکن مجھے سوچنے کے لیے وقت درکار ہوگا کہ کیا میں آپ کے جواب کی بھی اسی طرح تصدیق کرتا ہوں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں جواب مرکزی نکتہ ہے۔

سقراط: اس نئے نقطہ نظر کے مطابق ''مکمل'' ''سارے'' سے مختلف تصور کیا جاتا ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: خوب لیکن کیا سارے (جمع) اور سارے (واحد) میں کوئی فرق ہے۔ ہندسے کی مثال لے لیں۔ جب ہم کہتے ہیں: ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، دو بار تین، یا تین بار دو یا چار یا دو یا تین یا دو یا ایک کیا ہم ایک ہی عدد کے بارے میں بول رہے ہوتے ہیں یا مختلف اعداد کے بارے میں۔

تھیاٹیٹس: ایک ہی عدد کے بارے میں۔

سقراط: وہ چھ کے ہیں۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: ہم بیان کرنے کی ہر شکل میں تمام چھ کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اور پھر سب کے بارے میں بات کرتے ہوئے (جمع میں) کیا یہ ایک چیز نہیں جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً وہ ہے۔

سقراط: اور وہ چھ ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: تب لفظ ''سارے'' کے استعمال میں چیزیں اعداد سے ناپی جاتی ہیں۔ ہم ایک ہی وقت میں واحد اور جمع کو بیان کرتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ہم ایسا کرتے ہیں۔

سقراط: اور پھر۔ ایکڑ کے اعداد اور ایکڑ ایک ہی چیز ہے۔ کیا وہ نہیں ہیں؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: سٹیڈیم کا عدد، اسی طرح سٹیڈیم ہے؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: فوج فوج کا عدد ہے۔ اسی طرح کے تمام معاملات میں۔ کسی چیز کا سارا عدد ساری چیز ہے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: ہر ایک کا عدد ہر ایک کا حصہ ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل۔

سقراط: پھر جتنی چیزوں کے حصے ہوتے ہیں وہ حصوں پر مشتمل ہوتی ہیں؟

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: لیکن سارے حصے تمام مانے جاتے ہیں۔ اگر سارا عدد سارا ہے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: پھر سارا حصوں سے مکمل ہو کر نہیں بنتا۔ کیونکہ یہ سارا ہوگا۔ اگر سارے حصوں پر مشتمل ہوگا؟

تھیاٹیٹس: یہ نتیجہ ہے۔

سقراط: لیکن کیا حصہ کسی حصے کا ہوتا ہے یا سارے کا؟

تھیاٹیٹس: جی ہاں سارے کا۔

سقراط: آپ نے زبردست دفاع کیا۔ تھیاٹیٹس۔ لیکن کیا اب بھی یہ سارا نہیں جس میں سے کچھ نہیں چاہیے ہوتا۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: لیکن کیا پورا وہ نہیں جس میں سے کوئی چیز غائب نہیں اگر چیز اسے چاہیے ہو وہ برابر چیز ضائع کرتا ہے۔

تھیاٹیٹس: اب میں سوچتا ہوں کہ سارے اور پورے میں کوئی فرق نہیں۔

سقراط: لیکن کیا ہم یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ جب کسی چیز کے حصے ہوتے ہیں تو سارے حصے ایک مکمل اور پورا بناتے ہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: پھر جیسا کہ میں پہلے کہہ رہا تھا۔ کیا اس کا متبادل یہ نہیں کہ یا تو حروف تہجی حروف نہیں یا حروف، حروف تہجی کا حصہ نہیں۔ یا یہ کہ حروف تہجی، حروف سے یکساں ہوں گے۔ اس لیے ان کی طرح جانے جائیں گے۔

تھیاٹیٹس: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

سقراط: اور اس سے بچنے کے لیے۔ ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ اُن سے مختلف ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: لیکن اگر حروف، حروف تہجی کا حصہ نہیں۔ تو کیا آپ مجھے حروف تہجی کے دوسرے حصے بتا سکتے ہیں جو کہ حروف نہ ہوں۔

تھیاٹیٹس: نہیں۔ درحقیقت۔ اس لیے کہ اگر میں حروف تہجی میں حصوں کی موجودگی کا اقرار کر لوں۔ سقراط۔ تو یہ میرے لیے مضحکہ خیز ہوگا کہ میں حروف کی بجائے اور دوسرے حصے تلاش کروں۔

سقراط: بالکل درست تھیاٹیٹس۔ اور اس لیے ہمارا موجود نقطۂ نظر کے مطابق حروف تہجی قابل تقسیم قسم ہونی چاہیے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: لیکن کیا آپ کو یاد ہے۔ میرے دوست کہ تھوڑی دیر پہلے ہم نے یہ بیان تسلیم کیا اور اس کی منظوری دی ہے کہ پہلے عنصر کی جس سے ساری چیزیں وجود میں آئی ہیں ان کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان میں اگر ہر چیز کو لیا جائے تو وہ علیحدہ ہو جائیں گی اور ان سے کوئی ''یہ'' یا ''ہو رہے'' کو منسوب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ نامناسب اور غیر متعلقہ الفاظ ہوں گے۔ اس وجہ سے عناصر یا حروف نامعلوم اور تعریف کے بغیر تھے۔

تھیاٹیٹس: مجھے یاد ہے۔

سقراط: اور کیا یہی وجہ نہیں کہ وہ سادہ اور ناقابل تقسیم ہیں۔ میں کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔

تھیاٹیٹس: اس کی اور کوئی وجہ نہیں دی جا سکتی۔

سقراط: پھر کیا حروف تہجی اسی صورت میں حروف تہجی اور حروف اور عناصر نہیں اگر اس کے کوئی حصے نہیں اور

یہ ایک قسم ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: پھر اگر ایک حروف تہجی مکمل ہے اور اس کے کئی حصے اور حروف ہیں، الفاظ اور حروف تہجی قابل فہم اور بیان ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ مانا گیا ہے کہ حصے، پورے جیسے ہی ہوں گے؟

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: لیکن اگر یہ ایک اور نا قابل تقسیم ہوگا تو عناصر اور حروف ایک ہوں گے۔ نامعلوم اور نا قابل تعریف اور اسی وجہ سے؟

تھیاٹیٹس: میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

سقراط: ہم اس کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے جو کہتا ہے کہ حروف تہجی جانے اور بیان کیے جا سکتے ہیں لیکن حروف نہیں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔ اگر ہم بحث پر اعتماد کریں۔

سقراط: لیکن کیا آپ اس پر بھی اختلاف نہیں کریں گے۔ جب آپ اپنا سیکھنے کے لیے پڑھنے کا اپنا تجربہ یاد کریں گے۔

تھیاٹیٹس: کیسا تجربہ؟

سقراط: کیونکہ سیکھنے کے لیے آپ نے حروف کو آنکھوں اور کانوں کے ذریعے علیحدہ کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح جب آپ نے انھیں سنا یا لکھا ہوا دیکھا تو آپ ان کی ماہیت سے پریشانی کا شکار نہیں ہوئے ہوں گے۔

تھیاٹیٹس: بالکل سچ۔

سقراط: کیا کسی موسیقار کی تعلیم پوری ہو سکتی ہے۔ جب تک وہ یہ نہ بتا سکے کہ کسی مخصوص نوٹ کا کیا جواب ہے۔ یہ نوٹ کرتا ہے کہ یہ حروف یا عناصر کی موسیقی ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: تب اگر ہم حروف سے بحث کرتے ہیں۔ جنھیں ہم سادہ اور مجموعی قسم میں جانتے ہیں ہم کہیں گے کہ حروف اور عناصر ایک حروف تہجی سے جانے جاتے ہیں۔ اور کسی مضمون کے بارے میں مکمل علم

کے لیے ناگزیر ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حروف تہجی معلوم لیکن حروف نامعلوم۔ ہم غور کریں گے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر وہ احمقوں کی بات کر رہا ہے۔

تھیاٹیٹس: بالکل۔

سقراط: اس بارے میں یقین دلانے کے لیے کئی دوسرے ثبوت بھی دیے جائیں گے۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہا۔ لیکن کیا اس بارے میں بحث کرنے سے ہم اصل سوال کو پس پشت نہیں ڈال دیں گے۔ جو کہ بیان کی اصل بنیاد ہے کہ درست رائے دانشمندانہ تعریف یا وضاحت کے ساتھ مکمل علم کی ایک قسم ہے۔

تھیاٹیٹس: ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔

سقراط: خوب پھر ''وضاحت'' کے کیا معنی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس اس کے معنی کی تین صورتیں ہیں۔

تھیاٹیٹس: وہ کیا ہیں؟

سقراط: پہلی صورت میں معنی ہو سکتے ہیں کسی کے خیال کو فعل اور آواز کے مطابق روشناس کرانا۔ ایک ندی کا تصور ذہن میں رکھتے ہوئے کیا وضاحت اس قسم کی دکھائی دیتی ہے؟

تھیاٹیٹس: یقیناً۔ وہ جو اپنے خیالات کو اس طرح عیاں کرتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بیان کرتا ہے۔

سقراط: اور ہر کوئی جو بہرا پیدا نہیں ہوا اس نے جلد یا بدیر بیان کرنا ہے۔ جو وہ کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے۔ اگر اس طرح ہے تو وہ جو کسی چیز کے بارے میں درست رائے رکھتا ہے، وہ بیان بھی درست کرے گا۔ درست رائے کسی بھی صورت علم کے بغیر قائم نہیں کی جا سکتی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: پھر آئیں۔ کسی کو جو علم کی یہ تعریف کرے اسے جلدی سے مورد الزام نہ ٹھہرا دیں کیونکہ شاید اس کا کہنے کا صرف یہ مقصد ہے کہ جب ایک آدمی سے پوچھا گیا کہ کسی چیز کی ماہیت کیا تھی تو وہ اپنے جواب کی وضاحت چیز کے اجزا تا کر کرے۔

تھیاٹیٹس: مثال کے طور پر سقراط۔

سقراط: جیسا کہ مثال کے طور پر جب ہزیوڈ (Hesoid) کہتا ہے کہ ایک ویگن ایک سوتختوں کی بنی ہوئی ہے۔ اب نہ آپ اور نہ میں ان کو انفرادی طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی پوچھے کہ ویگن کیا ہے؟ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ویگن پہیوں، ایکسل، باڈی اور رم وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: ہمارا مخالف غالباً ہم پر ہنسے گا۔ جیسا کہ اگر ہمیں گرامر دان سمجھا جائے اور اسی بنیاد پر تھیاٹیٹس کا نام پوچھا جائے۔ تو اس صورت میں صرف حروف تہجی بیان کیے جا سکیں گے نہ کہ حروف۔ وہ درست رائے ہوگی۔ لیکن علم نہیں۔ کیونکہ علم کے لیے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک اس کا اصل رائے سے ملاپ نہ ہو۔ دوسری صورت میں یہ عناصر کی وضاحت ہوگی جن سے کوئی چیز بنی ہوئی ہے۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اسی طریقے سے۔ ہماری بھی شاید ویگن کے بارے میں رائے اصل اور سچی ہوگی۔ لیکن وہ جو اس کے سوتختوں کے حوالے سے اسے بیان کر سکتا ہے وہ سچی رائے میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ وہ صرف رائے کی بجائے ویگن کی ماہیت کا علم رکھتا ہے۔ اس طریقے سے وہ ویگن کے بارے میں تمام اجزا کا علم رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: کیا آپ اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہیں کرتے سقراط۔

سقراط: اگر آپ کرتے ہیں، میرے دوست لیکن میں پہلے یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا آپ تسلیم کرتے ہیں چیز کے اجزا کے بارے میں بیان اس کی دانش مندانہ وضاحت ہوگی اور کیا ان کے حروف تہجی اور بڑے ملاپ کے لحاظ سے یہ غیر دانش مندانہ ہوگی۔

تھیاٹیٹس: مختصراً۔

سقراط: اور کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ایک آدمی ایک چیز کا ایک وقت میں علم رکھتا اور دوسرے وقت میں نہیں۔ یا یہ خیال کرتا ہے کہ ایک چیز مختلف اوقات میں مختلف عناصر پر مشتمل ہوگی۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ کے معاملے میں یا دوسرے معاملات میں سیکھنے سے، پڑھنے کے دوران

اکثر ایسا ہوا۔

تھیاٹیٹس: آپ کا مقصد ہے کہ میں نے حروف اور حروف تہجی کی غلط ادائیگی کی۔

سقراط: جی ہاں۔

تھیاٹیٹس: یقیناً ایسا ہوگا۔ مجھے پوری طرح یاد ہے۔ اور میں یہ فرض کرنے سے گریزاں ہوں کہ وہ جو اس حالت میں ہیں انھیں علم ہے۔

سقراط: جب کوئی آدمی سیکھنے کے دوران تھیاٹیٹس کا نام لکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ اسے لکھنا چاہیے اور وہ ضرور لکھتا ہے۔ (تھی اور ای) لیکن دوبارہ تھیاٹیٹس لکھنے کے معنی کے حوالے سے سوچتا ہے کہ اسے دوبارہ "ٹی اور می" لکھنا چاہیے۔ کیا ہم فرض کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کے نام کے پہلے دو حروف تہجی جانتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہم نے پہلے ہی یہ تسلیم کیا ہے کہ اس نے ابھی علم حاصل نہیں کیا۔

سقراط: اور اس طرح وہ شاید جانے بغیر دوسرا تیسرا اور پھر چوتھا حروف تہجی بیان کرے۔

تھیاٹیٹس: شاید وہ ایسا کرے۔

سقراط: اس معاملے میں جب وہ حروف کی ترتیب جانتا ہے اور درست طور پر لکھ سکتا ہے۔ اس کی رائے درست ہے۔

تھیاٹیٹس: صاف ظاہر ہے۔

سقراط: لیکن اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی رائے درست ہے۔ وہ اب بھی بغیر علم کے ہوگا۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: اور اب بھی وہ وضاحت کا حامل ہوگا اور درست رائے کا بھی، جس کے ساتھ رائے اور وضاحت شامل ہوگی۔ جس کے ساتھ ابھی تک علم کی درستی نہیں ہوگی۔

تھیاٹیٹس: یہ ایسا دکھائی دے گا۔

سقراط: اور جو ہمارا مکمل علم کے بارے میں خیال ہے وہ پھر ایک خواب ہوگا۔ لیکن شاید بہتر ہوگا اگر ہم ایسا ابھی نہ کہیں کیا علم کی تین وضاحتیں نہ تھیں۔ جن میں ایک ضرور ہونی چاہیے۔ جیسا ہم نے کہا جسے وہ شخص تسلیم کرے جو یہ کہتا ہے کہ علم درست رائے ہوگی جس کے ساتھ باشعور وضاحت بھی شامل

ہو۔لیکن اس بات کا بھی بڑا امکان ہے کہ کوئی شخص ایسا بھی ہو جو اس کی بجائے تیسری رائے کو درست سمجھے۔

تھیاٹیٹس: آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ابھی ایک رائے باقی ہے۔پہلی رائے ذہن کی موجود سوچ کی الفاظ کی صورت میں ادائیگی تھی۔دوسری جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔کسی چیز کے بارے میں اجزا کے بیان کے ذریعے مکمل تک پہنچنا ہے۔لیکن تیسری تعریف کیا ہے؟ابھی ایک مزید طریقہ ہے جس کے ذریعے فرق کا نشان ظاہر کر کے چیزوں میں تفریق کی جاتی ہے۔

تھیاٹیٹس: کیا آپ مجھے اس تعریف کی کوئی مثال بیان کر سکتے ہیں۔

سقراط: مثال کے طور پر سورج کے معاملے میں آپ میرا خیال ہے، اس بات سے مطمئن ہوں گے کہ یہ سب زیادہ چمکدار بڑا جسم ہے۔جو زمین کے گرد گھومتا ہے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً۔

سقراط: سمجھتے ہیں کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ میں ابھی کہہ رہا تھا۔اگر آپ چیزوں کے فرق کو جانتے ہیں پھر جتنے آدمی تصدیق کرتے ہیں آپ اس کی تعریف یا وضاحت کو مان لیں گے۔لیکن جب آپ کا خیال اس سے مختلف ہو تو آپ صرف اس چیز کی تعریف مانیں گے۔جو اس صفت سے منسوب ہے۔

تھیاٹیٹس: میں آپ کو سمجھتا ہوں۔اور آپ کی تعریف میرے فیصلے کے مطابق درست ہے۔

سقراط: لیکن وہ جو کسی چیز کے بارے میں درست علم رکھتا ہو اور وہ فرق کو معلوم کر سکتا ہو جو اسے دوسری چیزوں سے مختلف کرتا ہو جس کے بارے میں پہلے صرف اس کی رائے تھی تو وہ اس چیز کے بارے میں پورا علم رکھتا ہے۔

تھیاٹیٹس: ہاں۔یہی بات ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔

سقراط: تاہم تھیاٹیٹس۔قریب ترین نقطہ نظر میں، میں اپنے آپ کو مکمل مایوس سمجھتا ہوں۔اس بحث کی تصویر جو فاصلے سے دکھائی دے رہی تھی، وہ بڑی نہیں تھی، اگر یہ اب پوری طرح واضح ہوئی ہے۔

تھیاٹیٹس: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

سقراط: میں یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔میں فرض کروں گا کہ میری آپ کے بارے میں رائے درست ہے۔لیکن اگر میں اس میں تعریف کا اضافہ کر دوں۔تو پھر مجھے اس کا علم ہے۔اگر تعریف

نہ کروں تو یہ صرف رائے ہوگی۔

تھیاٹیٹس: جی ہاں۔

سقراط: تعریف کو فرق تصور کیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: لیکن جب صرف رائے رکھتا تھا تو مجھے تفریق کرنے والی خوبیوں کا علم نہ تھا۔

تھیاٹیٹس: میں فرض کرتا ہوں کہ نہیں۔

سقراط: تب مجھے چیز کی عمومی ماہیت کا علم تھا جو آپ کے بارے میں دوسروں سے مختلف نہ تھی۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اب مجھے بتائیں اس صورت میں آپ کے بارے میں، میں دوسروں سے زیادہ کیسے فیصلہ کر سکتا تھا۔ فرض کریں میں خیال کرتا ہوں کہ تھیاٹیٹس ایک آدمی ہے جس کی ایک ناک، آنکھیں، منہ اور جسم کے دوسرے حصے ہیں۔ اس ساری تفصیل سے تھیاٹیٹس اور تھیوڈورس، میں کیسے فرق کر سکتا ہوں یا دوسرے بربریوں سے؟

تھیاٹیٹس: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

سقراط: اور اگر میں آپ کے بارے میں مزید جانتا ہوتا تو نہ صرف یہ کہ ناک، آنکھ، منہ بلکہ یہ کہ اس کا اُٹھتا ہوا ناک اور بڑی آنکھیں وغیرہ تو کیا مجھے آپ کے بارے میں مزید کہنا پڑتا۔ دوسروں سے فرق ظاہر کرنے کے لیے۔

تھیاٹیٹس: یقیناً نہیں۔

سقراط: یقیناً میں تھیاٹیٹس کے بارے میں کوئی خاکہ ذہن میں نہیں لا سکتا۔ جب تک کہ آپ کے چپٹے ناک کا تاثر میرے ذہن میں نہ بیٹھے۔ ان سے فرق کے لیے جن چپٹے ناک والوں سے میں کبھی ملا ہوں۔ اور جب تک آپ کی دوسری نمایاں خصوصیات تفریق پیدا نہ کریں۔ اسی طرح جب میں آپ کو کل ملوں گا تو اس بارے میں درست رائے بیان کروں گا۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: تب درست رائے کا تعلق فرق کے خیال سے ہے؟

تھیاٹیٹس: بالکل واضح بات ہے۔

سقراط: کیا پھر ہم درست رائے کے ساتھ سبب یا وضاحت کا اضافہ کریں گے۔ اگر معنی ہیں کہ ہم ایک رائے قائم کریں، اس انداز میں کہ ایک چیز دوسری سے فرق کی حامل ہو۔ یہ تجویز مضحکہ خیز ہے۔

تھیاٹیٹس: وہ کیسے؟

سقراط: ہمارے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہم فرق کے حوالے سے درست رائے قائم کریں جس سے ایک چیز کو دوسروں سے مختلف ظاہر کیا جا سکے۔ ہم اس بارے میں پہلے ہی درست علم رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم بار بار ایک ہی بات کے گرد گھوم رہے ہیں۔ گردش کرنے والی مشین کی طرح۔ ایک ہی دائرے میں۔ ہماری حالت اس اندھے کی طرح ہے جو ایک دوسرے اندھے کو ہدایت کرتا ہے۔ اسی طرح ہم وہی دوبارہ جانیں گے جو پہلے ہی جانتے ہیں۔ شب گرفتہ جاہل کی طرح۔

تھیاٹیٹس: مجھے بتائیں۔ آپ اب کیا کہنے والے تھے۔ جب آپ نے سوال پوچھا۔

سقراط: اگر میرے بیٹے، تعریف کے اضافے میں لفظ "جاننا" کا استعمال کیا گیا ہے، نہ کہ صرف فرق کی رائے کے بارے میں تو یہ علم کے بارے میں تمام تعریفوں سے زیادہ مدلل ہوگا اور اچھے انجام پر منتج ہوگا۔ کیونکہ جاننا یقینی طور پر علم حاصل کرنا ہے۔

تھیاٹیٹس: درست۔

سقراط: اور اس طرح جب سوال کیا جاتا ہے کہ علم کیا ہے؟ اس عمدہ بحث کے ذریعے جواب دیا جا سکے گا۔ درست رائے علم کے ساتھ، علم ہے۔ بحث اس بات کی تمیز کرے گی اور جیسا کہ بحث میں کہا گیا ہے کہ اس میں تعریف کا اضافہ کیا گیا ہے۔

تھیاٹیٹس: یہ درست دکھائی دیتا ہے۔

سقراط: لیکن کس قدر واضح احمقانہ بات ہے جو آپ پوچھ رہے ہیں کہ علم کیا ہے، جواب صرف ہونا چاہیے کہ درست رائے کسی چیز کے فرق کے ساتھ اور اسی طرح تھیاٹیٹس علم نہ تو حسی تجربات (Sensation)، نہ رائے، نہ تعریف اور وضاحت ہے جو کہ درست رائے کے ساتھ منسلک ہو۔

تھیاٹیٹس: میرا خیال نفی میں ہے!

سقراط: کیا آپ اب بھی مشکل میں ہیں میرے دوست۔ یا کیا آپ نے علم کے بارے میں سب کچھ کہہ

دیا ہے جو کہنا چاہیے تھے۔

تھیاٹیٹس: مجھے یقین ہے۔ سقراط۔ کہ آپ نے مجھ میں سے ایک بہترین چیز اخذ کی ہے۔

سقراط: کیا میرا فن یہ ظاہر نہیں کرتا کہ آپ نے طوفان کو جنم دیا ہے اور یہ کہ آپ کی ذہنی نشو ونما محض بڑی اہمیت کی حامل نہ تھی۔

تھیاٹیٹس: بالکل درست۔

سقراط: اگر کبھی آپ دوبارہ بات کریں تو یہ بحث کے لیے بہترین تحقیق ثابت ہوگی۔ اور اگر نہیں تو پھر بھی آپ دوسرے لوگوں سے باوقار، نرم دل اور شریف النفس ہوں گے۔ اور یہ خیال کرنے میں جدت پسند کہ جو آپ نہیں جانتے وہ جانتے ہیں۔ یہ میرے فن کی حدود ہیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی میں ان چیزوں کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ جنھیں بڑے اور مشہور لوگ جانتے ہیں یا جن کے بارے میں گزرے ہوئے وقتوں میں لوگ جانتے ہیں۔ دایہ کا فن اپنی ماں کی طرح مجھے خدا نے دیا ہے۔ وہ خواتین کی پیدائش میں مدد دیتی تھی اور میں مردوں کو۔ لیکن وہ نوجوان، باوقار اور نیک ہونے چاہئیں۔ اب میں نے آرکون (Archon) بادشاہ کے دربار میں جانا ہے جہاں میں میلٹس (Meletus) اور اس کے پیروکاروں کو ملوں گا۔ کل صبح۔ تھیوڈورس میں آپ سے دوبارہ اس جگہ ملنے کی اُمید رکھتا ہوں۔

☆☆☆☆

ادارۂ فروغِ قومی زبان

۲۰۲۲ء